مستقل اہمیت کی حامل معیاری اور شگفتہ تحریریں

سیارہ ڈائجسٹ

اگست 2020

میرا جینا میرا مرنا

اللہ رب العالمین کے لیے

Pakistanipoint
Learning Point

القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الاعراف

ہم نے ان کو زمین میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے بہت سی قوموں میں تقسیم کر دیا۔ کچھ لوگ ان میں نیک تھے اور کچھ اس سے مختلف اور ہم ان کو اچھے اور بُرے حالات سے آزمائش میں مبتلا کرتے رہے کہ شاید یہ پلٹ آئیں پھر اگلی نسلوں کے بعد ایسے ناخلف لوگ انکے جانشین ہوئے جو کتاب الٰہی کے وارث ہو کر اسی دنیائے فانی کے فائدے سمیٹتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ توقع ہے ہمیں معاف کر دیا جائیگا اور اگر وہی متاع دنیا پھر سامنے آتی ہے تو پھر لپک کر اسے لے لیتے ہیں۔ کیا ان سے کتاب کا عہد نہیں لیا جا چکا ہے کہ اللہ کے نام پر وہی بات کہیں جو حق ہو؟ اور یہ خود پڑھ چکے ہیں جو کتاب میں لکھا ہے۔ آخرت کی قیام گاہ تو خدا ترس لوگوں کیلئے ہی بہتر ہے کیا تم اتنی سی بات نہیں سمجھتے؟ جو لوگ کتاب کی پابندی کرتے ہیں اور جنہوں نے نماز قائم رکھی ہے یقیناً ایسے نیک کردار لوگوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرینگے انہیں وہ وقت بھی کچھ یاد ہے جبکہ ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان پر اس طرح بچھا دیا تھا کہ گویا وہ چھتری ہے اور یہ گمان کر رہے تھے کہ وہ ان پر آ پڑے گا اور اس وقت ہم نے ان سے کہا تھا کہ جو کتاب ہم تمہیں دے رہے ہیں اسے مضبوطی کے ساتھ تھامو اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اسے یاد رکھو توقع ہے کہ تم غلط روی سے بچے رہو گے۔

(آیت 171-168) (بحوالہ تفہیم القرآن۔ از: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

الحدیث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اولاد کی موت پر صبر کا اظہار

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جب کسی بندے کا کوئی لڑکا مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا تم نے میرے بندے کے لڑکے کی جان قبض کرلی؟

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

وہ کہتے ہیں کہ ہاں!

پھر وہ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے اس کے جگر کے ٹکڑے کی جان قبض کرلی؟

وہ کہتے ہیں کہ ہاں!

پھر وہ ان سے پوچھتا ہے کہ میرے بندے نے کیا کہا؟

وہ کہتے ہیں کہ اس مصیبت پر اس نے تیری حمد کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ تب اللہ ان سے کہتا ہے' میرے اس بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد (شکر کا گھر) رکھو۔

(بحوالہ: فرمانِ رسول ﷺ نمبر سیارہ ڈائجسٹ)

اس شمارے میں.....

2	القرآن	تفہیم القرآن	قرآن ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے!
8	الحدیث	ادارہ	اولاد کی موت پر صبر کا اظہار!
14	دستک	امجد رؤف خان	عام آدمی کا خواب!
44	ہم قافیہ	ابوالعاس	ایک عورت کی داستان اس کا بیان تھا کہ وہ لحہ بہ لحہ قتل ہو رہی ہے!
69	عیدالاضحیٰ اور گوشت	حکیم محمد عثمان	عیدالاضحیٰ کے فرائض اور گوشت استعمال کرنے کے مفید اور آزمودہ طریقے!
75	امرتسر کا جانو رام اور محمد بخش	محمد بلال رضوی	تقسیم ہند کے پس منظر میں لکھی گئی پُراثر کہانی!
17	میرا جینا میرا مرنا	اللہ رب العالمین کے لئے	ام مثال
39	کرونا سے بچنے کیلئے یہودی اسرائیل چلے جائیں گے!	عالمگیر سازش کو بے نقاب کرتی حیرت انگیز انکشافات پر مبنی تحقیقاتی تحریر	کامران امجد خان

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

80 **بازگشت** — جاوید اقبال
شاطر شکاریوں کا ماجرا ایک روزہ خودکشی کے دام میں آ گئے تھے!

87 **بھروسہ** — ڈاکٹر محمد علی
ایک شخص کا ماجرا جس نے آنکھیں بند کر کے بھروسہ کیا تھا!

90 **بے گُن** — شگفتہ الماس
ایک دوشیزہ کی کہانی جو اپنی سکھیوں سے جیتتی رہی مگر تقدیر سے ہار گئی!

125 **حق** — عائشہ خان
ایک عورت کی کہانی، جس کو اپنے کرموں کا پھل بہت جلد مل گیا تھا!

135 **اے وطن تو ہمیشہ سلامت رہے** — فرحت قادر
ایک یادگار تحریر جس کی ہر سطر وطن سے محبت کے جذبہ کی آئینہ دار ہے!

49 **گھڑ سرائے کی سپینا** — جاوید راہی
گاؤں کے سیدھے سادے شخص کے ساتھ پیش آئے حیرت انگیز واقعات کی رُوداد

83 **عجیب و غریب شخصیات** — عارف محمود ایل
معروف و اہم شخصیات کی متنوع عادات، طور طریقے اور طرزِ زندگی بیان کرتی دلچسپ تحریر!

96 **”معصوم لڑکی“** — نواز خان
”وہ ایک معصوم اور سادہ دل لڑکی کا متلاشی تھا۔ طویل انتظار کے بعد اُسے ایسی لڑکی مل گئی لیکن............!“

129 **لیجئے 73 سال کا قصہ تمام ہوا** — حامد شہزاد
قیامِ پاکستان سے اب تک کے حالات کا احاطہ کرتی جامع تحریر

PakistaniPoint www.pakistanipoint.com

145 مفاد — سعدیہ عادل — ایک شخص کا فسانہ جو ہر بات میں سب سے پہلے اپنا مفاد دیکھتا تھا!

151 کتاب زیست کا ایک یادگار باب — ایم بی انجم — ایک انسان کی جدوجہد اور کامیابی کی جستجو کی کہانی!

161 پاگل — احمد شیر خان — ایک عورت کی کہانی جس نے کسی پر سچے دل سے اعتبار کیا تھا!

167 حضرت علی احمد صابریؒ — پروفیسر غلام رسول — ایک جلیل القدر ولی اللہ کے حالات زندگی، جن کے جلال اور غصے سے بڑے بڑے اولیاء اللہ بھی گھبراتے تھے!

181 بزم شاعری — ادارہ — باذوق قارئین کے کلام و انتخاب پر مبنی مقبول ترین سلسلہ!

185 پرچھائیاں — ایس۔ امتیاز احمد — ایک شخص کی کتھا جو اپنی بیوی سے بے انتہا محبت کرتا تھا

Waqar Azeem
Pakistanipoint

خواتین کارنر

☆ کرونا وائرس ماں سے بچوں کو منتقل نہیں ہوتا

☆ لاک ڈاؤن: خواتین کو ہراساں کرنے کے واقعات میں اضافہ

☆ خواتین میں خودکشی کے رجحان میں تشویشناک اضافہ

175 سیارہ کچن کارنر — جویریہ کامران — نئی اور ذائقہ دار کھانوں کی منفرد ترکیب

193 ایٹم بم گرانے والے — پہلا ایٹمی حملہ کرنے والوں کے تاثرات، خود انہی کی زبانی

204 پگڈنڈی (قسط:7) — جذبات و احساسات میں گوندھی رشتوں کے بندھن کو آشکار کرتی لازوال تحریر

جلد 57 : شمارہ 8 اگست 2020ء

رُکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

www.facebook.com/sayaradigest
Email:editorsayyara@yahoo.com
sayyaradigest@gmail.com
editorsayyara@hotmail.com
Phone:92-042-37245412
Mobile:0300-9430206

مستقل اہمیت کی حامل معیاری اور شگفتہ تحریریں

ماہنامہ سیّارہ ڈائجسٹ لاہور

مدیر اعلیٰ
امجد رؤف خان

مدیر منتظم
کامران امجد خان

مدیر : محمد ثاقب

معاون مدیران : جویریہ کامران ۔ رؤف خان ۔ فرحان امجد

سرکولیشن منیجر : بشیر احمد

مارکیٹنگ منیجر : خرم احمد خان ۔ 0333-4207684

گرافک ڈیزائنر : ہمایوں نثار

نگران پرنٹنگ : خالد محمود ۔ محمد توفیق

طابع : اللہ والا پرنٹرز، شاہراہِ قائداعظم لاہور

شعبہ اشتہارات :
خرم احمد خان ۔ 0333-4207684
طارق محمود ۔ 0300-4144781

مجلس مشاورت
ریاض آفندی
فیاض عمر، عارف محمود ایل

قیمت 120 روپے

امجد رؤف خان پبلشرز نے اللہ والا پرنٹرز سے چھپوا کر
240 مین مارکیٹ ریواز گارڈن لاہور سے شائع کیا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اظہار خیال

ڈاک کا کوئی سر پیر نہیں

محترم کامران صاحب۔ السلام علیکم!

پتہ نہیں ڈائجسٹوں کا کرونا نے کیا حشر کیا۔ اس وقت تو ڈاک کا کوئی سر اور پیر نہیں۔ خدا کرے یہ خط بھی پہنچ جائے۔ سارے ادارے کے ہر ایک صاحب کو سلام

(شوق خانوہنی۔ خانواہن)

آہ قلندر حسین

گرامی قدر محترمی جناب امجد رؤف خان صاحب۔ السلام علیکم! میری کہانی چولستانی بلو اور نعت شائع کرنے کا شکریہ۔ ایک اور کہانی اپنی تصنیف انمول نگینے سے ماخوذ شکار اور چراغ محبت اور شعری مجموعہ اور فن سمندر سائیکی شعری مجموعہ ارسال خدمت ہیں۔ شمائلہ عدنان صاحبہ نے اختصار سے تبصرہ کرتے ہوئے میرے کلام کو میر تقی میر کے کلام سے ملا دیا یہ ان کا حسن زن ہے۔ جولائی کے شمارے میں ٹائٹل پر جناب طارق عزیز صاحب کی تصویر اور اظہار رائے میں خطوط کے ٹائٹل پر قلندر حسین سید کا آخری خط دیکھ کر دل اُداس ہوگیا۔ خود جلیں دیدہ اغیار کو بینا کردیں کے لکھاری دار فانی سے رخصت ہوگئے۔ قلندر حسین سید جتنی جلدی میرے دوست بنے اتنی جلدی جدا ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت فردوس عطا فرمائے۔ آمین

(احمد علی شاہ مخمور)

واحد دلچسپی.....مرطالعہ

محترم جناب امجد رؤف خان صاحب

السلام علیکم! ابتداء میں جب سیارہ ڈائجسٹ نکلا تو نوید الاسلام صدیقی اس کے ایڈیٹر تھے اور وہ ان کے والد مولانا نعیم صدیقی کے قلم کی روانی سے فتح ہو چکا تھا۔ اس زمانے میں میں ضلع بہاولپور کے ایک سکول میں سینئر انگلش ٹیچر تعینات تھا۔ میں نے چند انگریزی کہانیاں ترجمہ کرکے سیارہ ڈائجسٹ میں چھپنے کے لئے ارسال کی تھیں جنہیں اس وقت کے ایڈیٹر صاحب نے شائع بھی کیا۔ ملازمت کا عرصہ مکمل کرکے میں 1999ء میں ملازمت سے ریٹائر ہوگیا اور پھر محض مطالعہ میری واحد دلچسپی رہ گیا ہے۔ اور کبھی ماضی کا کوئی واقعہ یاد آئے تو میں اسے افسانہ بنا دیتا ہوں۔

اسی مصروفیت کا حاصل ایک کہانی ''بغاوت'' پیش خدمت ہے پسند آئے تو مطلع فرمادیں۔

(دانش یار)

دوبارہ حاضری

محترم جناب امجد رؤف صاحب!

السلام علیکم! تقریباً چھ ماہ کی طویل غیر حاضری کے بعد دوبارہ آپ کی محفل میں حاضر ہو رہا ہوں۔ اس غیر حاضری کی جہاں دیگر وجوہات ہیں وہاں اولاً جنوری تک شدید سردی جس نے تحریری کام مکمل طور پر معطل کرکے رکھ دیا اور اس کے فوراً بعد کرونا وائرس نے تو تباہی مچا دی۔ میرے بچوں نے مجھے سختی سے گھر سے باہر نکلنے سے روک دیا۔ ان کی دلیل تھی کہ عمر کے اس 68ویں حصے میں قوت مدافعت انتہائی کمزور ہوجاتی ہے اور بیماریاں جلد ہی انسان کو دبا

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

لیتی ہیں۔ البتہ سیارہ باقاعدگی سے ملتا رہا سوائے ایک ماہ کے اور مطالعہ بھی جاری رہا۔ اس ماہ شمارہ لیٹ ملا اور کچھ تساہل بھی آڑے آیا۔ آج جونہی شمارہ کھولا سید صاحب کے آخری خط پر پریشان ہوگیا۔ اندر کے صفحات نے میری پریشانی میں یکدم اضافہ کردیا جن میں ان کے انتقال کی خبر تھی۔ سید صاحب سے میری قلمی آشنائی غالباً 1913ء سے تھی جب میں پہلے ایجنسی حسینی سے سیارہ خریدا کرتا تھا بعد میں اس کا مستقل خریدار بنا۔ میں ان کے مضمون سے متاثر ہوکر چند حسینی جملے لکھ دیتا جواباً وہ میرا شکریہ ادا کرکے میری مزید حوصلہ افزائی فرماتے۔ خداوند قدوس سے دعا ہے کہ وہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ جب تک سیارہ چھپتا رہے گا شائع ہوتا رہے گا ان کی یاد قارئین کے دلوں میں موجود رہے گی۔ میرا یہ تعزیتی پیغام انکے لواحقین تک پہنچادیں یا مجھے ان کا پتہ عطا فرمادیں تاکہ میں انہیں بھی تعزیت نامہ بھیج سکوں۔

طارق عزیز بے مثل خطیب تھے۔ ٹی وی سے وابستہ ہوکر انہوں نے پہلے نیلام گھر اور بعد میں طارق عزیز شو میں جس فنی مہارت سے اپنی پرفارمنس شو کی وہ یقیناً قابل تحسین ہے۔ میں دو مرتبہ گورنمنٹ ہائی سکول ہائی سٹریٹ ساہیوال میں بطور سپرنٹنڈنٹ ایک مرتبہ میٹرک دوسری مرتبہ ایل ایل بی امتحان لینے گیا تھا۔ ان کا نام اس ادارے کی لوح اعزاز پر سرفہرست دیکھا۔ یہاں سے انہوں نے میٹرک کا امتحان امتیازی مارکس کے ساتھ پاس کیا تھا۔ جب تک ٹی وی گھر میں موجود تھا میں ان کا شو باقاعدگی سے دیکھا کرتا تھا جب ٹی وی خراب ہوگیا بعد میں خرید نہ جاسکا تو میں اس شو سے محروم ہوگیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ان دونوں کے اعزاز میں مولانا حالی کا یہ شعر ان کی نذر

زندہ ہیں وہ لوگ جن کے نام جیتے ہیں
مرکے بھی وہ مدام جیتے ہیں

(فقط والسلام محمد بوٹا مجاہد)

دل اُداس ہوگیا!

محترم جناب ایڈیٹر سیارہ ڈائجسٹ۔ السلام علیکم۔ 2020ء میں کرونا وائرس کی وباء نے ہمارے اذہان پر ایسا اثر ڈالا ہے کہ دنیا کی بے ثباتی پر یقین پختہ ہوگیا ہے اور ایک عجیب ڈیپریشن اور اُداسی کی کیفیت طاری رہنے لگی ہے۔ ایسے میں سیارہ ڈائجسٹ ہمارے ذوق کا سامان فراہم کرتا ہے۔ ہمیں گھر بیٹھے ہر طرح کی معلومات فراہم کرتا اور ہمارے پسندیدہ رائٹرز کی کہانیاں فراہم کرتا ہے۔ لیکن جولائی کے شمارے میں اپنے ایک ساتھ کئی اہم شخصیات کی جدائی کی تفصیلات بیان کرکے ہم قارئین کو اُداس تر کردیا ہے۔ طارق عزیز اور امان اللہ میری پسندیدہ شخصیات تھیں۔ ان کے بارے میں چھپنے والی تحریریں پڑھتے ہوئے کئی بار آنکھوں میں آنسو آئے۔ ابھی ان دونوں کے بارے میں پڑھ کر ہی دل اُداس تھا کہ اظہار خیال کی محفل میں جناب قلندر حسین سید کا آخری خط پڑھ کر ایک دھچکا اور لگا اور پھر اگلے صفحات میں اُن کے انتقال کی خبر پڑھ کر تو یقین ہی نہیں آیا کہ یہ ایک حقیقت ہے۔ یقین جانئے میں سیارہ ڈائجسٹ میں قلندر حسین کا کالم کئی برس سے پڑھ رہی ہوں اور میری اس ڈائجسٹ سے مستقل وابستگی کا سبب بھی ان کا یہی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کالم بنا تھا۔ اُن کے کالم کے بغیر سیارہ ڈائجسٹ کے صفحات بہت بے رونق لگیں گے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب قلندر حسین کی مغفرت فرمائیں اور ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ آمین

(نوید بٹ۔ اسلام آباد)

اخوت کے بارے میں معلومات

محترم ایڈیٹر سیارہ ڈائجسٹ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکتہ۔ گذشتہ دنوں مجھے سیارہ ڈائجسٹ کے چند شمارے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ بالخصوص اپریل، جون اور جولائی کے شمارے بہت ہی عمدہ مواد کو سموئے ہوئے تھے۔ مئی کا شمارہ مجھے بصد کوشش کے باوجود نہیں مل سکا۔ بہرحال اپریل کے شمارے میں جناب امجد ثاقب اور اُن کے ادارے ''اخوت'' کے بارے میں تفصیلات پڑھنے کو ملیں۔ پاکستان میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو چپکے چپکے اللہ کی رضا کے لیے خدمت خلق کر رہے ہیں لیکن لوگوں کی اکثریت ان کے کام سے بے خبر ہے۔ لیکن آپ ایسے لوگوں کا ذکر اپنے ڈائجسٹ میں ضرور کریں۔ تاکہ لوگوں میں ان کے لیے دست تعاون بڑھانے کا جذبہ پیدا ہو اور ضرورت مند ان سے رابطہ کر کے اپنے مسائل حل کر سکیں۔ ''اخوت'' نے لوگوں کو قرض حسنہ دینے سے ابتدا کی اور ایک عورت نے دس ہزار روپے کی مدد سے اپنے معاشی حالات بہتر کر لیے۔

''اخوت'' کی مدد سے اب تک لاکھوں لوگ مستفید ہو چکے ہیں، اگر ہو سکے تو ان کے حالات سے لوگوں کو آگاہ کریں کہ انھوں نے کتنی رقم سے کونسا کام کب اور کس طرح شروع کیا اور انھیں کتنی کامیابی ملی۔ اس طرح لوگوں کو معلومات ملیں گی اور وہ ان لوگوں کے تجربات سے مستفید ہو سکیں گے۔

آپ کا یہ کام یقیناً صدقۂ جاریہ اور ملک و قوم کی خدمت ہوگا۔

(سرفراز احمد۔ راولپنڈی)

بروقت مارکیٹ میں دستیابی

جناب امجد رؤف خان صاحب۔ السلام علیکم۔ سیارہ ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی ہر تحریر انتہائی خاص ہوتی ہے۔ آپ نے اس ڈائجسٹ کو دوسرے جرائد سے اس لحاظ سے ممتاز بنا رکھا ہے کہ سیارہ ڈائجسٹ میں ہر طرح کی تحریروں کو جگہ دی جاتی ہے۔ سیاست، معاشرت، معیشت، کہانیاں، افسانے، ناول، شاعری، تحقیقی و معلوماتی تحریریں، طب و صحت، سائنس، تاریخ، طنز و مزاح اور ان گنت دیگر موضوعات اور اصناف پر مشتمل تحریریں ہمیں اس ایک ڈائجسٹ میں مل جاتی ہیں۔

سیارہ ڈائجسٹ کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ دوسرے رسائل و جرائد سے بہت پہلے مارکیٹ میں آتا اور بروقت مل جاتا ہے۔ لیکن میں نے پچھلے کچھ مہینوں سے یہ نوٹ کیا ہے کہ سیارہ ڈائجسٹ نے اپنی اس خوبی کو نظر انداز کر دیا ہے اور اب یہ رسالہ بھی تاخیر سے ملنے لگا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ تاخیر کرونا وائرس کی وجہ سے پیدا ہونے والے حالات کی وجہ سے ہو۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ اس وجہ سے ہم جیسے قارئین کو کئی کئی دن انتظار کی کوفت اٹھانا پڑتی ہے اور کئی بار ڈاک خانے کے چکر لگانے پڑتے ہیں۔ براہ کرم اس طرف توجہ دیں۔

(شاہد قریشی)

PakistaniPoint www.pakistanipoint.com

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

(اور ہم نے آپ کا ذکر (سب پر) بلند کر دیا۔ القرآن)

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

پیغمبر آخر الزماںؐ کی سیرتِ پاک پر سیارہ ڈائجسٹ کی طرف سے ایک لاثانی پیشکش

قیمت: ڈیلیکس اڈیشن: 800 روپے
عام جلد: 400 روپے

عکسِ سیرت

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

"میں نے جب یہ کتاب ختم کی تو اونچی آواز میں، جسے میں بھی صاف سُن سکوں، ایک بار پھر کلمہ پڑھا۔ گویا اپنے آپ سے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔" (عبدالقادر حسن، مشہور صحافی)

یہ ایمان افروز کتاب خود بھی پڑھیے اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھائیے

سیارہ ڈائجسٹ - 240 مین مارکیٹ، ریواز گارڈن لاہور

فون: 042-37245412

عام آدمی کا خواب!

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

پاکستان اپنا 73واں یوم آزادی منانے جارہا ہے۔ ان 73 برسوں میں بہت کچھ بدلا' نہیں بدلی تو عام آدمی کی قسمت۔ جسے ہر دور میں استحصال کا سامنا رہا ہے۔ کئی حکومتیں آئیں اور گئیں' سب نے عام آدمی کی قسمت بدلنے کا وعدہ کیا' اسے ترقی و خوشحالی کے خواب دکھائے لیکن یہ خواب کبھی پورے نہ ہوسکے۔ تحریک انصاف کی موجودہ حکومت تو آئی ہی تبدیلی کا نعرہ لیکر ہے' وزیراعظم عمران خان تو اپنی ہر تقریر میں یہی کہتے ہیں کہ ہماری تمام پالیسیوں اور اقدامات کا مقصد عام آدمی کو مسائل کی دلدل سے نکالنا ہے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ عام آدمی کا سب سے بڑا اور اہم مسئلہ ہمیشہ سے مہنگائی رہا ہے اور موجودہ حکومت کے آنے کے بعد سے مہنگائی میں اس قدر اضافہ ہوا ہے کہ محاورتاً نہیں غریب یعنی عام آدمی کی چیخیں نکل گئی ہیں۔ آٹا' چینی' دالیں' سبزیاں' بجلی' پانی' گیس' غرض اس کے استعمال کی ہر چیز مہنگی سے مہنگی ہوتی چلی جارہی ہے اور اس کو بریک لگنے کا کوئی امکان بھی نظر نہیں آرہا۔

اب ایک بار پر پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اچانک ہوشربا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ پیٹرول کی قیمت 100 روپے لیٹر سے بڑھ گئی ہے اور ہائی اسپیڈ ڈیزل 101.46 روپے ہوگیا ہے، وزارتِ خزانہ کے مطابق پیٹرولیم مصنوعات پر لیوی کی شرح میں ردو بدل کیا گیا ہے اور یہ پیٹرول اور ڈیزل پر 30 روپے، مٹی کے تیل پر 6 روپے اور لائٹ ڈیزل پر 30 روپے فی لیٹر کر دی گئی ہے۔ سب جانتے ہیں حکومت نے یہ اقدام پٹرولیم کمپنیوں کے دباؤ کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہوئے کیا ہے۔ لیکن اس کے عام آدمی کی زندگی پر کیا خوفناک نتائج مرتب ہوئے ہیں شاید حکومتی ایوانوں میں بیٹھے لوگ اس کا تصور بھی

نہیں کر سکتے۔ اس اقدام سے حکومت کو 10 ارب روپے حاصل ہوں گے، سیلز ٹیکس کی آمدن بھی بڑھے گی۔ یہ اضافہ کرتے وقت خلاف معمول 2 باتیں کی گئی ہیں۔ 1 یہ کہ اضافہ مہینے کے آخری دن ہوتا ہے اور پہلی تاریخ سے اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس بار 4 دن پہلے ہی قیمتیں بڑھا دی گئیں، دوسرا یہ کہ اضافے کی تمام تر کارروائی اوگرا کے ذریعے ہوتی ہے جو تیل اور گیس کا ریگولیٹری ادارہ ہے اس بار ادارے کو نظر انداز کر دیا گیا، نئی قیمتوں کا تعین پیٹرولیم خزانہ ڈویژن نے کیا۔ حکومت نے ریگولیٹری ادارے کو بائی پاس کر کے جلدی جلدی قیمتوں میں اضافہ کیا۔ حکومت کہتی ہے عالمی منڈی میں تیل کی قیمتیں بڑھی ہیں اس لئے قیمتوں میں اضافہ ضروری ہو گیا تھا لیکن عالمی منڈی کے اعداد و شمار اس دعوے کی صداقت کا منہ چڑا رہے ہیں، اس وقت برینٹ آئل کی قیمت کم ہو کر 40.30 ڈالر اور خام تیل (کروڈ آئل) کی قیمت 38 ڈالر فی بیرل تک ہے۔

حکومت نے پیٹرول پر لیوی کی رقم اس لئے بڑھا دی ہے کہ اس طرح جو کچھ بھی وصول ہو گا وہ وفاقی حکومت کے خزانے میں جائے گا اور اس میں سے صوبوں کو حصہ نہیں دینا پڑے گا، جو دوسرے ٹیکس جمع ہوتے ہیں اُن کا حصہ صوبوں کو طے شدہ فارمولے کے تحت ملتا ہے، اس لئے حکومت نے آمدنی بڑھانے کا یہ نادر نسخہ دریافت کیا ہے۔ پیٹرول کی قلت کیوں پیدا ہوئی؟ اس کا جواب ابھی تک نہیں آیا، اتنا اندازہ البتہ ضرور ہے کہ جنہوں نے درآمد بند کرائی وہی اس کے ذمہ دار تھے لیکن ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہو گی کہ وہ جو بھی کرتے ہیں درست ہی کرتے ہیں۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

پیٹرولیم مصنوعات کے نرخوں میں اضافے کے فوری اثرات آنا شروع ہو گئے۔ خیبر پختونخوا میں ٹرانسپورٹر حضرات نے فوری طور پر کرایوں میں 15 سے 20 فیصد اضافہ کر دیا، لاہور میں بھی مطالبہ ہے کہ کرایوں میں 20 فیصد اضافہ کیا جائے، اکثر ٹرانسپورٹروں نے از خود 15 فیصد اضافہ کر دیا ہے۔ رکشا ڈرائیوروں کی ایک یونین (عوامی رکشا یونین) نے پیٹرولیم مصنوعات کے نرخوں میں اضافے پر احتجاج کیا ہے، اس سے کئی روز قبل آٹے کے نرخوں میں اضافے کی بنیاد پر تنور مالکان نے روٹی اور نان کی قیمت بڑھائی۔ کورونا وبا سے قبل پیٹرولیم مصنوعات پرانے نرخوں پر مہیا ہو رہی تھیں اور پیٹرول 98 روپے فی لیٹر تھا، اس دور میں ٹرانسپورٹر حضرات نے کرائے بڑھائے تھے۔ جب دو بار پیٹرولیم مصنوعات کے نرخ کم ہوئے تو ٹرانسپورٹرز نے پیٹرولیم مصنوعات کی قیمت میں کمی کا فائدہ عوام کو نہیں پہنچایا۔ اب جونہی پیٹرول کی قیمت بڑھی تو ٹرانسپورٹرز نے کرائے بڑھا دیے۔ حکومت نہ تو کرائے بڑھانے پر ٹرانسپورٹرز کے خلاف کوئی کارروائی کر سکی اور نہ ہی روٹی، نان کی قیمت کم ہوئی۔ عوام پر ہر طرف سے اخراجات کا بوجھ بڑھ گیا جبکہ بیروزگاری اور آمدنی میں بھی کمی ہوئی۔

وفاقی بجٹ میں اعداد و شمار سے ثابت کیا گیا کہ اس بار عوام پر کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ لیکن بجٹ کے فوری بعد اچانک مہنگائی کا طوفان آ گیا اور ہر چیز کی قیمتیں جیسے کنٹرول سے باہر ہو چکی ہیں۔ ادارہ

شماریات کے مطابق اشیائے ضروریہ مسلسل مہنگی ہورہی ہیں جن میں آٹے کا 20 کلو کا تھیلا 200 روپے مہنگا ہوچکا ہے۔ ٹماٹر 11 روپے فی کلو مہنگا ہوا جب کہ انڈے بھی مہنگے ہوئے۔ سرخ مرچ پاؤڈر کی قیمت میں 22 روپے کا اضافہ ہوا جب کہ برائلر مرغی کی قیمت تو عیدالاضحیٰ کے باوجود کم نہیں ہوسکی۔ ادارہ شماریات کے مطابق تازہ دودھ، گوشت، چاول، دہی، پیاز، گڑ اور چائے بھی مہنگی ہوئی۔ اب حال ہی میں حکومت نے بجلی کے بلوں میں پی ٹی وی لائسنس فیس 30 روپے سے بڑھا کر 100 روپے کردی ہے۔ یہی نہیں ادویات کی قیمتوں میں 15 فیصد تک اضافے کی بھی منظوری دیدی گئی ہے۔ ایک طرح سے حکومت نے تھوڑے دنوں بعد منی بجٹ لانے کا سلسلہ شروع کرکھا ہے جس کے ذریعے عوام پر کوئی نہ کوئی نیا مہنگائی بم پھوڑ دیا جاتا ہے۔

اس وقت ایک طرف عام آدمی کرونا وائرس کی وباء کے ہاتھوں بے روزگاری اور فاقہ کشی کی دلدل میں دھنس گیا ہے اور دوسری طرف مہنگائی کا نہ رکنے والا طوفان اسے ایسے تھپیڑے دے رہا ہے کہ اس کا جینا دوبھر ہوکر رہ گیا ہے۔ دکانداروں اور تاجروں نے الگ لوٹ مار مچا رکھی ہے۔ جس کا جو دل چاہتا ہے ریٹ لگاتا ہے۔ پانی، بجلی، گیس اور ٹیلی فون کے بلوں میں عوام کو مسلسل لوٹا جارہا ہے۔ عوام پوچھتے ہیں کہ سرکاری رٹ کہاں ہے؟ کہاں ہیں وہ حکمران جو تبدیلی کا نعرہ لگا کر اقتدار میں آئے تھے، جن کا مقصد ہی عام آدمی کی تقدیر بدلنا تھا؟؟ اپنے ضمیر سے خود پوچھیں کہ دو سال میں انھوں نے عوام کی زندگی آسان بنائی ہے یا اس کا جینا مزید مشکل بنادیا ہے؟

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

73 سال گزر گئے مگر کوئی حکمران عام آدمی کو اس مہنگائی کی دلدل سے نہیں نکال پایا، اس یوم آزادی پر یہ عام آدمی پھر فریاد کناں ہے کہ اسے مہنگائی کے بپھرے طوفان سے بچایا جائے..... کاش حکمران اُس کی یہ فریاد سُن لیں اور اس کی تقدیر واقعی بدل جائے۔ وہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوجائے جو عام آدمی 73 سال سے دیکھتا آرہا ہے۔

(امجد رؤف خان)

میرا جینا میرا مرنا

اللہ رب العالمین کے لئے

قل انّ صلاتی ونُسُکی و محیایَ وَ مَمَاتِی للّٰہ رب العٰلمینo

لاشریک لَہ و بذالک اُمِرتُ وَاَنَا اوّلُ المُسلمینo

(الانعام:162:163)

ترجمہ: ''کہہ دو! بے شک میری نماز' میری قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' اور مجھے اسی بات کے اعلان کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا اس کا فرمانبردار ہوں۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

حُسنِ صحت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بنائی ہوئی اس کائنات میں تمام واقعات و حادثات اسی کے ارادہ اور حکم سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ صحت و بیماری بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اچھی صحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو عطا کی جانے والی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے' اسے امانت سمجھ کر اس کی حفاظت اور قدر کی جائے تو دینی اور دنیاوی فرائض کی بجا آوری آسانی ہوسکتی ہے۔ اس کا خیال نہ رکھنا اس نعمت کی ناشکری ہے جس کا نتیجہ اکثر بیماری و بیکاری کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اس طرح انسان نہ دنیا کے لئے کچھ کرسکتا ہے اور نہ ہی اپنی آخرت سنوارنے کے لئے خیر اور بھلائی کے کاموں میں حصہ لے سکتا ہے۔

اللہ کے رسول اور نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی اکثر لوگ قدر نہیں کرتے اور ان کو برباد کرتے ہیں۔ ایک تندرستی اور دوسری فراغت۔ (بخاری)

تندرستی اور فراغت میں نیکی وثواب کے کام اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرلی جائے تو آخرت کے لئے بہترین سامان ہوسکتا ہے۔ لغو کاموں میں مشغول ہوکر فراغت کو بیکاری بنالینا یا اس میں سے بھی آخرت کا نفع تلاش کرنا اپنے بس کی بات ہے۔ فارغ اوقات میں سب سے آسان مگر نہایت فائدہ مند عمل زبان کو ذکر سے تر رکھنا ہے۔

انداز زندگی

اسلام اعتدال پسند دین ہے۔ یہ انسان کو سادگی اور میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے جو اس کی بہت سی جسمانی قوتوں، مال اور وقت کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھتی ہے۔ لہٰذا اس عارضی دنیا میں عیش ونشاط اور تن آسانی والی زندگی گزارنا مومن کی نشانی نہیں۔

ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''سادہ زندگی گزارنا ایمان کی علامت ہے۔'' (ابوداؤد)

ایک موقع پر فرمایا:

''سیدھے سادے رہو، میانہ روی اختیار کرو اور ہشاش بشاش رہو۔'' (مشکوٰۃ)

نعمتوں سے صرف عیش وآرام حاصل کرنا اور پھر ان کا اتنا عادی ہوجانا کہ چھن جائیں تو سنبھل نہ سکیں، بڑی نادانی کی بات ہے۔ سیدنا عمرؓ کا قول ہے:

ترجمہ: سخت جان بنو، پس نعمتیں ہمیشہ باقی نہیں رہتیں۔''

ضروریات زندگی کو بڑھاتے ہی چلے جانا یا وسائل کے ہوتے ہوئے بھی ان کو محدود رکھنا انسان کے اپنے اختیار کی بات ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا:

''دنیا میں اس طرح رہو جس طرح کوئی مسافر یا راہ گزر ہوتا ہے۔'' (بخاری)

اور عبداللہ بن عمرؓ یہ فرمایا کرتے تھے کہ ''جب شام کا وقت ہوجائے تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح ہوجائے تو شام کا انتظار نہ کرو اور اپنی صحت کے اوقات میں اپنی بیماری کے لئے کچھ بنالو اور اپنی زندگی میں موت کے لئے سامان پکڑ لو۔'' (بخاری)

روحانی صحت

جسمانی صحت کا انحصار روحانی صحت پر ہے۔ روحانی صحت کی کنجی اطمینان قلب ہے۔ اطمینان اور سکون اسی دل میں ہوگا جس میں اللہ کا خوف اور اللہ کی محبت ایک ساتھ جمع ہوں گے۔ ایسا انسان اول تو گناہ کی طرف مائل ہی نہیں ہوگا اور اگر وہ غلطی کر بیٹھے تو فوراً استغفار اور توبہ سے اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ اسی سلسلے میں نبی کریمؐ نے فرمایا:

''جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ اسے

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

چھوڑ دے اور معافی مانگ لے تو وہ دھبہ ختم کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ گناہ کرتا رہے تو وہ دھبہ بڑھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے پورے دل پر چھا جاتا ہے۔ اسی حالت کا نام رین ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

ترجمہ: ''ہرگز نہیں' بلکہ دراصل ان کے دلوں پر ان کے بُرے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔'' (ترمذی' ابن ماجہ' نسائی)

قرآن اور شفا

اللہ تعالیٰ کا پاکیزہ کلام قرآن مجید اپنے اندر اور بہت سے عجائبات قدرت رکھنے کے علاوہ پڑھنے والے کے لئے جسمانی و روحانی صحت اور بیمار کے لئے شفا کا ضامن ہے۔

مسز شوکت افضل انتقال کر گئیں (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ہم انتہائی دُکھ کے ساتھ یہ خبر قارئین سیارہ ڈائجسٹ تک پہنچا رہے ہیں کہ سیارہ ڈائجسٹ کی مستقل رائٹر اور مجلسِ مشاورت کی رکن مسز شوکت افضل انتقال کر گئی ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ کچھ سال پہلے ان پر فالج کا اٹیک ہوا تھا جس کے بعد وہ بستر علالت پر تھیں اور بڑی بہادری اور ہمت کے ساتھ بیماری کا مقابلہ کرتی رہیں۔ تاہم گذشتہ دنوں اسلام آباد میں وہ اس جہان فانی سے رخصت ہو گئیں۔ شوکت افضل صاحبہ کا شمار سیارہ ڈائجسٹ کے مقبول ترین رائٹرز میں ہوتا تھا' اُن کی کچھ سال سے غیر حاضری کے باوجود قارئین مسلسل اُن کی کمی محسوس کرتے اور ان کی تحریروں کی اشاعت کے لیے بیقراری کا اظہار کرتے رہے۔ شوکت افضل کئی کتابوں کی مصنفہ تھیں۔ اُن کی بے شمار کہانیاں اور سلسلے وار ناول سیارہ ڈائجسٹ کے فصحات پر شائع ہو کر قارئین کی بھرپور پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔ اُن کی تحریریں سیارہ ڈائجسٹ کے شماروں کی صورت اور قارئین کے اذہان میں محفوظ رہیں گی۔۔ ہمیں اُن کی کمی ہمیشہ محسوس ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسز شوکت افضل کی مغفرت فرمائیں' انھیں کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائیں اور اُن کے اہلخانہ کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ (آمین)۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

(ادارہ)

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

ترجمہ: ''اور ہم نے قرآن نازل کیا ہے جو تمام مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔''
(بنی اسرائیل:82)

ذہنی الجھنیں اور اخلاقی بیماریاں مثلاً غصہ، حسد، کینہ، بدخواہی، تنگ نظری، تکبر وغیرہ روحانی صحت کی دشمن ہیں جبکہ قرآنی تعلیمات مومن کی روح و قلب کو خیر و خوبی کی طرف مائل کرتی ہیں۔ قرآن مجید پڑھنے سے دل میں سکون اور اطمینان اُترتا چلا جاتا ہے اور بیمار جسم میں برپا بے اعتدالیاں نارمل ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اسی لئے ہر روز باقاعدگی سے قرآن پاک کی تلاوت کرنے والوں کو بہت کم بیمار دیکھا جاتا ہے۔ نیز اللہ کے نزدیک سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن سیکھتے اور دوسروں کو بھی سکھاتے ہیں۔

نماز اور صحت

پانچ وقت کی نماز عبادت اور بے شمار دوسرے فوائد کے علاوہ بہترین ورزش بھی ہے۔ یہ انسان کے تمام روحانی و جسمانی دکھوں کا مداوا کرتی ہے۔ نیز نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے قرب کا بھی ذریعہ بنتی ہے۔ نماز کی فضیلت دیکھئے کہ رنج و غم اور دکھ و اذیت کی کیفیت سے نجات کے لئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ رہنمائی فرماتے ہیں کہ:

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ترجمہ: ''اللہ سے صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا۔ نماز کا وقت قریب ہوتا تو آپؐ سیدنا بلالؓ کو اذان کا حکم یوں فرماتے:

''اے بلال! ہمیں نماز سے راحت پہنچاؤ۔''

نماز کی اتنی عادت ہوجائے کہ کبھی مجبوراً قضا ہوجائے تو اذیت اور محرومی کا احساس ہو گویا کہ کوئی بہت قیمتی شے کھو گئی ہو، یہ بھی ایمان کی نشانی ہے اور جس قلب میں ایمان ثبت ہو وہ صحت مند رہتا ہے۔

روزہ اور تزکیہ

سال میں ایک ماہ یعنی رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے علاوہ ہر ماہ میں کچھ نہ کچھ روزے رکھنا بھی طبی اور روحانی لحاظ سے بہت فائدہ مند ہے۔ روزہ سے انسان کے اندر تقویٰ اور پرہیز گاری جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

ترجمہ: ''مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بنو۔''

روزہ غلطیوں اور گناہوں کا کفارہ بھی ہے۔

حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات نبی کریمؐ سے سنی ہے کہ:

''آدمی کو اس کے بال بچوں اور مال اور پڑوسیوں کی وجہ سے جس فتنہ میں پڑنے کا امکان ہوسکتا ہے نماز اور روزہ اور صدقہ اس کو دُور کیے دیتا ہے۔'' (بخاری)

روزے سے جب انسان کو بہت سی برائیوں سے بچنے کی توفیق حاصل ہوجاتی ہے تو نہ صرف اس کا روحانی تزکیہ ہوتا ہے بلکہ جسمانی قوت بھی حاصل ہوتی ہے مثلاً روزہ معدہ کی اصلاح کرکے جسم کو بیکار اجزاء سے پاک وصاف کرتا ہے اور یوں موٹاپے میں کمی کا موجب بھی بنتا ہے۔

صدقہ و زکوٰۃ سے تحفظ

روزانہ کچھ نہ کچھ صدقہ خیرات کرنا انسان کے اندر مال و دنیا کی محبت کم سے کم کرکے ایثار و قربانی' احسان و ہمدردی' غم خواری و انکساری' اخوت اور نرم خوئی کی آبیاری کرتا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے بارے میں بھی اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''(اے نبی!) تم ان کے اموال سے زکوٰۃ لو تاکہ ان کو (گناہ اور رنج وغم سے) پاک کرو اور ان کا تزکیہ کرو اور ان کے لئے دعائے رحمت کرو' بیشک آپ کی دعا سے ان کو سکون واطمینان حاصل ہوگا اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔''

صدقہ وخیرات کے بارے میں چند احادیث قابل ذکر ہیں:

ایک شخص نبیؐ کے پاس آکر کہنے لگا' یارسول اللہ! کونسا صدقہ اجر وثواب میں افضل ہے؟

آپؐ نے فرمایا:

''وہ صدقہ جو تندرستی کی حالت میں ہو جبکہ تجھ پر مال کی حرص غالب ہو اور ناداری کا بھی اندیشہ ہو اور تونگری کی خواہش بھی ہو لہٰذا اس وقت کا انتظار نہ کرنا جب دم حلق میں آجائے اور اس وقت تم کہو کہ فلاں کو اتنا دو اور فلاں کو اتنا حالانکہ اب تو وہ از خود ہی فلاں اور فلاں کا ہو چکا۔'' (بخاری)

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ کو یہ فرماتے سُنا۔

''دو ہی آدمیوں پر رشک کیا جاسکتا ہے۔

ایک تو اس شخص پر جسے اللہ نے مال و دولت سے نوازا' پھر اس کو نیک کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق دی' دوسرے وہ جس کو اللہ نے قرآن اور حدیث کا علم دیا وہ خود بھی ان پر عمل کرتا اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے۔'' (بخاری)

علم پھیلانے کے حوالے سے جو شخص دینی علوم کی اسناد یا دنیاوی تعلیم کی ڈگریاں نہیں رکھتا وہ مایوس ہونے کے بجائے جو بھی صلاحیت رکھتا ہو' یا کوئی سا بھی ہنر جانتا ہو' اسی سے دوسروں کو فیض یاب کرکے صدقہ کی فضیلت پاسکتا ہے۔

شکرگزاری

صحت ہو یا بیماری' خوشی ہو یا غم' نفع ہو یا نقصان غرض زندگی کے ہر اُتار چڑھاؤ میں اللہ کا شکر ادا

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

کرنے کی عادت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
ترجمہ: ”پس تم میرا ذکر کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور میری شکرگزاری کیا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔“ اور شکرگزاری پر انعام کی خوشخبری ان الفاظ میں دی۔
ترجمہ: اگر تم شکر کرو گے تو یقیناً میں تمہیں اور زیادہ (نعمتیں) دوں گا۔“
شکرگزاری کی وجہ سے انسان کو ایک اور نعمت اضافی سے بھی نوازا جاتا ہے کہ وہ نعمتوں کی کمی بیشی پر کبھی بے سکون اور بے چین نہیں ہوتا۔
ادائیگی شکر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نعمتوں کا صحیح اور بہتر استعمال کیا جائے اور انہیں ضائع نہ کیا جائے۔
اچھے حال میں الحمدللہ اور مشکل حالات میں الحمدللہ علی کل حال کہنا روحانی صحت کے لئے بہترین نسخہ ہے۔

جسمانی صحت

طاقتور مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور محبوب ہے۔ (ابن ماجہ)

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

مریض اور کمزور جسم والے انسان کی زندگی بے رونق اور حسرت و یاس کا نمونہ ہوتی ہے جبکہ صحت مند اور مضبوط جسم والا انسان زندگی کے ولولوں، امنگوں اور پرمسرت لمحوں سے بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے مومن کے لئے طاقتور ہونا ضروری اور پسندیدہ سمجھا گیا ہے تاکہ وہ زندگی میں ہروقت مجاہدانہ کارکردگی کے لئے خود کو تیار رکھ سکے اور دینی فرائض کی ادائیگی کی خاطر اپنی جسمانی قوتوں کو غیرضروری اور بے مقصد مشغلوں میں ضائع نہ کرے۔
سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:
بہترین زندگی اس شخص کی زندگی ہے جو اپنے گھوڑے کی باگیں تھامے اللہ کی راہ میں اس کو اڑاتا پھرے۔ جہاں کسی خطرے کی خبر سنی، گھوڑے کو اسی سمت دوڑا دیا (فی سبیل اللہ) اور موت سے ایسا بے خوف ہے گویا اس کی تلاش میں ہے۔ (مسلم)
اسی طرح عورتوں کے لئے شوہر کی جائز کاموں میں اطاعت، رضامندی کی تلاش، موافقت کی کوشش، گھر کی دیکھ بھال اور بچوں کی دینی خطوط پر پرورش کے لئے مستعد رہنا پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔
بہرحال جسمانی صحت برقرار رکھنے اور بیماریوں سے بچنے کے لئے حفظ ماتقدم کے طور پر جو احتیاطی تدابیر اور پرہیز ہمیں آج کی سائنس بتا رہی ہے وہ چودہ سو سال پہلے سنت نبویؐ کے ذریعے ہم مسلمانوں کے علم میں آچکی ہیں ان میں سے چند ایک کو بھی اگر ہم عادت کے طور پر

اپنالیں تو صحت سے متعلق بہت سے مسائل حل ہو جائیں اور بیماری قریب آنے کا نام نہ لے الا ما شاء اللہ۔

احتیاطی تدابیر

جسمانی صفائی

جسم' لباس اور استعمال کی تمام اشیاء کی صفائی کا خیال رکھنا' غسل اور طہارت کا اہتمام کرتے رہنا' دن میں پانچ دفعہ وضو کرنا' مسواک کرنا' وضو میں سر کا مسح' انگلیوں اور داڑھی کا خلال کرنا وغیرہ۔

نبی کریمؐ نے فرمایا:

''پانچ صفات خصال فطرت میں سے ہیں۔''

1۔ختنہ کرانا' 2 ' زیرناف بال مونڈنا' 3 مونچھیں کاٹنا' 4 ناخن تراشنا اور بغل کے بال اکھیڑنا۔(نسائی)

غذائی اصول

جسمانی ضرورت مثلاً قد کاٹھ' عمر اور کام کاج کی نوعیت کے اعتبار سے غذا کی قسم اور مقدار کا تعین کرنا' زبان' کے چٹخارے اور لذت والی خوراک کے بجائے سادہ اور متوازن غذا استعمال کرنا' بھوک لگنے پر کھانا شروع کرنا اور کچھ بھوک رہتی ہو تو کھانا چھوڑ دینا نیز اس پر ایک مسنون اصول یاد رکھنا بھی فائدہ مند ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ایک تہائی حصہ کھانا' ایک حصہ پانی' ایک حصہ سانس کے لئے خالی رکھیں۔(ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کی ڈکار کی آواز سنی تو فرمایا اپنی ڈکار کم کرو اس لئے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکا وہ ہوگا جو دنیا میں زیادہ پیٹ بھرتا ہے۔(ترمذی)

کھانے پینے سے متعلق احتیاطیں

☆ ہر کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا۔

☆ پانی اور دیگر مشروبات بیٹھ کر پینا۔

☆ دیکھ کر پینا' تین سانس میں پینا۔

☆ پینے کی چیزوں میں پھونک نہ مارنا۔

☆ کھانے کے دوران بار بار پانی نہ پینا۔

☆ بہت زیادہ ٹھنڈا یا بہت زیادہ گرم مشروب پینے سے پرہیز کرنا خصوصاً ان دونوں کو اوپر تلے استعمال کرنے سے بچنا۔

☆ غیر قدرتی اجزاء و کیمیکلز سے بنے مشروبات کو عادت نہ بنانا۔

☆ نشہ آور اشیاء کھانے یا پینے سے مکمل طور پر بچنا۔

نام بھی لاثانی
معیار بھی لاثانی

www.lasaniindustries.com

شربت
فولاد پلس

زعفران کی اضافی خوبیوں کے ساتھ
خون کی کمی، جسمانی اور اعصابی کمزوری دور کرتا ہے

خون جسم انسانی کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اس کے بغیر بدن کا کوئی عضو اپنا کام جاری نہیں رکھ سکتا۔ یہ تمام بدن کو غذا اور توانائی پہنچاتا ہے۔ بدن کے ہر حصے کو گرم اور تر رکھتا ہے۔ اور جسم میں پانی کا توازن برقرار رکھنے میں مدد دیتا ہے۔ خون کی اجزاء پلازما (Plasma)، سرخ خلیات، سفید خلیات اور انجمادی خلیات (Thrombocytes) وغیرہ کا مرکب ہے۔ بدنِ انسانی میں جب خون کے اجزاء میں کمی ہو جاتی ہے یا پورے جسم کو خون کی مناسب سپلائی نہیں ہو پاتی اور خون اپنا کام صحیح طور پر انجام نہیں دے سکتا۔ تو ایسی حالت کو خون کی کمی یا انیمیا (Aneamia) کہتے ہیں۔ جسم میں خون کی کمی کے باعث چہرہ کی رنگت زرد اور تمام جسم میں کمزوری لاحق ہو جاتی ہے۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے محسوس ہوتے ہیں۔ زیادہ کمزوری کی صورت میں ہاتھ پاؤں کانپنے لگتے ہیں۔ نبض تیز ہو جاتی ہے۔ تھکاوٹ، نظامِ ہضم کی خرابی، اعصابی کمزوری جیسی علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ **لاثانی فارما** کے ماہرین نے خون کی کمی کے اسباب اور اس سے پیدا ہونے والے عوارضات و علامات کا جائزہ لینے کے بعد قدرتی جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے **شربت فولاد پلس** کا نسخہ ترتیب دیا ہے۔ جو جدید و قدیم تحقیقات کا نچوڑ ہے۔ جدید تحقیقات کی رو سے جسم میں فولاد کے لئے وٹامن سی (Vitamin C) انتہائی ضروری ہے۔ اس مقصد کے لئے **شربت فولاد پلس** کے اجزائے نسخہ میں آملہ، ہلیلہ اور بلیلہ کو شامل کیا گیا جو قدرتی وٹامن سی کا خزانہ ہیں، قدرتی فولاد کے حصول کے لئے جامن شامل کیا گیا ہے۔ جدید و قدیم تحقیقات اس بات پر متفق ہیں کہ خون کی تکمیل جگر میں ہوتی ہے۔ جگر کی اصلاح کے لئے **شربت فولاد پلس** میں زعفران اور تیزپات شامل کیے گئے ہیں۔ وٹامن B اعصابی کمزوری اور تھکاوٹ کے لئے انتہائی مفید ہے۔ اس وٹامن کے حصول کے لئے **شربت فولاد پلس** میں گاؤزبان شامل کیا گیا ہے۔ جو وٹامن B کا قدرتی ذریعہ ہے۔ ان کے علاوہ **شربت فولاد پلس** کے اجزائے نسخہ میں اعصاب اور پٹھوں کی طاقت کے لئے کچلہ اور عقرقرحا بھی شامل کیے گئے ہیں۔ اس طرح **شربت فولاد پلس** کا نسخہ انتہائی متوازن اور جامع ہے۔ جو ہر عمر کے مرد و خواتین ہر موسم میں بلا جھجک استعمال کر سکتے ہیں۔

شربت فولاد پلس کے مجموعی افعال و خواص

★ خون کے سرخ ذرات کی پیدائش میں اضافہ کر کے چہرے کی پیلاہٹ دور کرتا ہے۔ ★ ہر قسم کی جسمانی کمزوری میں مفید ہے۔
★ جگر اور معدہ کی اصلاح کر کے بھوک بڑھاتا ہے۔ ★ اعصاب کو تقویت دیتا ہے۔ ★ لو بلڈ پریشر (Low Blood Pressure) کو معمول پر لاتا ہے۔
★ خواتین کے لئے دوران حمل اور دودھ پلانے کے زمانے میں بہترین ٹانک ہے۔ ★ زچگی اور زچگی کے بعد کی کمزوری اور چہرے سے کیل چھائیاں دور کرتا ہے۔
★ بچوں کی نشوونما کو بڑھاتا ہے۔ ★ طلباء کی ذہنی اور جسمانی کارکردگی میں اضافہ کرتا ہے۔

نوٹ: اس کے مسلسل استعمال سے جسم میں فولاد کی زیادتی نہیں ہوتی کیونکہ **شربت فولاد پلس** اعضاء کی کارکردگی کو بہتر بناتا ہے۔ اس لئے زائد فولاد غذائی استحالہ کے نتیجہ میں جسم میں جمع نہیں ہوتا۔ بلند فشارِ خون (High Blood Pressure) کے مریض معالج کے مشورہ سے استعمال کریں۔

ترکیب استعمال:
بچوں کے لئے صبح و شام کھانا کھانے کے بعد ایک چمچ (کھانے والا) فوری اور بہتر نتائج کے لئے پھلوں کے رس یا دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔
بڑوں کے لئے صبح و شام کھانا کھانے کے بعد دو چمچ (کھانے والا) فوری اور بہتر نتائج کے لئے پھلوں کے رس یا دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔

info@lasanipharma.com
lasanipharma@yahoo.com
Ph: 042-37188844-37188855
Fax: 042-37188856
Help Line: 0302-8447784
لاثانی فارما پرائیویٹ لمیٹڈ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

☆ چائے اور کافی کا غیر ضروری استعمال ترک کرنا وغیرہ۔
☆ وقت پر کھانا اور جوش ٹھنڈا ہونے پر کھانا۔
☆ گرم غذا کو سرد کے ساتھ اور تازہ کو باسی کے ساتھ ملا کر نہ کھانا۔
☆ سبزیاں اور پھل دھو کر استعمال کرنا۔
☆ کھا پی کر الحمدللہ کہنا۔
☆ مٹی کھانے سے پرہیز کرنا۔
☆ کھانے کے برتن ڈھانپ کر رکھنا وغیرہ
☆ باورچی خانہ کی صفائی کا خاص خیال رکھنا۔

قیلولہ اور چہل قدمی

عربی کا مشہور مقولہ ہے:
''دوپہر کا کھانا کھاؤ تو لیٹ جاؤ' رات کا کھانا کھاؤ تو چہل قدمی کرو۔''
(قیلولہ یعنی دوپہر کے آرام سے مراد گہری نیند سونا نہیں بلکہ ہلکی نیند لینا ہے۔)

AFTER LUNCH REST A WHILE, AFTER DINNER WALK A MILE.

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

دعائے نبی کریمؐ:
اے اللہ: میری امت کے لئے صبح سویرے اٹھنے میں برکت دے۔ آمین۔
رات کو جلدی سونا اور صبح جلدی جاگنا ایک عبادت گزار مسلمان لازماً اس کا خود بخود عادی ہو جاتا ہے اسی طرح ضرورت سے زیادہ سونا یا بے خوابی کا مریض ہونا ضروری صحت کو متاثر کر سکتا ہے اس خرابی سے بچنے کا بہترین حل نبی کریمؐ نے یہ بتایا ہے کہ:
سونے سے پہلے وضو کرو۔ (بخاری)
اس حدیث پر عمل کرنے کے علاوہ سونے سے پہلے مسنون اذکار اور دعائیں پڑھنا بھی فائدہ مند ہے۔

سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جب آدمی (رات کو) سو جاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ ہر گرہ پر یہ پھونک دیتا ہے کہ ابھی تو بہت رات ہے سو جاؤ پھر اگر آدمی بیدار ہو گیا اور اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے' اگر اس نے وضو کر لیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اس کے بعد اگر اس نے نماز پڑھی تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ صبح کو تازہ دم اور خوش مزاج اٹھتا ہے ورنہ تمام دن وہ بددل اور سست جسم رہتا ہے۔ (بخاری)

سونے جاگنے کے اوقات کو اپنی گرفت میں لینے کے لئے ذیل میں دیئے گئے مزید آسان اور مفید طریقے اپنا لئے جائیں تو ساری مشکل آسان ہوسکتی ہے۔

☆ سونے سے پہلے صبح فجر کی نماز ادا کرنے کا ارادہ باندھ لینا۔

☆ دوپہر کو کچھ دیر سو جانا بھی صبح بیداری میں مدد دیتا ہے۔

☆ سونے سے قبل مختصر کھانا تناول کرنا تاکہ نیند صبح تک گہری نہ رہے۔

☆ زیادہ نیند سے طبیعت بوجھل ہو رہی ہو تو چہرہ پر پانی چھڑکنا۔

☆ بیدار ہوتے ہی روشنی کر دینا' پنکھا یا اے سی بند کر دینا تاکہ نیند کا غلبہ جاتا رہے۔

مندرجہ بالا تمام تدابیر سونے جاگنے کے اوقات کو منظم کرتی ہیں۔

سونے سے متعلق احتیاطیں

☆ کھانے کے فوراً بعد سونے سے پرہیز کرنا (اسی لئے نماز مغرب کے بعد کھانا بہتر ہے)

☆ نماز عشاء کے بعد سونے میں تاخیر نہ کرنا (عشاء کی نماز کے بعد ذکر الٰہی یا علمی گفتگو اور دینی مذاکرہ کے لئے نیز گھر والوں سے ضروری بات کے لئے جاگا جاسکتا ہے۔)

☆ سونے سے قبل آگ وغیرہ بجھا دینا۔

☆ (خصوصاً سردی کے موسم میں گیس کے ہیٹر وغیرہ بند کر کے سونا)

☆ ایسی جگہ سونے سے پرہیز کرنا جہاں تازہ ہوا نہ پہنچتی ہو۔

☆ بستر جھاڑ کر سونا (رات کو اُٹھنا پڑے تو دوبارہ سونے سے قبل تین بار کپڑا بستر پر مار کر لیٹنا مسنون ہے۔)

☆ زیادہ آرام دہ بستر استعمال نہ کرنا (یہ طریقہ بھی نماز فجر کے لئے اٹھنے میں مدد دیتا ہے۔)

☆ دائیں کروٹ سونا اور دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر سونا اس کے بعد سوتے میں جو بھی کروٹ بدل جائے تو کوئی حرج نہیں۔

☆ پیٹ کے بل یعنی اُلٹا ہو کر نہ لیٹنا۔

☆ منہ لپیٹ کر نہ سونا۔

☆ سونے کے فوراً بعد اُٹھ کر ہاتھ دھو لینا وغیرہ۔

جسمانی صحت کے لئے یہ سب معمولی مگر حفظ ماتقدم کے طور پر اہم احتیاطی تدابیر ہیں جو ہمیں ہمارے دین نے موجودہ سائنسی تحقیق سے کئی سو سال پہلے ہی بتا دی ہیں۔

پرہیز

پرہیز علاج سے بہتر ہے..... اس اصول پر غور کرتے ہوئے مندرجہ ذیل تجاویز پر عمل کرنا بہت سود مند ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

دوائیوں سے پرہیز

وقتی اور معمولی جسمانی تکالیف میں دواؤں کو عادت نہ بنانا ورنہ تکلیف کی زیادتی میں پھر یہی دوائیں بے اثر ثابت ہونے لگتی ہیں۔(بلاضرورت دواؤں اور ٹیکوں کا شوصحت ہے)

موسموں کے اثرات کا خیال

سخت سردی اور سخت گرمی کے منفی اثرات سے بچنے کے لئے ہر ممکن احتیاط اور پرہیز کرنا یعنی گھر' لباس' خوراک وغیرہ تمام موسم کے تقاضے اور ضروریات کے مطابق ہوں۔

وبائی و متعدی امراض

امراض پھیلنے کے مخصوص موسموں (برسات اور گرمی) میں خصوصی حفاظتی تدابیر کرنا مثلاً پانی کے ذخائر صاف رکھنا' رہائشی علاقوں کے آس پاس مچھروں' مکھیوں اور دیگر کیڑے مکوڑوں کی امکانی افزائش کی روک تھام کے لئے ادویات وغیرہ چھڑکنے کا انتظام کرنا اور اپنے تمام گردوپیش کو حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق ڈھالنا' گلے سڑے یا پہلے سے کاٹ کر رکھے ہوئے پھل یا سبزیاں کھانے سے پرہیز کرنا۔

حفاظتی ٹیکے

بیماریاں پھیلنے کے موسموں میں حفاظتی ٹیکے لگوانے کی سہولت سے فائدہ اٹھانا' اسی طرح والدین کو اپنی خصوصی ذمہ داری سمجھتے ہوئے چھوٹے بچوں کو لگائے جانے والے حفاظتی ٹیکوں کا کورس مقررہ وقت پر مکمل کرانا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

مریضوں کو الگ رکھنا

کوئی وبائی مرض پھوٹ پڑنے پر صحت مند انسانوں کو ایسے کسی علاقے میں جانے سے روکنا نیز ایسا مریض جس سے اوروں کو بھی بیماری لگ سکتی ہو' اسے الگ تھلگ رکھا جاسکتا ہے۔

وضاحت: ایسے مریض کی عیادت فون پر یا باہر اس کے اہل خانہ سے پوچھ کر بھی کی جاسکتی ہے' اس احتیاط سے مراد مریض سے نفرت نہیں بلکہ اس بیماری سے بچاؤ اور احتیاط کا تقاضا پورا کرنا ہے۔

طاعون

طاعون کے بارے میں ارشاد نبویؐ ہے "کسی علاقے میں طاعون کی وباء پھیل جائے اور تم اس میں ہو تو اس سے نہ نکلو اور اگر تم اس علاقہ میں نہیں ہو تو وہاں نہ جاؤ۔" (ترمذی)

جذام

اسی طرح سیدنا جابرؓ سے مروی ہے کہ وفد ثقیف میں ایک شخص جذام کے مرض میں مبتلا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہلا بھیجا کہ "تم واپس جاؤ ہم نے تمہیں بیعت کرلیا ہے۔" (مسلم)

اسی بارے میں ایک اور ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

''جذامی سے اسی طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔'' (بخاری)

ایک اور موقع پر فرمایا ''جذامی کی طرف زیادہ دیر تک مت دیکھو'' (ابن ماجہ)

حسب استطاعت تمام تر احتیاطی تدابیر اور پرہیز کے باوجود اگر بیماری آ ہی جائے تو پھر صبر و برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ ضرورت پڑنے پر مباح (جائز) اور حلال ادویات سے علاج کروانے کا بھی حکم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

ترجمہ: ''بے شک اللہ نے کوئی بیماری ایسی نہیں اُتاری جس کا علاج نہ ہو پس دوا کرو۔''

حرام کردہ چیزوں سے علاج کرنا یا انہیں دوا کے کسی جز کے طور پر استعمال میں لانا اسلام میں منوع ہے۔ مثلاً شراب (برانڈی)' حرام جانور کا کوئی عضو یا اس کا دودھ' ذبیحہ کا خون۔

حرام بغرض علاج منع

سیدنا ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علاج کے لئے حرام چیزیں استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

(احمد' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

جب انسان زمین پر آباد ہوا تو اسے زندگی گزارنے کا طریقہ سلیقہ سکھانے کے لئے انبیاء اور رسول بھیجے گئے۔ ان ہی ہستیوں نے اللہ کی طرف سے عطا کردہ علم و حکمت سے پہلے پہل بیماریوں کے علاج بتائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ادویات کے بانی تھے۔ جہاں جہاں چلتے درخت' پودے' پتھر وغیرہ اپنا نام اور فوائد بتاتے وہ لکھ لیا کرتے تھے۔ علم و حکمت میں طب سمیت وہ تمام علوم شامل ہیں جو انسانیت کی روحانی و جسمانی خیر و بھلائی کیلئے فائدہ مند ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

ترجمہ: اور جو حکمت دیا گیا اسے لوگوں کی بھلائی کا بہت بڑا ذریعہ عطا کر دیا گیا''

یہی ذریعہ لقمانؑ کو بھی عطا کیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''ہم نے جب لقمان کو حکمت کا علم عطا کیا تو اس کے لئے شکر واجب ہو گیا''

اسی حکمت کے پیش نظر طب کی دنیا میں حکیم لقمان کو بطور مثال پیش کرنا فخر کی بات اور علامت بن گئی۔

مسنون علاج خواہ روحانی ہو یا جسمانی' اس کا دارومدار الہام اور وحی پر مبنی ہے جس میں غلطی کا امکان نہیں۔ اس لئے اللہ کے حکم سے جب دوائی کے اثرات بیماری کی نوعیت اور ماہیت سے مطابقت رکھیں تو اس وقت شفا ہو جاتی ہے۔

علاج معالجہ

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

قدرتی غذاؤں سے علاج

اسلام مختلف بیماریوں میں مبتلا لوگوں کو قدرتی غذاؤں سے علاج بھی بتاتا ہے جو آج کل دیسی طریقے کہلاتے ہیں۔

شہد

شہد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
''اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے......''
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''تین چیزوں میں شفا ہے۔
1۔شہد پینے میں۔
2۔ پچھنے لگانے میں اور
3۔آگ سے داغ لگانے میں اور میں اپنی امت کو داغ سے منع کرتا ہوں۔(بخاری)
پیٹ کی خرابی (دست وغیرہ) کے لئے بھی آپؐ نے شہد تجویز فرمایا۔(بحوالہ: بخاری)

کھجور

قرآن پاک میں سورۃ مریم میں ذکر ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مریم علیہ السلام کو درد زہ کے وقت کھجور کھانے اور پانی پینے کی ہدایت فرمائی۔ کھجور جو توانائی بہم پہنچانے والے حراروں سے بھرپور زود ہضم اور قوی غذا ہے انسان کی بھوک مٹانے کے علاوہ بہت سی بیماریوں اور جسمانی کمزوریوں میں بھی اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ کھجور کے اندر دوسرے فائدہ منداجزاء کے علاوہ اس قسم کے ہارمونز بھی پائے جاتے ہیں جو نہ صرف بچے کی ولادت کے وقت ماں کی تکلیف میں کمی کرتے ہیں بلکہ ولادت کے عمل کو بھی آسان بناتے ہیں مزید فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بچے کے لئے ماں کا دودھ بھی جلد اور وافر اُتر آتا ہے۔ دل کے امراض میں بھی یہ بے حد فائدہ دیتی ہے۔

جادو اور زہر کے علاج کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی عجوہ کھجور (کھجور کی ایک خاص قسم) تجویز فرمائی کہ جو کوئی صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالے اس دن کوئی زہر یا جادو اس پر اثر نہ کرے گا۔'' (بخاری)

جو

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دلیہ' سالن' ستو اور روٹی کی شکل میں جو استعمال فرمائے۔

دلیہ: جو باریک کوٹ کر دودھ میں پکانے کے بعد شہد سے میٹھا کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسے تلبینہ یا حریرہ بھی کہتے ہیں بیماری میں اور بیماری کے بعد کی کمزوری' تھکن اور پریشانی دور کرنے کے لئے بھی جو کے دلیئے کا استعمال طب نبوی میں قابل ذکر ہے۔

سیدہ عائشہؓ بیمار کے لئے تلبینہ کا حکم دیتیں اور اس کے لئے بھی جسے کسی کے مرنے کا رنج ہوتا

(تلبینہ کھلانے کیلئے کہتیں) اور کہتی تھیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ:
تلبینہ بیمار کے دل کو تسکین دیتا اور بعض رنج بھی کم کر دیتا ہے۔'' (بخاری)

عروہؓ بن زبیر سے روایت ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہؓ کی عادت تھی کہ جب ان کے عزیزوں میں سے کسی کی وفات ہو جاتی اور عورتیں جمع ہو جاتیں پھر چلی جاتیں مگر گھر والے اور خاص خاص عزیز رہ جاتے تو ان کے حکم سے تلبینہ کی ایک ہانڈی پکائی جاتی پھر ثرید بنوا کر تلبینہ اس پر ڈلواتیں اور عورتوں سے کہتیں اسے کھاؤ! کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے تلبینہ سے بیمار کے دل کو تسکین ہوتی ہے اور اس کا غم کسی قدر ہلکا ہو جاتا ہے۔'' (بخاری)

(شوربے میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر پکائیں تو اس کو ''ثرید'' کہتے ہیں)

سالن: جو اور چقندر کا سالن بھی مریض کیلئے زود ہضم اور مقوی ہوتا ہے اور ساتھ ہی قوت مدافعت کو بھی بڑھاتا ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا علیؓ کے ساتھ ایک صحابیؓ کی طرف سے پیش کردہ کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ جب علیؓ تھوڑی کھا چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو روک دیا اور فرمایا کہ تم ابھی بیماری سے اٹھے ہو اور کمزور ہو لہٰذا مزید مت کھاؤ۔ اس کے بعد انہیں اسی میزبان صحابیؓ کے اہل خانہ کی طرف سے جو اور چقندر کا سالن تیار کر کے پیش کیا گیا۔ آپؐ نے علیؓ سے فرمایا ''اب تم اس میں سے کھاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔'' (ابوداؤد)

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ستو: نبیؐ روزہ افطار کے لئے اکثر جو کے ستو کا مشروب نوش فرماتے۔ سفر اور جنگ کے دوران بھی تھکن، مشقت اور کمزوری رفع کرنے کیلئے ستو کا استعمال کثرت سے ہوتا۔

روٹی: گندم کی کی طرح جو کو بھی پسوا کر آٹا تیار کیا جاتا اور روٹی بنائی جاتی ہے جو لذیذ اور مقوی ہے۔

زیتون: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انجیر اور زیتون کی تعریف فرمائی ہے۔ ان کے فوائد کے پیش نظر روزانہ کم از کم ایک انجیر، ایک زیتون اور خالص زیتون کے تیل کا ایک چمچہ استعمال کرنا فائدہ مند ہے۔ جسمانی توانائی اور دماغی قوت کیلئے زیتون کے تیل کی مالش فائدہ مند ہے۔ نبیؐ نے فرمایا ''زیتون کا تیل کھاؤ اور لگاؤ یہ ایک مبارک درخت ہے۔'' (ترمذی)

کلونجی:

سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا:
سیاہ دانے (کلونجی) میں سات (موت) کے علاوہ ہر بیماری کا علاج ہے۔'' (متفق علیہ)

آب زمزم

نبی کریمؐ نے فرمایا ''زمزم بھوکے کے لئے کھانا اور بیماری کے لئے شفا ہے۔'' (طبرانی)

آب زم زم کے علاوہ استعمال کا عام پانی بھی بہت سی تکالیف میں فائدہ مند ہے۔ آج کی موجودہ میڈیکل سائنسی تحقیق یہ ثابت کر رہی ہے کہ تیز بخار کو پانی سے ٹھنڈا کرنا چاہئے یا پھر مریض کو ٹھنڈی جگہ رکھنا چاہئے جبکہ اسلام سائنس سے قبل ہی ترقی یافتہ ہے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا ''بخار دوزخ کی بھاپ ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔'' (بخاری)

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب نبیؐ کی بیماری (جس میں ان کی وفات ہوئی) شدت اختیار کر گئی (اور آپ کو بڑے زور کا بخار تھا) تو انہوں نے فرمایا۔

''ایسا کرو، سات مشکیں پانی کی لاؤ جن کے منہ نہ کھولے گئے ہوں (بالکل بھری ہوں)۔ وہ سب مجھ پر بہاؤ تاکہ میں لوگوں سے کچھ عہد و نصیحت کی بات کروں۔''

چنانچہ ہم نے نبیؐ کو حفصہؓ کے گنگال میں بٹھایا اور اوپر سے یہ مشکیں ڈالنا شروع کیں یہاں تک کہ نبیؐ اشارہ فرمانے لگے تاکہ ہم بس کر دیں۔ پھر نبیؐ باہر نکلے، نماز پڑھائی اور لوگوں سے خطاب فرمایا'' (بخاری)

نیز وضو کے بچے ہوئے پانی سے بے ہوش کو ہوش میں لانا بھی مسنون ہے۔ (بحوالہ بخاری)

مہندی

نبی کریمؐ کی خادمہ سلمیٰؓ کہتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی کوئی زخم، یا پتھر کی چوٹ وغیرہ آتی تو اس جگہ رکھنے کے لئے مہندی لانے کو فرماتے۔

(ترمذی)

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

پچھنے سے علاج

سیدنا ابر بن عبداللہ متنع بن سنان (تابعی) کی عیادت کی پھر کہا، میں تمہارے پاس سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک تم پچھنے نہ لگواؤ کیونکہ میں نے نبیؐ کو فرماتے سنا:

''پچھنے میں شفا ہے۔'' (بخاری)

نبی کریمؐ نے آدھے سر کے درد شقیقہ اور پورے سر کے درد میں اور احرام کی حالت میں (سفر میں) اور روزے میں پچھنے لگوائے (دن کا وقت تھا) (بحوالہ بخاری)

سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ نے رات کو پچھنے لگوائے۔ (بخاری)

رسول اللہؐ نے فرمایا ''اگر تمہاری دواؤں میں کوئی دوا مفید ہے تو وہ شہد کا پینا اور پچھنے لگانا ہے یا آگ سے داغ لگانا اور میں آگ سے داغ لگانا پسند نہیں ہے۔'' (بخاری)

مسنون علاج کی دیگر تفصیلات ہمیں طب نبویؐ کی کتابوں میں مل سکتی ہیں۔

قرآنی اور مسنون دم سے علاج

مختلف امراض میں قرآنی آیات اور مسنون دعاؤں سے دم کرنا اور کروانا فائدہ مند ہے۔ عوفؓ بن

مالک کہتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے ہم نے نبیؐ سے پوچھا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپؐ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' مجھے وہ دم پڑھ کر سناؤ (سننے کے بعد) آپؐ نے فرمایا:

''ایسے دم میں کوئی حرج نہیں جو شرک سے پاک ہو۔'' (مسلم)

ابوخزامہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ فرمائیں کہ ہم دم کراتے ہیں یا علاج کراتے ہیں اور جن چیزوں کے ساتھ ہم اپنا بچاؤ کرتے ہیں کیا یہ اللہ کی تقدیر روک دیتی ہیں؟

فرمایا ''یہ اسباب خود تقدیر میں شامل ہیں۔'' (احمد' ترمذی' ابن ماجہ)

عیادت

عیادت کیا ہے؟

صحت مند انسان کا بیمار کے پاس بطور ہمدردی وغم خواری جانا' اسے تکلیف پر صبر کی تلقین کرنا اور تسلی وتشفی دینا۔ نیز اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اسے تعاون ومدد کی پیشکش کرنا ''عیادت'' کہلاتا ہے۔ عیادت کرنا یا بیمار پرسی کرنا حقوق العباد میں سے ایک ہے۔ حدیث مبارک ہے:

''مسلمان پر مسلمان کے پانچ حقوق ہیں سلام کا جواب دینا' مریض کی عیادت کرنا' جنازے کے ساتھ جانا' دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔'' (متفق علیہ)

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

ایک دوسری روایت میں ہے۔

''بھوکے کو کھانا کھلانا' مریض کی عیادت کرنا اور قیدی کو رہائی دلانا۔'' (بخاری)

فضیلت

عیادت کرنے سے اللہ تعالیٰ سے محبت اور تعلق بھی بڑھتا ہے۔ عیادت کی فضیلت پر بہت سی احادیث رسولؐ ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے ''اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تم نے میری بیمار پرسی کیوں نہ کی؟'' ابن آدم عرض کرے گا' اے میرے رب! آپ رب العالمین ہیں' آپ کی بیمار پرسی کا کیا مطلب؟

اللہ رب العزت فرمائیں گے' کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ میراں فلاں بندہ بیمار تھا لیکن تم نے اس کی عیادت نہ کی اگر تم اس کی بیمار پرسی کرتے تو مجھے (یعنی میری رضا ورحمت کو) اس بیمار بندے کے پاس پاتے۔'' (مسلم)

سیدنا علیؓ بن ابی طالب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو بھی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی صبح کے وقت میں عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس

کے لئے دعا کرتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرنے جاتا ہے تو بھی صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں تروتازہ اور پکے ہوئے پھل ہیں۔ (احمد' ابن ماجہ' ترمذی)

''جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کو جاتا ہے تو وہ لوٹنے وقت تک جنت کے باغات سے میوہ خوری میں رہتا ہے۔'' (مسلم)

''جب کوئی شخص مریض کی عیادت کے لئے جاتا ہے تو وہ دریائے رحمت میں اس وقت تک ہوتا ہے جب تک کہ وہ وہاں رہے۔'' (احمد)

یہ عیادت بقدر ہمت و استطاعت ایک مسلمان مندرجہ ذیل طریقوں سے کرسکتا ہے۔

1۔ ہمدردی و تیمارداری

مریض کے پاس مختصر وقت کے لئے جا کر اس کی طبیعت اور بیماری کی موجودہ کیفیت اور علاج و معالجہ سے متعلق گفتگو کی جائے۔ اس سے دل جوئی اور حوصلہ افزائی کی باتیں کی جائیں تیماردار کا لہجہ بہت نرم اور ہمدردانہ ہونا چاہئے۔

نبی کریمؐ جب کسی مریض کے پاس پہنچتے تو تسلی دیتے ہوئے فرماتے:

''گھبرانے کی کوئی بات نہیں اللہ نے چاہا تو یہ مرض گناہوں سے پاک کرنے کا ذریعہ ثابت ہوگا۔'' (بخاری)

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

سعدؓ بن ابی وقاص جب مکہ میں بیمار ہوئے تو نبی کریمؐ ان کی عیادت کو تشریف لائے۔ سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھا پھر میرے منہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یوں دعا کی۔ (اے اللہ! سعد کو شفا دیجئے)

سعدؓ مرتے دم تک یہ بات (یاد کرتے ہوئے) کہتے تھے کہ ''میں اب تک نبیؐ کے ہاتھوں کی ٹھنڈک اپنے جگر پر پاتا ہوں۔'' (بخاری)

زبانی ہمدردی کے علاوہ مریض اگر آپ کا قریبی دوست یا عزیز ہے تو آپ اس کی مزید خدمت بھی کرسکتے ہیں مثلاً اگر وہ تنہا رہتا ہے یا اس کے گھر والے دوسرے کاموں میں مصروف ہیں تو اس کے بالوں میں کنگھی کردیں' اس کی ضرورت کی اشیاء درست کردیں' اس کا بستر ٹھیک کردیں' دوا کا وقت ہو تو اسے دوا پلا دیں' خود اس سے بھی دریافت کرلیں کہ اسے کسی چیز یا خدمت کی ضرورت تو نہیں؟

ان چھوٹی چھوٹی خدمات سے اس کا دل خوش ہوگا اور وہ بیمار پرسی کے لئے آپ کے آنے کو قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔ یہی وہ لمحات ہوں گے جب آپ کو اللہ کی رضا و رحمت اس بیمار بندے کے پاس ملے گی۔

2۔ بیمار کو صبر کی تلقین

بعض اوقات مریض پر بیماری کی سختی یا لمبا عرصہ تک بیمار رہنے کی وجہ سے بے صبری کی سی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے۔ ایسے میں بیمار پرسی کرنے والے کو چاہئے کہ اسے صبر اور اس پر ملنے والے اجر کے بارے میں یاددہانی کرائے ور اس سلسلے میں احادیث نبویؐ کے حوالے سے کچھ واقعات سنائے مثلاً

☆ زین بن ارقمؓ کی ایک بار آنکھیں دکھنے لگیں تو نبی کریمؐ ان کی عیادت کو تشریف لائے اور فرمانے لگے۔

''زید! تمہاری آنکھوں میں یہ جو تکلیف ہے تو تم کیا کرتے ہو؟''

زیدؓ نے عرض کیا کہ صبر و برداشت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا:

تم نے آنکھ کی اس تکلیف میں صبر و برداشت سے کام لیا ہے تو تمہیں اس کے صلے میں جنت نصیب ہوگی۔ (مسند احمد)

☆ ایک دفعہ نبی کریمؐ ام السائبؓ (ایک بوڑھی خاتون) کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ ام السائبؓ بخار کی شدت سے کانپ رہی تھیں۔ پوچھا ''کیا حال ہے؟'' خاتون نے کہا' اللہ اس بخار کو سمجھے اس نے گھیر رکھا ہے۔ یہ سُن کر نبیؐ نے فرمایا:

''بخار کو بُرا بھلا نہ کہو یہ مومن کے گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسے آگ کی بھٹی لوہے کے زنگ کو صاف کر دیتی ہے۔'' (الادب المفرد)

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مریض کی عیادت کی۔ ابو ہریرہؓ آپؐ کے ساتھ تھے' مریض کو بخار کی شکایت تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ (مرض) میری آگ ہے جسے میں دنیا میں اپنے بندے پر (اس لئے) مسلط کرتا ہوں کہ آخرت میں اس کے حصہ کی آگ (کا بدل) ہو جائے۔'' (ابن ماجہ)

☆ ایک اور حدیث پاک میں عطاءؒ بن رباح اپنا ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار کعبہ کے پاس ابن عباسؓ نے مجھ سے کہا کہ دیکھو یہ جو کالی کلوٹی عورت ہے یہ ایک بار نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے مرگی کا ایسا دورہ پڑتا ہے کہ تن بدن کا ہوش نہیں رہتا اور میں اس حالت میں بے پردہ ہونے لگتی ہوں آپؐ میرے لئے اللہ سے دعا کیجئے۔''

نبیؐ نے فرمایا ''اگر تم اس تکلیف کو صبر کے ساتھ برداشت کرتی رہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت سے نوازیں گے اور اگر چاہو تو میں یہ دعا کر دوں کہ اللہ تمہیں اچھا کر دیں۔''

سیارہ ڈائجسٹ کی ایک اور عظیم پیشکش

بناتِ رسول ﷺ نمبر

پیارے رسول ﷺ کی پیاری بیٹیوں کی حیاتِ جاوداں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

★ جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں اپنا بچپن گزارا

★ جنہیں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ نے سلیقہ مند اور باشعور بنایا

★ جن کے لیے تقدیر بھی نہیں چاہتی تھی کہ وہ دشمنانِ اسلام کے گھر رہیں

★ شرم و حیا، عفت و معصومیت، صبر و قناعت، عزم و استقلال اور سادگی و سنجیدگی سے منور پاک بیبیوں کے حالاتِ زندگی

ہر مسلم گھرانے کی ضرورت

سیارہ ڈائجسٹ 244 ریواز گارڈن لاہور فون 042 37245412

وہ خاتون بولی ''یارسول اللہ! میں اس تکلیف کو صبر کے ساتھ برداشت کرتی رہوں گی۔ البتہ یہ دعا فرمادیجئے کہ میں اس حالت میں بے پردہ نہ ہوجایا کروں۔''

نبیؐ نے اس کے لئے دعا فرمائی۔ عطاءؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس دراز قد خاتون ام زفر کو کعبہ کی سیڑھیوں پر دیکھا۔ (بخاری)

☆ عطاءؒ بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس دو فرشتے یہ فرما کر بھیجتے ہیں کہ دیکھو! وہ (بیمار) اپنے عیادت کرنے والوں سے کیا کہتا ہے؟ جب عیادت کرنے والے اس کے پاس آتے ہیں تب اگر وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتا ہے تو (فرشتے) اللہ تعالیٰ تک یہ بات جا پہنچاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ (پہلے سے ہی) زیادہ بہتر جانتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

میرے اوپر میرے بندے کا یہ حق ہے کہ میں نے اسے وفات دی تو اسے جنت میں داخل کروں گا اور اگر شفا دے دی تو اس کے (پہلے والے) گوشت وخون سے بہتر گوشت وخون پیدا کردوں گا اور اس کی برائیوں کو بھی دُور کردُوں گا۔'' (موطا امام مالک)

☆ تکالیف پر صبر کرنے اور اس صبر پر اجر ملنے کے سلسلے میں ایک خوبصورت اور قابل ذکر حدیث یہ بھی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس مسلمان کو بھی کوئی قلبی اذیت، جسمانی تکلیف (تھکان) اور بیماری، کوئی رنج وغم اور دکھ پہنچتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے ایک کانٹا بھی چبھ جاتا ہے (اور وہ اس پر صبر کرتا ہے) تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔'' (متفق علیہ)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جب بندہ بیمار ہو یا مسافرت میں ہو تو اس کے اعمال نامہ میں وہ عمل لکھ دیئے جاتے ہیں جو وہ صحت مند یا مقیم ہونے کی حالت میں کرتا تھا۔ (بخاری)

☆ ایک شخص نے نبیؐ کے سامنے کسی مرنے والے کا ذکر کیا کہ وہ بڑی قسمت والا تھا بغیر بیماری کے مرا تو آپؐ نے فرمایا، تجھ پر افسوس ہے تجھے کیا معلوم اگر اللہ تعالیٰ اس کو بیماری میں مبتلا کرتے تو وہ بیماری اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتی۔

(موطا امام مالک)

ان تمام احادیث کو باتوں ہی باتوں میں مریض کے سامنے بیان کرنے سے اس کا ذہن آخرت کے اجر وثواب کی طرف متوجہ ہوگا اور بیماری کی شدت و بے چینی کی وجہ سے شکوہ وشکایت کا کوئی کلمہ اس کی زبان پر نہ آئیگا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

3۔ دعا کرنا

بیماری اللہ کی طرف سے ہے اور بیماریوں سے بچانے والی بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اس لئے عیادت کے لئے آنے والا صدق و اخلاص سے مریض کی صحت یابی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ ویسے بھی ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے لئے کی جانے والی دعا جلد قبولیت کے درجہ کو پہنچتی ہے لہٰذا اس موقع پر مریض کی تکلیف اور اذیت کو دل کی نرمی سے محسوس کر کے خصوصی تاثیر و برکت رکھنے والی مسنون دعائیں کی جائیں۔

سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کسی بیمار کے پاس جاتے یا بیمار آپؐ کے پاس لایا جاتا تو آپؐ یوں دعا کرتے۔

''اے پروردگار لوگوں کے! بیماری دُور کر دیجئے شفا عطا فرمایئے۔ آپ کے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں' آپ ہی شفا دینے والے ہیں ایسی شفا دیجئے کہ کوئی بیماری باقی نہ رہے۔'' (بخاری)

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی بیمار پرسی کرے اور سات مرتبہ یہ کلمات کہے:

''میں عرش عظیم کے مالک بزرگ و برتر اللہ سے تمہارے لئے شفا کا سوال کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے ضرور شفا دے گا۔'' (ابوداؤد)

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

دایاں ہاتھ پھیر کر دم کرنا

عیادت کے بعض مواقع پر اللہ کے رسولؐ مریض کی پیشانی یا جس جگہ بھی تکلیف ہوتی وہاں اپنا دایاں دست مبارک رکھتے یا پھیرتے پھر دعا فرماتے دم کرنے کا مسنون طریقہ بھی یہی ہے اور یہی طریقہ آج تک مسلمانوں میں رائج ہے۔

4: تعاون و مدد

اچھے مسلمان عام حالات میں بھی ایک دوسرے کے معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں' بیمار پرسی کے وقت بھی اگر مریض کو مالی مدد یا ایسی خدمت کی ضرورت ہے جو بیرون خانہ سے متعلق ہے جیسے معالج کے پاس لے جانا یا کمزوری اور نقاہت کے سبب وہ اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو تو گھر والوں سے پوچھ کر معالج سے دوا وغیرہ لا دینا' ضرورت ہو تو اسے ہسپتال داخل کروا دینا اس کے اہل خانہ کے لئے سودا سلف لا دینا یا اپنے گھر سے کھانا پکوا کر انکے ہاں بھجوانا' ان کے بچوں کو سکول' کالج سے لانا' لے جانا ہو یا کوئی یوٹیلیٹی بلز جمع کرانے ہوں تو اپنی خدمات کی پیشکش کر دینا' یا حسب موقع دوسری ضروریات و سہولیات بہم پہنچانا وغیرہ۔

عیادت پیکیج

عیادت کو جانے سے پہلے ایک پیکیج بنا لیا جائے جو قرآنی اور مسنون دعاؤں والے کارڈز یا اس موقع

کی مناسبت سے کسی اسلامی لیکچر والی یا تلاوت قرآن والی کیسٹ یا سی ڈی یا کسی اچھی کتاب وغیرہ پر مشتمل ہو' عیادت کے موقع پر اسے مریض کو پیش کرنا ایک بہترین تحفہ ثابت ہوسکتا ہے خصوصاً ایسا مریض جو اٹھنے اور کام کاج کرنے سے معذور ہوتا ہے اس کے لئے یہ پیکیج بستر مرض پر وقت گزاری کے ساتھ ساتھ فہم دین کے لئے بہترین معاون اور اپنے مسلمان بھائی' بہن کی طرف سے خیر سگالی کا بہترین پیغام ثابت ہوسکتا ہے۔ یوں آپ کی یہ کوشش آپ کے لئے ایک اچھا صدقہ جاریہ بن سکتی ہے۔

چند اور مفید باتیں

عیادت کے سلسلے میں چند اور مفید باتیں جاننا ضروری ہیں۔

☆ مریض کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھا جائے اور نہ ہی زیادہ باتیں اور شور کیا جائے۔

☆ اگر مریض بے تکلف دوست یا عزیز ہے اور آپ کو دیر تک بٹھائے رکھنے کا خواہشمند ہے تو پھر ضرور اس کی خوشی پوری کی جائے۔

☆ ممکن ہو تو مزاج پرسی کو جاتے ہوئے مریض کے لئے کچھ پھول یا پھل ہمراہ لے لئے جائیں اس سے بھی باہم الفت بڑھتی ہے اور مریض کا دل بھی خوش ہو جاتا ہے۔

☆ مریض کے گھر پہنچ کر ادھر ادھر تاک جھانک سے پرہیز کیا جائے تاکہ گھر کی پردہ دار خواتین پر نگاہ نہ پڑے۔

☆ عورت کے لئے غیر محرم مرد اور مرد کے لئے غیر محرم عورت کی عیادت کو اکیلے جانا ہرگز مناسب نہیں۔

غیر مسلم مریض کی عیادت کو جانا بھی مسنون ہے بیماری میں انسان کا دھیان دین کی طرف نسبتاً زیادہ ہوتا ہے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اسے دین حق کی دعوت دی جائے تو ممکن ہے وہ اسے قبول کرلے۔

سیدنا انسؓ کا بیان ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبیؐ کی خدمت کیا کرتا تھا ایک بار وہ بیمار پڑا تو آپؐ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ آپؐ اس کے سرہانے بیٹھے تو اس کو اسلام کی دعوت دی۔ لڑکا اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا جو پاس ہی موجود تھا (کہ باپ کا کیا خیال ہے) باپ نے اسے کہا' بیٹے! ابوالقاسم (نبیؐ کی کنیت) کی بات مان لو چنانچہ لڑکا مسلمان ہوگیا۔ اب نبیؐ اس کے یہاں سے یہ فرماتے ہوئے باہر آئے:

''شکر ہے اللہ کا جس نے اس لڑکے کو میرے توسط سے جہنم سے بچالیا۔'' (بخاری)

ایسے نافرمان لوگ (خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم) اگر صحت مندی کی حالت میں اعلانیہ اور دانستہ گناہوں پر بھی جمے رہے تھے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقرر کی ہوئی حدود کی پامالی کرتے رہے تھے تو ان کی شدید علالت میں ان کی عیادت اس امید پر کی جاسکتی ہے کہ شاید ان کا دل نرم ہو اور وہ اللہ سے رجوع کرلیں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کامران امجد خان

کرونا سے بچنے کیلئے یہودی اسرائیل جانے لگے!

اسرائیل میں کرونا کے صرف چند ہزار مریض زیرِ علاج ہیں اور ان میں بھی انتہائی معمولی علامات پائی جاتی ہیں اسرائیل نے اندھا دھند لاک ڈاؤن کیا نہ وہاں عبادت گاہیں بند کی گئیں۔ بعض مبصرین کے مطابق یہودیوں کے 13 خاندان مذہبی نظریات کی تکمیل کیلئے دنیا بھر میں سازشیں کررہے ہیں۔

کرونا وائرس کی عالمی وبا نے دنیا بھر میں گزشتہ چند مہینوں کے دوران جو تباہی مچائی ہے وہ تقریباً سو سال کے عرصے میں ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔ اس سے قبل پہلی عالمی جنگ کے بعد اسپینش فلو کی وبا میں کروڑوں افراد کی جانیں تلف ہوئی تھیں۔ کرونا کی وبا کے اثرات کو معاشرتی زندگی میں بھی شدید طور پر محسوس کیا جارہا ہے۔ اب تک دنیا بھر میں تقریباً 90 لاکھ لوگ اس وائرس سے متاثر ہوچکے ہیں اور مجموعی اموات کی تعداد پونے پانچ لاکھ ہے۔ اس وباء نے دنیا کی معیشت کا پہیہ جام کردیا

ہے۔ ہر ملک اس کے ہاتھوں پریشان ہے لیکن اس کا ایک مختلف پہلو ہے جو توجہ طلب بھی ہے۔ وہ یہ کہ دنیا بھر کے یہودی اب بڑی تعداد میں دوسرے ملکوں سے نقل مکانی کر کے اسرائیل میں پناہ لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اسرائیل جس نے اپنے ملک میں سیاحوں کی آمد پر پابندی لگا رکھی ہے وہ یہودیوں کو اپنے ملک میں خوش آمدید کہہ رہا ہے خواہ اُن کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو۔

یاد رہے کہ اسرائیل میں کرونا وائرس سے نہایت کم تعداد میں ہلاکتوں کی خبریں ملی ہیں۔ اسرائیل نے سیاحوں کی آمد پر پابندی لگا رکھی ہے لیکن وہ ہجرت کر کے آنے والے یہودیوں کو نقل مکانی کی اجازت دے رہا ہے۔ یروشلم سے اخباری رپورٹس میں اس جانب توجہ دلائی گئی ہے کہ اسرائیل یہودیوں کی واپسی کے حق کو تسلیم کرتا ہے جس کے پس پردہ اس کی یہ پالیسی ہے کہ جبر و استبداد کی ایک طویل تاریخ اور خطرات کے پیش نظر یہودی آبادی کو محفوظ پناہ گاہ مہیا کی جائے۔ جب سے اسرائیل کا قیام عمل میں آیا ہے، وہاں بہت بڑی تعداد میں طیاروں میں بھر بھر کر یہودیوں کی آمد کا خیر مقدم کیا جاتا رہا ہے۔ تمام یہودی تارکین وطن کو از خود شہریت دی جاتی رہی ہے۔ اور اب کرونا وائرس کی تشویشناک صورت حال میں بھی جب تقریباً تمام ممالک دیگر ملکوں سے آنے والوں کی اپنے ملک آمد کے حوالے سے انتہائی محتاط ہیں اسرائیل وہ واحد ملک ہے جس نے یہ پالیسی اختیار کر رکھی ہے کہ یہودی دنیا میں جہاں بھی ہوں وہ اب بھی اسرائیل آ سکتے ہیں۔ اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اسرائیل میں کرونا وائرس کے مریضوں کی تعداد انتہائی کم ہے اور شرح اموات بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔

بتایا جاتا ہے کہ امریکہ سے بھی بہت سے یہودی نقل مکانی کر کے اسرائیل جا رہے ہیں، ان ہی میں نیلی گرس گوٹ بھی شامل ہیں، جن کی عمر نوے برس ہے، انھوں نے اچانک ہی ترک وطن کا فیصلہ کر لیا ہے اور وہ اسرائیل میں اپنے بچوں کے ساتھ شمولیت کی متمنی ہیں، جو پہلے ہی سے وہاں مقیم ہیں۔ یہ بزرگ خاتون نہیں چاہتیں کہ اب اپنی بقیہ زندگی نیویارک میں عمر رسیدہ لوگوں کے لئے مخصوص کسی مرکز میں گزاریں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ اپنے بچوں سے ملنے کے لئے اسرائیل آتی جاتی رہی ہیں تاہم کرونا کی آفت نے انھیں اب نقل مکانی کے فیصلے پر آمادہ کر دیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ فی الوقت اسرائیل اس اعتبار سے محفوظ ترین ملک ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہو گی کہ متعدد اسرائیلی تنظیمیں، شمالی امریکہ سے ہر سال تقریباً چار ہزار یہودیوں کی نقل مکانی میں ان کی مدد کرتی ہیں۔ کرونا وائرس کی عالمی وبا کے دوران یہودیوں کی ہجرت کے موجودہ سلسلے میں پچاس لوگوں کو لے کر ایک طیارہ گزشتہ ہفتے ہی اسرائیل پہنچا ہے۔ اس میں سوار ترک وطن کرنے والے ایک شخص نے اپنے احساسات بتاتے ہوئے کہا کہ یہ بڑی مسرت کی بات ہے کہ اسرائیل نے مصیبت کی موجودہ گھڑی میں اپنے لوگوں کے لیے دروازے کھول دیے ہیں۔

مبصرین کا کہنا ہے کہ اگر کرونا وائرس کی عالمگیر وبا طول پکڑتی ہے تو ہجرت کے خواہش مند یہودیوں

کی تعداد میں آئندہ اور بھی اضافہ دیکھنے میں آ سکتا ہے۔ عمرانیات کے ماہرین کے لئے یہ یقیناً ایک نہایت دلچسپ اور غور طلب بات ہے۔

کرونا وائرس کے بارے میں جتنی سازشی تھیوریز سامنے آئی ہیں اُن میں سے بعض کے مطابق یہودیوں کے 13 خاندان جو بہت تگڑے ہیں اور ان کے پروٹوکول ہیں' وہ یہودی نظریات کی تکمیل کے لیے دنیا بھر میں سازشیں رچ رہے ہیں اور کورونا وائرس کی تباہی دراصل انہی کی سازش کا نتیجہ ہے۔ یہودیوں کے زیر اثر ڈبلیو ایچ او کی کوشش ہے کہ کورونا وائرس کا خوف پھیلائے رکھا جائے اور یہ بھی کہا جارہا ہے کہ کورونا وائرس کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اس کا حل صرف یہ بتایا جارہا ہے کہ سماجی دُوری اختیار کی جائے لیکن یہ نہیں بتایا جارہا کہ اس وائرس کا خاتمہ کیسے ہوگا؟ ۔بعض لوگوں کے نزدیک اسرائیل میں ویکسین تیار ہو چکی ہے لیکن جو شخص یہ ویکسین استعمال کرے گا اُس کے جسم کے ایک نمایاں حصے پر ایک نشان بن جائے گا جسے مائیکروسکوپ سے ہی دیکھا جاسکے گا۔ اسی لئے کہا جارہا ہے کہ شاید وہ وقت آ پہنچا ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے کہ دجال ہر شخص کے ماتھے پر یا ہاتھ پر ایک نشان لگا دے گا۔ بعض لوگ اسے ڈیجیٹل بارکوڈنگ کا نام بھی دے رہے ہیں۔ جب یہ ویکسین مارکیٹ میں آئے گی تو ویکسین لینے والے شخص کے ہاتھ پر ایک مخصوص نشان بن جائے گا اور جس شخص کے ہاتھ پر وہ نشان نہیں ہوگا اسے معاشرہ وائرس زدہ قرار دیکر اس قدر ستائے گا کہ وہ ویکسین لینے پر مجبور ہو جائے گا۔

1993 میں جاپان کے ایک ادارے کیپکام کے مالک نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ ایک ویڈیو گیم تیار کرنی ہے جس کا نام بائیو ہیزرڈ ہوگا۔ اس ویڈیو گیم میں ایک دوا ساز ادارہ ہوتا ہے جو 1968 میں برطانیہ کے ایڈورڈ ایشفورڈ اور آسویل سپینسر نے بنایا ہوتا ہے۔ یہ ایک لمیٹڈ کمپنی ہوتی ہے جو میک اپ کا سامان، صابن اور مختلف چیزیں بناتی ہے لیکن انڈرگراؤنڈ اس کا سارا دھندہ جینیٹک انجینئرنگ پہ چلتا ہے۔ یہ خفیہ طور پر ایسے ہتھیار بناتے ہیں جنہیں آپ بائیو آرگینک کہہ سکتے ہیں۔ یعنی ان کا سارا کام جراثیم کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا ہوتا ہے۔ ان کی سب سے بڑی لیبارٹری راکوون میں ہوتی ہے۔ یہ اچانک ایک دن دنیا کا سب سے خطرناک جراثیم تیار کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ وہ جرثومہ زندہ انسانوں سمیت ان لوگوں پہ بھی اثر انداز ہوسکتا ہے جو تین چار گھنٹے پہلے مرے ہوں۔ اس کا نام ٹی۔ وائرس ہوتا ہے۔

وائرس ایک دن حادثاتی طور پہ لیک ہو جاتا ہے اور وہیں راکوون لیبارٹری میں کام کرنے والوں سے ہوتا ہوا دنیا بھر میں پھیل جاتا ہے۔ یہ وائرس انسانوں کو خوفناک بلا زومبی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ امریکہ اس لیبارٹری کے تمام اثاثے بین الاقوامی طور پہ منجمد کر دیتا ہے، بعد میں وہ شہر بھی تباہ کر دیا جاتا ہے لیکن اب کام پورا ہو چکا ہے۔ ٹی وائرس پوری دنیا میں پھیل چکا ہے۔ پھر دکھاتے ہیں کہ اسی لیبارٹری کے سائنسدانوں میں سے ایک ٹی وائرس کی ویکسین ایجاد کرتا ہے جس کے بعد اس کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس ویڈیو گیم کو بائیو ہیزرڈ کا نام نہیں الاٹ ہوتا۔ کیا پس پردہ ایلومیناٹی تھی؟ وہ گیم آخر

WaqarAzeem Pakistanipoint

یادرکھنے والی باتیں

☆ ...کامیاب لوگ اپنے فیصلوں سے دنیا بدل دیتے ہیں

اور.....

کمزور لوگ دنیا کے ڈر سے اپنے فیصلے بدل دیتے ہیں۔

☆ ...حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اخلاق وہ چیز ہے......جس کی قیمت کچھ نہیں دینی پڑتی' ہاں مگر اس سے ہر انسان خریدا جاسکتا ہے۔

(مرسلہ: طارق محمود۔لاہور)

ریزیڈینٹ ایول کہلاتی ہے۔ویڈیو گیم میں آپ پھر ان زومبی لوگوں کو مارتے ہیں، ان سے خود کو بچاتے ہیں اور بس اس طرح سارا معاملہ آگے بڑھتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ وائرس اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ کسی کے قریب جانے سے بھی لگ جاتا ہے اور گیم میں آپ کا ایک چانس مر جاتا ہے۔ یہ وائرس جس لیبارٹری میں بنا تھا اس کا نام تھا امبریلا کارپوریشن۔ امبریلا لیبارٹری کا سلوگن تھا ''ہمارا کاروبار زندگی ہے۔'' ان کا ایک مخصوص نشان بھی تھا۔ چار تکونیں سرخ تھیں اور چار گرے سے رنگ کی سفید۔ آٹھ تکونیں آپس میں مل کر ایک پھول بنا دیتی تھیں۔ یہاں بھولیے مت کہ صیہونیوں کے نشان سٹار آف ڈیوڈ میں بھی آٹھ تکونیں ہوتی ہیں۔

جو گیم آپ بھگت رہے ہیں وہ اب شروع ہوتی ہے۔ چین میں جس لیبارٹری پہ کورونا پھیلانے کا شک ہے اس کا بھی عین ایسا ہی نشان ہے۔ جی ہاں، صرف اس کی چار تکونیں سرخ کی جگہ سفید ہیں۔ آر ایل ایس ڈبلیو لیبارٹری کا نشان وہی امبریلا کارپوریشن جیسا آخر کیوں ہے؟ کیوں کورونا وائرس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ آپ کے جسم میں داخل ہوتے ساتھ آپ کے مدافعتی نظام میں ٹی سیلز پہ حملہ آور ہوتا ہے؟ یاد آیا ٹی وائرس؟ کیوں راکوون کے ایک دو حرف آگے پیچھے کریں تو کورونا بن جاتا ہے؟ انگریزی میں بھی Racoon کے لفظ آگے پیچھے کریں تو Corona بن جاتا ہے۔ یہ کوئی خفیہ جنگی ہتھیار ہے یا اتفاقیہ بنایا گیا جراثیم ہے یا قدرتی طور پہ شروع سے پایا جاتا تھا، فیصلہ آپ خود کریں۔

یہ سوال بھی اہم ہے کہ اسرائیل میں آج تک کتنے مریض کرونا وائرس کا شکار ہوئے' وہاں کتنی اموات ہوئیں؟ ٹوٹل بیس ہزار مریض سامنے آئے اور صرف 300 اموات ہوئیں۔ ان 20 ہزار مریضوں میں سے 16 ہزار صحت یاب ہوچکے ہیں اور محض 4 ہزار زیر علاج ہیں۔ یہ چار ہزار مریض بھی وہ ہیں جنہیں انتہائی معمولی علامات ہیں اور وہ تیزی سے ٹھیک ہو رہے ہیں۔ وہاں سب سے پہلے مارکیٹیں بھی کھل گئیں، کیسے؟ کیا وہاں بھی کورونا کی یہی دہشت ہے؟ اسرائیل کیوں پورے ملک میں اندھا دھند لاک ڈاؤن نہیں کر رہا؟ امریکہ اسرائیل پہ اس کا الزام کیوں نہیں لگاتا؟ کیا اسرائیل میں عبادت خانے بند ہوئے؟ وہاں ویکسین اتنی جلدی کیسے تیار ہو رہی ہے؟ کیا صیہونیوں نے ہماری طرح گھروں میں بیٹھ کر سب عبادتیں شروع کر دیں؟ کیا یہ سب اتفاقات ہیں؟ اور اگر یہ سب اتفاقات ہیں تو

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

حقیقت کیا ہے؟

پاکستان کے امریکہ میں تعینات رہنے والے سابق سفیر عبداللہ حسین ہارون نے اس وائرس کے پیچھے اسرائیل کا ہاتھ ہونے کی نشاندہی کی ہے۔ ان کی باتیں کافی حد تک دل کو لگتی ہیں۔ اسرائیل یہودیوں کی ناجائز ریاست کا نام ہے۔ یہودیوں نے عالمی معیشت پر خفیہ سے پنجے گاڑے ہوئے ہیں۔ یہودی ایک محدود سا مذہب ہے مگر یہودی پوری دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھتے ہیں۔ یہودی مذہب کا پیلاؤ ان کی تعلیمات کے مطابق ممکن نہیں ہے۔ دوسرے مذہب کا کوئی مرد یہودیت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ یہودی مرد دوسرے مذہب کی عورت سے شادی کرتا ہے یا یہودی عورت ایسا کرتی ہے تو ان کی اولاد یہودی نہیں ہوگی۔ یہودی وہی بچہ ہو سکتا ہے جس کی ماں اور باپ دونوں یہودی ہوں۔ آج یہودیوں کو دجال کا انتظار ہے جو انہیں پوری دنیا کا اقتدار سونپ دیگا۔ دجالی قوتیں ایک سازش کے ذریعے مذاہب کو کمزور اور انتشار میں مبتلا کرنا چاہتی ہیں۔ کرونا سازش انکی طرف سے رچائی گئی ہے۔ دنیا میں عیسائیت بڑا مذہب ہے۔ قدامت پسند کیتھولک اور جدت پسند پروٹسٹنٹ، کورونا آفت کا بُری طرح شکار ہوئے۔ اول الذکر میں اٹلی، سپین شامل ہیں جہاں کورونا کے ذریعے تباہی مچا دی گئی۔ آخر الذکر برطانیہ اور امریکہ سمیت جدت پسند کرسچین ممالک کی بدترین حالت بھی سب کے سامنے ہے۔ آج عیسائیت پوری دنیا میں کورونا کے باعث خوف کا شکار ہے اس سب کے پیچھے پس پردہ حقائق بھی سامنے آتے رہیں گے۔ دنیا میں دوسرا بڑا مذہب اسلام ہے۔ اسلام کی اجتماعیت کو جس طرح کورونا نے متاثر بلکہ تباہ کیا ہے اسکی تاریخ اسلام میں کوئی نظیر موجود نہیں۔ اسلام اتحاد اجتماعیت اور قربتوں کا امین ہے۔ آج کورونا وائرس سے بچنے کیلئے مساجد میں نماز کی ادائیگی پہلے کی طرح ممکن نہیں رہی۔ مزارات اور خانقاہیں ویران ہیں۔ تبلیغی اجتماعات کا انعقاد ناممکن ہے۔ آپ معانقہ تو کیا ایک دوسرے سے ہاتھ تک نہیں ملا سکتے اور تو اور خانہ کعبہ میں طواف تعطل میں رہا۔ اب محدود پیمانے پر طواف کی اجازت ہے۔ مسجد نبویؐ میں بھی معدودے چند افراد ہی جا سکتے ہیں۔ اس سب کو دیکھتے ہوئے کورونا وائرس کو سازش قرار دیا جا سکتا ہے جو اسرائیلی یہودیوں نے رچائی۔ شروع میں انکی طرف سے کہا بھی گیا کہ یہودیوں کی اقوام عالم کی فتح تک کورونا کا تدارک ممکن نہیں۔ یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ دنیا میں کورونا سے ہلاکتوں کی تعداد پونے پانچ لاکھ ہو گئی ہر ملک میں ہزاروں لوگ مر رہے ہیں مگر اسرائیل محفوظ ہے۔ وہاں چند ہزار ہی کرونا وائرس کے مریض ہیں۔ وہ بھی شاید اپنی سازش پر پردہ ڈالنے کے لیے دیگر بیماریوں سے متاثرہ اور مرنے والوں کو کورونا کے کھاتے میں ڈال دیا ہو۔

بہرکیف خداوند تعالیٰ اسرائیل کی اس عالمی سازش کو کیفر کردار تک پہنچائے اور پوری انسانیت کو خدا اپنی رحمت کی آغوش میں رکھ کر اس منحوس وائرس کو دنیا سے جلد نابود کرے اور پوری دنیا میں امن و سلامتی قائم کرے۔ آمین

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہم قافیہ

ابوالعاس

''لیکن وہ طلاق کے ذمہ داری اپنے سر لینا نہیں چاہتا۔'' مسز ٹرچن نے کہا۔ ''اس کا کہنا ہے کہ اگر اس نے خود طلاق لی تو خاندان اور دوستوں میں اس کا وقار گھٹ جائے گا۔ مجھے اپنی طرف سے اسے طلاق دینی ہوگی ورنہ وہ مجھے قتل کردیگا۔ انسپکٹر! ذرا تصور کیجئے مجھے اس عمر میں دوسرا شوہر کیسے ملے گا؟''

ایک عورت کی داستان اس کا بیان تھا کہ وہ لمحہ بہ لمحہ قتل ہورہی ہے

پستہ قد عورت نے ہیٹ سر پر ٹھیک سے جمایا اور انسپکٹر کی طرف بڑھی۔ کچھ دیر تک وہ اپنی زرد زرد انگلیوں سے چھوٹے سے پرس کو چکر دیتی رہی۔ انسپکٹر کوئی رپورٹ پڑھ رہا تھا۔ رپورٹ سے نظر اٹھا کے اس نے عورت کی طرف دیکھا' عورت بولی ''میرا نام مسز فرانسس ٹرچن ہے۔ میں سٹیشن آئی لینڈ میں رہتی ہوں میرا شوہر مجھے قتل کررہا ہے۔''

''اور مجھے میری بیوی قتل کررہی ہے۔'' انسپکٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''کیا آپ شکایت درج کرانے آئی ہیں مسز..... کیا نام بتایا آپ نے؟''

''میں مسز ٹرچن ہوں۔ ٹرچن میرے شوہر کا نام ہے۔'' اس نے اپنا پورا پتہ بتایا اور پوچھا ''میں جو کچھ کہہ رہی ہوں وہ آپ لکھ رہے ہیں نا؟''

''نہیں خاتون آپ جب تک شکایت درج

کرنے کے لئے اپنی زبان سے نہیں کہیں گی میں کچھ نہیں لکھوں گا۔ ہمارا محکمہ کاغذ ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔ آپ شاید یہ کہہ رہی تھیں کہ آپ کے شوہر نے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی ہے؟''

''میں یہ کہہ رہی تھی کہ وہ مجھے قتل کررہا ہے اس وقت بھی وہ مجھے قتل کررہا ہے حالانکہ میں آپ سے باتیں کررہی ہوں۔ کیا میری بات آپ کی سمجھ میں آرہی ہے؟''

''نہیں خاتون! میں آپ کی بات نہیں سمجھ سکا۔'' انسپکٹر نے اعتراف کیا۔ ''غالباً آپ کے شوہر نے آپ کی زندگی پر کوئی حملہ کیا ہے؟ یہی بات ہے نا؟''

''نہیں' نہیں۔'' مسز ٹرچن نے اپنا پرس زور سے دبایا ''اس نے کوئی حملہ تو نہیں کیا لیکن وہ ہر وقت یہ کہتا رہتا ہے کہ فرانسس میں تمہیں قتل کردوں گا۔ فرانسس میں تمہیں قتل کردوں گا۔ گزشتہ تین ہفتوں میں وہ یہ بات سینکڑوں بار کہہ چکا ہے۔ کبھی گھر میں میرے روبرو کبھی ٹیلی فون پر کبھی کار میں چلتے ہوئے غرض جب بھی اسے موقع ملا ہے وہ کہتا ہے میں تمہیں قتل کردوں گا۔ جمعہ کی رات کو ہم فلم دیکھ رہے تھے بہت پیارا منظر چل رہا تھا' اچانک وہ میری طرف مڑا اور بولا 'میں تمہیں قتل کردوں گا' میرے لئے ساری فلم غارت ہوکے رہ گئی۔''

''کیا اس نے کبھی دوسروں کے سامنے بھی یہ دھمکی دی ہے؟''

''بے شک' میں نے بتایا نا کہ اسے جب بھی موقع ملتا ہے وہ یہی کہتا ہے۔ وہ یہ پروا نہیں کرتا کہ قریب میں کوئی تیسرا شخص ہے یا نہیں۔ دو ہفتے قبل میری بہن ویلما میرے ہاں رات کھانے پر آئی ہوئی تھی اس کا ایک پڑوسی سرطان کا مریض ہے وہ مجھے اس کے سرطان کے متعلق کچھ بتا رہی تھی' میرے شوہر نے اچانک اس کی بات کاٹ کے کہا 'معاف کرنا ویلما! صرف ایک منٹ۔' پھر وہ میری طرف مڑ کے بولا 'فرانسس! میں تمہیں قتل کردوں گا' یہ کہہ کے اس نے ایک قہقہہ لگایا اور میری بہن سے کہنے لگا کہ وہ اپنی بات جاری رکھے۔'' مسز ٹرچن نے پریشانی میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بھینچ لیں ''انسپکٹر آپ کو شاید میری بات پر یقین نہیں آرہا ہے؟ آپ اسی وقت میرے شوہر کو فون کرسکتے ہیں وہ خود بتائے گا۔ فون نمبر یہ ہے نو' تین' سات' صفر' چار' وہ خود بتا دے گا اسے اپنی اس بات پر بڑا فخر ہے۔ وہ کہتا ہے قتل کرنے کا اتنا آسان طریقہ اب تک کسی نے نہیں سوچا تھا۔ آپ اسے فون کیجئے وہ آپ کو یہ بات بتائے گا' پھر ہنسے گا۔ دھمکی دینے کے بعد اس کی ہنسی بے حد خوف ناک ہوتی ہے۔ میں پاگل ہوجاؤں گی انسپکٹر! میں پاگل ہوجاؤں گی۔''

''کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کے شوہر اس معاملے میں سنجیدہ ہیں؟ وہ کہیں مذاق تو نہیں کررہے؟'' انسپکٹر نے دریافت کیا۔

''اس کا دعویٰ ہے کہ وہ سنجیدہ ہے اور جب وہ سنجیدگی کا دعویٰ کرتا ہے تو واقعی سنجیدہ ہوتا ہے۔ خصوصاً اس معاملے میں اس کی سنجیدگی پر شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ آپ اسے بلا کے دیکھ لیجئے خود پتہ چل جائے گا۔ فون نمبر ہے نو' تین' سات' صفر' چار۔''

''خاتون! کبھی اس نے آپ کو اپنے قاتلانہ منصوبے سے آگاہ کیا؟''

''وہ کہتا ہے کہ میں غالباً کسی کار کے نیچے آجاؤں گی اور یہ نہ ہوا تو زینے سے گر پڑوں گی اور اپنی گردن کی ہڈی توڑ بیٹھوں گی۔ ہم تیسری منزل پر رہتے ہیں اگر یہ بھی نہ ہوا تو پھر کسی روز میں کثیر مقدار میں خواب آور گولیاں کھالوں گی۔ میں خواب

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

آور گولیاں اکثر استعمال کرتی ہوں۔'' مسز ٹرچن نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ ''جب سے اس نے یہ خبطیوں جیسی حرکت شروع کی ہے' میں نہ جانے کتنی گولیاں استعمال کر چکی ہوں۔ میرا خیال ہے میں نے گولیوں کی کافی مقدار استعمال کی ہے پھر بھی مجھے نیند نہیں آتی۔ اگر میں کبھی اونگھنے لگوں تو وہ مجھے کہنی مار کر جگا دیتا ہے اور کہتا ہے فرانس میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ یہ کہنے کے بعد وہ جا کر سو جاتا ہے اور میں خوف و دہشت میں لیٹی ہوئی ساری رات جاگتی رہتی ہوں۔ وہ اس طریقے سے میری جان لے رہا ہے۔''

''شاید آپ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی اس حرکت سے آپ کو سخت پریشان کر دے گا' اس قدر کہ آپ مر جائیں گی؟''

''ہاں یہی بات ہے۔'' مسز ٹرچن نے اثبات میں گردن ہلائی۔ ''وہ مجھے پریشان کر کے قتل کر رہا ہے۔ واقعی ایک دن ایسا آئے گا کہ میں پریشانی کے عالم میں کسی کار کے نیچے آ جاؤں گی یا کسی اونچے زینے سے گر جاؤں گی..... اوہ اس کا مطلب کیا ہے؟ یہ تو اس کے عزائم کی کامیابی ہوگی' وہی ہوگا جو وہ چاہتا ہے۔ ابھی رات کا ذکر ہے اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے مزید ایک ہفتے کی مہلت دے رہا ہے' صرف ایک ہفتے کی مہلت۔ پھر میں مر جاؤں گی آپ کو کچھ اور پتہ ہے؟''

''کیا خاتون؟'' انسپکٹر ہمہ تن گوش تھا۔

''مجھے اس کی بات پر یقین ہے' پورا یقین انسپکٹر!'' مسز ٹرچن کی انگلیوں میں ننھا سا پرس سکڑ کر رہ گیا۔ ''آج بھی میں یہاں آتے وقت اس معاملے میں بہت الجھی ہوئی تھی۔ الجھن میں مجھے اپنی بس بھی نظر نہیں آئی حالانکہ میں اسی کا انتظار کر رہی تھی۔ میں اس وقت سڑک پر تھی۔ ایک لڑکی نے پیچھے سے مجھے عین وقت پر کھینچ لیا ورنہ میں بس کے نیچے آ جاتی گویا میرا شوہر مجھے قتل کر چکا تھا۔''

''آپ کا شوہر؟'' انسپکٹر نے پوچھا۔

''بے شک میرا شوہر!'' مسز ٹرچن نے کہا ''ہم اور کس کے متعلق بات کر رہے ہیں؟'' اس کا ہیٹ نیچے جھک گیا تھا' اس نے ہیٹ ٹھیک کیا۔ ''حسنِ اتفاق سے مجھے دل کی بیماری نہیں ہے ورنہ وہ تو کافی پہلے مجھے مار چکا ہوتا۔ اب بھی دل کی بیماری نہ ہونے کے باوجود میں کوئی آواز سنتی ہوں تو اُچھل پڑتی ہوں۔ اس نے مجھے مزید ایک ہفتے کی مہلت دی ہے۔ میں اگر ایک ہفتے اور زندہ رہ گئی تو اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھوں گی۔ ہاں تو آپ بتائیے اس سلسلے میں آپ کیا کر رہے ہیں؟''

''مجھے نہیں معلوم کہ پولیس اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہے۔ اگر آپ اپنے شوہر کیخلاف واضح حلفی شکایت لکھوائیں تو.....''

''شکایت اور کیسی ہوتی ہے۔ میں نے آپ کو بتا تو دیا کہ وہ مجھے قتل کر رہا ہے' کیا یہ بات شکایت کے طور پر درج کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ اوفوہ کتنا لمبا سلسلہ ہے۔ پہلے میں شکایت درج کراؤں پھر کاغذات کی تکمیل ہو' پھر اس کے نام سمن جاری ہو' انسپکٹر صاحب اتنی دیر میں تو میں مر چکی ہوں گی۔ میں کوئی حلفی قسم کی چیز درج نہیں کرا سکتی۔ میں بس یہ چاہتی ہوں کہ آپ اس سے بات کیجئے اور اسے یہ ہدایت دیجئے کہ وہ مجھے قتل کرنے کی کوشش روک دے۔''

''میرا خیال ہے میں یہ کر سکتا ہوں لیکن کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گی کہ آپ کا شوہر آپ کو قتل کرنے کی کوشش کیوں کر رہا ہے؟''

''کیونکہ میں اسے طلاق نہیں دوں گی۔'' مسز

Waqar Azeem Pakistanipoint

ٹرچن نے سختی سے کہا۔ ”یہی اصل سبب ہے۔ کیا محض اس سبب سے کسی کو قتل کیا جاسکتا ہے؟“

”میں چند ایسے لوگوں سے واقف ہوں جو اس سبب سے قتل کرنا صحیح سمجھتے ہیں۔“ انسپکٹر نے بتایا۔

”لیکن وہ طلاق کے ذمہ داری اپنے سر لینا نہیں چاہتا۔“ مسز ٹرچن نے کہا۔ ”اس کا کہنا ہے کہ اگر اس نے خود طلاق لی تو خاندان اور دوستوں میں اس کا وقار گھٹ جائے گا۔ مجھے اپنی طرف سے اسے طلاق دینی ہوگی ورنہ وہ مجھے قتل کردے گا۔ انسپکٹر! وہ مجھے قتل، قتل کردے گا۔ کیونکہ میں تو اسے طلاق دینے سے رہی۔ ذرا تصور کیجئے مجھے اس عمر میں دوسرا شوہر کیسے ملے گا؟“

”ہاں خاتون!“ انسپکٹر نے تائید کی۔

”تو پھر؟“ مسز ٹرچن نے کہا۔ ”نو، تین، سات، صفر، چار پر فون کیجئے۔“

”کیا آپ کے شوہر نے کبھی یہ بتایا کہ وہ آپ سے طلاق کیوں حاصل کرنا چاہتا ہے؟ ہوسکتا ہے کوئی ایسی بات ہو جو پولیس کے بجائے کوئی سماجی ادارہ یا کوئی خاندانی بزرگ سلجھا سکے۔“

”وہ کہتا ہے اس کی ایک ہزار ایک وجوہ ہوسکتی ہیں۔ میری رائے میں وہ ساری وجوہ جنون اور خبط کی پیداوار ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں وہ مجنونانہ وجوہ بیان کروں؟“

”ہاں اگر آپ کو اعتراض نہ ہو۔“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں وہ سب کی سب مجنونانہ وجہ ہیں۔ سنئے، آپ کو خود اندازہ ہوجائے گا۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ میں اب اچھا کھانا نہیں پکا سکتی۔ ہماری شادی کو تیس سال ہوچکے ہیں اب تیس سال بعد اسے اچانک احساس ہوا ہے کہ میں اچھا کھانا نہیں پکا سکتی لہٰذا یا تو میں اسے طلاق دُوں یا وہ مجھے قتل کردے گا۔ انسپکٹر! آپ شادی شدہ ہیں؟“

”ہاں خاتون!“ انسپکٹر نے اقرار میں سر ہلایا۔

”کیا یہ آپ کی بیوی ہے؟“ مسز ٹرچن نے میز پر رکھی ہوئی ایک تصویر کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

”جی ہاں!“

”بہت پیاری عورت ہے۔ کیا یہ اچھا کھانا پکا لیتی ہے؟“

”میرا خیال ہے اوسط درجے کا پکا لیتی ہے۔“

”آپ نے دیکھا بے عیب کوئی بھی نہیں ہے۔ اب دوسری وجہ ملاحظہ کیجئے۔ وہ کہتا ہے اب میں اتنی خوب صورت نہیں ہوں جتنی اس وقت تھی جب اس نے مجھ سے شادی کی تھی۔ کیا یہ مجنونانہ وجہ نہیں ہے؟ اگر آپ مجھے پوچھنے کی اجازت دیں تو یہ بتائیے آپ کی شادی کو کتنا عرصہ ہوا؟“

”آئندہ مئی میں چودہ سال ہوجائیں گے۔“

”کیا آپ کی بیوی اب بھی اتنی خوبصورت ہے جتنی اس وقت تھی، جب آپ نے اس سے شادی کی تھی؟ سچ سچ بتائیے گا۔“

”میں سمجھتا ہوں ایسا نہیں ہے۔“

”ہاں دیکھا“ مسز ٹرچن نے رکھائی سے کہا۔ ”تیسری وجہ یہ ہے کہ اب اس کے پاس مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے کوئی موضوع نہیں ہے۔ ہماری شادی کو تیس سال ہوچکے ہیں۔ اب میں کوئی بھی بات کروں وہ دھیان نہیں دیتا۔ ہے نا فضول وجہ؟ کیا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آپ کے پاس اپنی بیوی سے کہنے کے لئے کچھ نہیں ہوتا؟“

”ہاں ہوتا ہے۔“

”کیا یہ بات طلاق یا قتل کا سبب بن سکتی ہے؟ اچھا اب چوتھی وجہ دیکھئے۔ میں اپنی چیزیں غسل خانہ میں رکھتی ہوں وہ کہتا ہے میری چیزوں کی وجہ سے

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

غسل خانہ کباڑ خانہ معلوم ہوتا ہے۔ ایسی کون سی عورت ہے جو اپنی چیزیں غسل خانے میں نہیں رکھتی۔ میرے پاس سنگھار کا سامان ہے' یہی چیزیں میں وہاں رکھتی ہوں کیا انہیں باورچی خانے یا ڈرائنگ روم میں رکھ دوں؟ آپ کی بیوی یہ چیزیں کہاں رکھتی ہے؟''

''غسل خانے میں۔''

''کوئی اور جگہ ہے ہی نہیں ان چیزوں کی۔'' مسز ٹرچن نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ ''اب پانچویں وجہ.....''

''معاف کیجئے۔ انسپکٹر بولا شاید میں صورتحال سمجھ گیا ہوں اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کے شوہر کو بلاؤں اور اس سے بات کروں۔''

''ضرور' ضرور مجھے بہت خوشی ہوگی۔ ہوسکتا ہے آپ کے کہنے سے اسے کچھ عقل آجائے۔ فون نمبر تو تین' سات' صفر' چار یاد ہے نا؟ اس کا نام برنارڈ ٹرچن ہے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ جب آپ اس سے بات کریں تو میں یہاں بیٹھی رہوں؟''

''نہیں مادام! غالباً یہ ضروری نہیں ہے۔ فی الحال میں اس سے یہ کہوں گا کہ وہ اپنی پہلی فرصت میں یہاں آجائے وہ آجائے گا تو میں بات کرلوں گا۔''

''آپ کا بہت بہت شکریہ۔'' مسز ٹرچن نے کہا۔ ''آپ کا شکریہ' آج نہ جانے میں کیا کر چکی ہوتی۔ آج جب میں یہاں آرہی تھی تو سڑک پر اس مسئلے میں اس قدر اُلجھی ہوئی تھی کہ.....اوہ یہ تو میں آپ کو بتا چکی ہوں نا۔''

''جی ہاں' آپ بتا چکی ہیں۔''

''دیکھا آپ نے اس نے مجھے کس قدر مخبوط الحواس کردیا ہے۔ اس نے مجھے ایک ہفتے کی مہلت اور دی ہے میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں گی اگر خیریت سے گھر پہنچ گئی۔''

''اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اپنے کسی آدمی کے ساتھ گھر پہنچوادوں۔''

''نہیں نہیں آپ تکلیف نہ کیجئے آپ سے مل کر میں خود کو کچھ بہتر محسوس کررہی ہوں۔ کاش وہ مجھے قتل کرنے سے باز آجائے۔ اچھا ایک بار پھر آپ کا شکریہ نمبر یاد ہے نا؟''

''تو' تین' سات' صفر' چار۔''

''ہاں یہی ہے۔'' مسز ٹرچن نے کہا۔ ''ٹھیک ہے میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔''

انسپکٹر عورت کو اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ دروازے سے باہر نہ نکل گئی۔ انسپکٹر نے دیکھا کہ اس نے اپنا ہیٹ دو دفعہ صحیح کیا۔ انسپکٹر کو یہ یقین نہیں تھا کہ عورت اس سے مل کر خود کو بہتر محسوس کررہی ہوگی۔ وہ اب بھی اتنی الجھی ہوئی معلوم ہوتی تھی کہ کسی کار کے نیچے آسکتی تھی یا کسی زینے سے گر سکتی تھی۔ آج نہ سہی مگر بہت جلد۔ بہت ممکن ہے اسی ہفتے میں کسی دن۔ انسپکٹر نے میز پر پڑی ہوئی رپورٹ دیکھی اور کچھ سوچنے کے انداز میں پنسل کے سرے سے میز کھٹکھٹانے لگا۔ پھر اس نے ریسیور اٹھا کے نمبر ملایا ''مسٹر برنارڈ ٹرچن؟'' دوسری طرف سے فوراً ریسیور اٹھایا گیا۔ انسپکٹر نے کہا ''میں فورتھ پریسنکٹ کا انسپکٹر بول رہا ہوں۔ اگر ممکن ہو تو آج کسی وقت تشریف لائیے مجھے بے حد خوشی ہوگی۔ جی نہیں کوئی دفتری یا قانونی معاملہ نہیں ہے۔'' اس نے اپنی بیوی کی تصویر پر نظر ڈالی۔ ''یہ خالصتاً ذاتی معاملہ ہے۔ اگر آپ میری ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد تشریف لائیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ اوہ' ہاں چھ بجے بالکل ٹھیک رہے گا۔''

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

گھڑ سرائے کی سبینا

جاوید راہی

وہ گاؤں کا ایک من موجی تھا، اُسے راہ چلتے ایک من موہنی شہری حسینہ مل گئی، جس نے اپنا سب کچھ اُسے سونپ دیا...... مگر ایک روز اُس پر انکشاف ہوا کہ اُس نازک پری کا وجود کسی خطرناک بلا سے کم نہیں!

گاؤں کے سیدھے سادے شخص کے ساتھ پیش آئے حیرت انگیز واقعات کی روداد

جیل کہانیوں کی تلاش میں جہاں میں ہمہ وقت کسی کھوجی کی طرح جستجو میں لگا رہتا ہوں اسی طرح میرے دوست احباب اور جان پہچان کے لوگ بھی مجھے ایسے کرداروں سے آگاہ کرتے رہتے ہیں جو حالات کے مارے ہوئے ہوتے ہیں اور جرم کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں۔ ایسے ہی ایک کردار کے بارے میں میرے ایک جاننے والے نے مجھے فون کر کے بتایا کہ گوجرانوالہ کے ایک نواحی گاؤں سے کسی لاوارث لڑکی کو بھگا کر لے جانے والے اسلم عرف اچھو کو قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے،

اس پر الزام ہے کہ اُس نے مغویہ لڑکی اور اس کی سہیلی کو قتل کیا ہے۔ اور اس جرم میں اچھو کو سزائے موت ہو چکی ہے۔ اچھو کے مطابق حقیقت کچھ اور ہے، وہ اُن دونوں لڑکیوں کے بارے میں جو باتیں بتاتا ہے وہ ناقابل یقین اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہیں۔ خود کو معصوم اور لڑکیوں کو خوفناک لائیں کہنے والے اچھو کو دوہرے قتل کے جرم میں ٹھوس شہادتوں اور خود اس کے اقرار جرم کی بنا پر فاضل عدالت نے سزا دی تھی۔ کوئٹہ کے مچھ جیل سے واپسی پر میں نے عیدالفطر کے فوراً بعد اچھو قصاب سے ملنے کا پروگرام بنایا جو جیل میں سزائے موت پانے والے سیل میں پھانسی کا منتظر تھا۔

عمر کے لحاظ سے تو وہ ہوش مند نظر آیا مگر جب اس نے مجھے اپنے ساتھ پیش آنیوالے واقعات سنانے شروع کیے تو مجھے اس کی ذہنی حالت پر شک گزرا۔ وہ اگرچہ بڑے ربط سے مجھے اپنی روداد سنا رہا تھا لیکن میرے لئے اس کی باتوں پر یقین کرنا محال ہو رہا تھا۔ بہر کیف میں نے بڑے تحمل کا مظاہرہ کرتے سب کچھ سنا اور اس کی بتائی باتوں کو آپ کی خدمت میں من وعن پیش کر رہا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ میں سے کسی اور صاحب کو بھی ایسے حالات سے واسطہ پڑا ہو مگر کم از کم میری نظر سے ایسی کوئی بات نہیں گزری۔

جیل میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ اچھو قصاب پنجگانہ نماز کی ادائیگی اور قرآن کریم کی تلاوت کر کے اللہ کے حضور ہر وقت اپنے گناہ کی معافی کا طلبگار رہتا ہے۔ اس وقت بھی وہ تلاوت میں مصروف تھا جب جیل اہلکار مجھے اس کے سیل کے باہر چھوڑ گئے تھے۔ تلاوت سے فارغ ہو کر اس نے بلند آواز میں اپنے اور تمام جیل کے قیدیوں کیلئے دعا مانگی اور سلاخوں سے ہاتھ نکال کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔

''جی فرمائیں.....؟'' اس نے نرم لہجہ میں مجھ سے بات شروع کی، میں نے وہی سوال دہرایا جو اکثر میں ایسے قیدیوں سے کرتا ہوں کہ یہ کیسے ہوا؟ کیوں ہوا؟ وغیرہ وغیرہ۔ اچھو چند پل سارے حالات کی کڑیاں ملاتا رہا اور پھر اُس نے جو کہانی سُنائی اُس کا خلاصہ یوں ہے کہ:

''برسات کے دن تھے۔ دو دن سے مسلسل بارش نے کاروبار زندگی مفلوج کر کے رکھ دیا تھا، ڈنگر زیادہ دیر باڑے میں کھڑے کھڑے تنگ پڑ گئے اور ایک دوسرے پر سینگ زنی پر اُتر آئے تھے۔ حویلی کی پرانی خدمتگار مائی سکینہ نے آکر بابا چودھری کا پیغام دیا کہ وہ کہہ رہے ہیں مال نکال کر اوپر ٹبی کی جانب لے جاؤ تاکہ ان کی ٹانگیں کھل جائیں اور ہریالی کو منہ بھی مار لیں۔ ''جی مائی جی۔'' اسلم نے چارپائی سے اٹھتے باڑہ کی طرف جاتے جواباً کہا اور سب ڈنگروں کے سنگل کھولنے لگا۔ اسلم کی ماں جب وہ تین سال کا تھا اسے اپنی شفقت سے محروم کر گئی تھی۔ اسلم کے والد پر دونوں بہن بھائی کی ذمہ داری کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ گھر والی چاہے پرائی مریضہ تھی مگر دونوں بچوں کا تو اسے کوئی فکر نہیں تھا۔ رضیہ سے چھوٹی کلثوم تھی جو سوا سال کی عمر میں ہی نمونیہ کا شکار ہو کر چل بسی۔ رضیہ چھوٹی سی عمر میں باپ اور چھوٹے بھائی کی دیکھ بھال اور گھر کے کاموں میں اُلجھ گئی۔ گاؤں میں تو کوئی رشتہ دار تھا نہیں جو ان بچوں کا خیال کر کے رمضان کی شادی کروا دیتا بس رمضان ان دونوں بچوں کی پرورش میں ہی کھو کر رہ گیا۔ گاؤں میں رمضان کے چھپر کے نیچے جوتے اور سائیکل مرمت کرتے کرتے رضیہ اٹھارہ سال کی

Waqar Azeem
Pakistanipoint

ہوگئی اور اسلم پندرہویں سال میں جا لگا۔ گاؤں کے نمبردار نے رمضان کی بیٹی رضیہ کو سکھ پور میں اپنی بڑی بہن کی ملازمہ کے بیٹے سردار علی سے بیاہ دیا اور اسلم کو بابا چودھری کی حویلی میں ڈھور ڈنگر کے باڑہ کی چاکری دلوا دی۔ رمضان دمہ کا دائمی مریض تھا اور ایک روز وہ بھی کھانستے کھانستے اللہ کو پیارا ہو گیا۔ اچھو نے اپنا چھوٹا سا کچا گھر بمعہ سامان اپنے پڑوسی چاچا کرم الٰہی کو سونپ دیا اور خود بابا چودھری کی حویلی میں دن رات مال ڈنگر والے باڑے کے ساتھ چھوٹی سی کوٹھڑی میں آن بسا۔ تب سے وہ حویلی کا ہی ہو کر رہ گیا تھا۔ جب کبھی رضیہ کا دل بھائی کی یاد میں تڑپ اٹھتا تو وہ سکھ پور سے اپنے دونوں بچوں سمیت بھائی کو آ کر مل جاتی۔ اسے بس ایک فکر تھی کہ کسی طرح اچھو کا بیاہ ہو جائے اور وہ بھی اپنے گھر والا بن جائے مگر بابا چودھری یہ کہہ کر رضیہ کی بات کاٹ دیتا کہ یہ کون سا ابھی بوڑھا ہو رہا ہے ہو جائے گا جب اللہ کو منظور ہوا۔

اچھو نے تمام بڑی چھوٹی گائیں بھینسیں سنگلوں سے آزاد کرتے باڑے کا بھاری بھرکم گیٹ پوری طاقت صرف کرتے کھول دیا جو مسلسل بارش کے باعث بھیگ کر دوگنا وزنی ہو چکا تھا۔ سارے مویشی ایک دوسرے سے زور آزمائی کرتے باہر نکل گئے۔ بارش گو کہ کم ہو گئی تھی مگر ست روی سے جاری تھی۔ اچھو نے چلتے ہوئے باڑہ سے ٹاٹ کی پلی اُٹھا کر اپنے سر کو ڈھانپ لیا تھا جس میں چارہ بھر کر وہ مال کی کھرلیوں میں ڈالتا تھا۔ چاروں جانب جل تھل نے کیچڑ ہی کیچڑ کر رکھا تھا۔ اس نے کھیتوں کی بجائے مال ڈنگر کا رخ پرانی ٹبی کی جانب موڑ دیا تھا۔ پرانی ٹبی جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ پچھلے وقتوں میں وہ شاہی گھڑ سرائے تھی۔ جہاں شاہی قافلے دوران سفر آرام کیلئے رُکتے تھے۔ پھر گردشِ ایام نے چھوٹی اینٹ کی بنی عمارت کھنڈرات میں بدل دی۔ پرانی ٹبی گاؤں سے کافی دور ہونے کے سبب کم ہی لوگوں کی گزر گاہ تھی۔ اِدھر سے گزرنے والے یا تو شہر جاتے وقت اس راستے کو استعمال کرتے یا پھر اِدھر اُدھر کے گاؤں کو آنے جانے والے اس راستے پر سے گزرتے تھے۔ ہلکی بارش کے باوجود اچھو کے سر اور جسم پر ٹاٹ کی پلی پوری طرح بھیگ چکی تھی۔ اگست کے ملے جلے موسم کے باعث اس کے کٹرتی جسم میں ٹھنڈک کی لہر گردش کرنے لگی تھی۔ مال مویشی بارش میں بھیگی گھاس، جڑی بوٹیوں پر منہ مارتے گھڑ سرائے کی طرف چڑھنے والی گھاٹی کی جانب آگے بڑھ رہے تھے۔ اچھو درختوں کا سہارا لیتا پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ گھڑ سرائے کی چاروں اطراف خاصا خودرو جھاڑ جھنکاڑ اُگا ہوا تھا۔ سارا مال ڈنگر چرنے میں لگ گیا اور اچھو گھڑ سرائے کی کھنڈرات نما عمارت کے اندر دلان نما راہداری عبور کر کے اوپر والے حصہ میں آ گیا جہاں سے چاروں جانب مال ڈنگر پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔ بوندا باندی کے ساتھ ساتھ کبھی تیز اور کبھی آہستہ رفتار سے ہوا کی سائیں سائیں ماحول کو پراسرار بنا رہی تھی۔ اچھو نے اپنے اوپر والا ٹاٹ کا بڑا سا ٹکڑا خود سے جدا کر کے اندر والی ٹوٹی دیوار کے اوپر پھیلا دیا تھا جس میں سے پانی کی بوندیں ٹپک کر نیچے گر رہی تھیں۔ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر اس نے اپنی ٹانگیں لمبی کرتے سر آگے کو جھکتی محراب پر ٹکا لیا اور ہریالی چرتے مویشیوں کو گن کر اس نے تسلی کر لی اور آنکھیں موند لیں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اچانک اچھو کو اپنے نتھنوں میں ایک عجیب سی مہک کا احساس ہوا تو اس نے فوراً اپنی آنکھوں کو کھولتے ٹانگوں کو سمیٹا اور اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اپنے اردگرد کا جائزہ لیا اور مطمئن ہو کر گیلا ٹاٹ سنبھالتا عمارت سے باہر نکل آیا۔ اس اچانک اٹھنے والی مہک نے پل بھر کیلئے اس کے وجود کو ہلکے خوف کے احساس میں اُلجھا ڈالا تھا۔ وہ پہلے بھی کئی بار گھڑ سرائے کی اس چراگاہ میں حویلی کے مال ڈنگر کو چرانے کیلئے لا چکا تھا مگر اس نے آج والی کیفیت کبھی محسوس نہ کی تھی۔ وہ اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ایک بار پھر اسے اپنے آس پاس ویسی ہی مہک کا واضح طور پر احساس ہوا تو وہ واقعی خوفزدہ ہو گیا۔ جب اس نے اپنے پیچھے گھوم کر دیکھا تو چند قدم کے فاصلے پر ایک انتہائی خوبرو دوشیزہ کو کھڑے پایا۔ یکدم اس کے ذہن میں بھوت پریت کا خیال جاگ اُٹھا اور وہ بھاگنے ہی والا تھا کہ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے قریب آ گئی۔ اچھو کے پاؤں مَن مَن کے ہو چکے تھے اور حلق میں کانٹے چبھ رہے تھے۔ ''ڈرو مت، میں کوئی ایسی ویسی چیز نہیں ہوں جو تمہیں نقصان پہنچائے گی۔ میں بھی تمہاری ہی طرح کی جیتی جاگتی حقیقت ہوں۔'' اس نے اپنے دونوں ہاتھ اچھو کے کپکپاتے ہاتھوں پر رکھتے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔ ''تم کون ہو؟ اور یہاں اجاڑ میں اس وقت کیا کرتی پھرتی ہو۔''

''ادھر اوپر آ جاؤ میں تمہیں سب بتاتی ہوں۔ اگر کسی نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو مصیبت آ جائے گی۔'' اس نے اچھو کا ہاتھ تھامتے گھڑ سرائے کے مسمار کھنڈرات کی طرف چلنے کو کہا۔ اچھو کسی معصوم بچے کی طرح اس کے پیچھے پیچھے ٹوٹی پھوٹی عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ اب وہ دونوں اسی جگہ آ گئے جہاں اچھو نے پہلے بارش سے بچنے کی کوشش کی تھی۔ ''میرا نام سبینا ہے اور میں شہر سے بھاگ کر یہاں آئی ہوں۔ رات سے یہیں ہوں۔'' ''مگر کیوں؟'' اچھو نے تذبذب کے عالم میں سبینا سے سوال کیا۔ ''یہ لمبی کہانی ہے.....'' سبینا نے دیوار کا سہارا لیتے اسے جواب دیا۔ ''میں ٹریکٹر ٹرالی میں اس وقت چھپی تھی جب ڈرائیور ڈیزل بھروانے میں مصروف تھا۔''

''اس نے تمہیں دیکھا نہیں؟''

''نہیں میں ٹرالی میں پڑے خالی ٹوکروں کے پیچھے دُبک گئی تھی۔'' یہ کہہ کر سبینا اُٹھی اور دوسری جانب کے ٹوٹے پھوٹے حصہ میں چلی گئی۔ جب واپس پلٹی تو اس کے ہاتھ میں چھوٹی سی گٹھڑی تھی، جسے اس نے کھول کر اچھو کے سامنے رکھ دیا۔ کچھ کپڑے اور کھانے پینے کی چیزیں تھیں اس کے علاوہ چھوٹے سے ہینڈ پرس میں کرنسی نوٹ تھے جو سبینا نے اسے دکھا کر دوبارہ گٹھڑی باندھ لی۔ ''چلو یہ تو ٹھیک ہے مگر تم گھر سے بھاگی کیوں؟'' اچھو نے پہلی بار بھرپور نظروں سے سبینا کے سراپا کا جائزہ لیا۔ بڑی بڑی طلسماتی آنکھیں کھلی کھلی رنگت، سرخی مائل ہونٹ، تیکھی ناک۔ جو سوٹ اس نے پہن رکھا تھا وہ بارش میں مسلسل بھیگتے رہنے کی وجہ سے جسم کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ وہ مہک جو خمار آلود ہو چکی تھی اس کے احساس نے اچھو کو بے خوف کر دیا اور لمحہ بھر کیلئے سب کچھ بھول گیا۔

''تمہیں اتنی رات اکیلے اس ویرانے میں خوف نہیں آتا؟'' اسلم نے پوچھا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''اسلم، لوگ اچھو کہہ کر بلاتے ہیں۔ تم بھی

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

ہر چند کہ بہت تند و تیز ہوائیں چل رہی ہیں چار سو پھر بھی لبوں پر دُعا یہی ہے یا اللہ شاد و آباد رہے اس ملک کی انڈسٹری

کور آل ☆ لیپ کوٹ ☆ اپرن
ہیلمٹ ☆ اسپیک ٹیکل ☆ ماسک

پاکستان کے سب سے زیادہ مشہور شوز
کوٹلہ سیفٹی شوز

نیٹیٹ گلوز ☆ ربڑ گلوز ☆ لیدر گلوز
ربڑ بوٹ ☆ ایئر پلگ ☆ ایئر مف

اچھو کہہ کر بلا سکتی ہو۔'' اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سبینا کو اپنا نام بتایا۔ ''اچھو موت کے خوف سے تو زیادہ خوفناک یہ کھنڈرات نہیں۔ ٹریکٹر ٹرالی شاید کسی گھر کے آگے رُکی تھی۔ ڈرائیور اُتر کی گیٹ کھولنے گیا تو میں چپکے سے اپنی گٹھڑی سنبھالتی ٹرالی کے کونے میں سے اُتر کر درخت کی اوٹ میں ہوگئی۔ جب تک وہ ٹریکٹر ٹرالی اندر نہیں لے گیا میں اپنی جگہ چھپی کھڑی رہی پھر اس نے اندر جا کر انجن بند کر کے گیٹ کے دونوں کواڑ آپس میں بند کر دیئے۔ سارا گاؤں بارش میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے اچھی طرح تسلی کرتے وہ جگہ چھوڑ دی اور گاؤں سے باہر جانے والے راستے پر آگے بڑھنے لگی۔ دُور سے اس ویران عمارت کے کھنڈرات نظر آرہے تھے یہاں آکر میں نے خود کو اس تاریک اور سنسان ماحول کی گود میں گرادیا۔'' یہ سب بتا کر وہ تاحد نظر جھاڑ جھنکاڑ کے ناہموار میدان میں ادھر اُدھر منہ مارتے مال ڈنگر کی طرف دیکھنے لگی۔ کچھ دیر توقف کے بعد اچھو بولا ''تم نے بتایا نہیں کہ آخر تمہیں کونسی آفت آن پڑی جو اس طوفان بھری رات میں گھر سے نکل بھاگی۔''

''اچھو، مجھے جان بچانے کے لیے گھر سے نکلنا پڑا۔ اگر مجھے اس بات کا پتہ نہ لگتا کہ میرے چچازاد مجھے قتل کرنے والے ہیں تو شاید میں تمہارے سامنے اس وقت یہ سب کچھ بتانے کیلئے زندہ نہ ہوتی۔ چچا میرے والد کے کام میں ہاتھ بٹاتا آرہا تھا پر لے درجے کا لالچی، میری پیدائش کے کچھ دن بعد میری والدہ اندرونی انفیکشن کے باعث دم توڑ گئیں۔ میرے والد صاحب صدمہ کی حالت میں مشکل سے دو ماہ نکال سکے اور میں چچا اور اس کے گھر والوں کے رحم و کرم پر رہ گئی۔ میٹرک بہت مشکل سے کیا۔ ہر وقت چچی کے طعنے میرا پیچھا کرتے، میں شکایت کرتی تو چچا برس پڑتے۔ تمام جائیداد جو کروڑوں کی تھی، اور جس کی میں واحد جائز وارث تھی، اس پر چچا اور اس کے گھر والے قابض ہو چکے تھے۔ مجھے ایک دوبار میرے چچا نے کورٹ میں چل کر سب کچھ اپنے نام کروانے کی کوشش کی، میرے سخت انکار پر وہ سارے یکدم خاموش ہو گئے۔ انکی خاموشی کو میں ناکامی جانتے مطمئن ہوگئی۔ پھر ایک روز میں نے ان سب کو اپنے قتل کا پلان تیار کرتے سن لیا۔ وہ مجھے رات سوتے میں گلا دبا کر مارنے کے بعد دریا برد کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ اس کے بعد وہ میرے گھر سے فرار ہونے کی افواہ پھیلا دیتے۔ مگر میں بروقت ان کی سازش سے خبردار ہوگئی اور گھر سے فرار کے منصوبے تیار کرنے لگی۔ یہ تھوڑا بہت سامان میں نے تیار کر کے اپنے کمرے میں چھپا رکھا تھا۔ بارش کی رات موقع پا کر میں گھر سے نکل آئی اور باقی سارے حالات سے میں نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔'' یہ ساری تفصیل بتا کر سبینا اچھو کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ نجانے اس کی آنکھوں میں کیسی چمک تھی کہ اچھو نے گڑبڑا کر نظریں چرالیں۔

''اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟'' اچھو نے سوال کیا۔ ''فی الحال تو اس سے محفوظ جگہ میری نظر میں اور کوئی نہیں۔'' سبینا نے کھنڈرات سے باہر دیکھتے اس کے سوال کا جواب دیا۔

''یہاں تم اکیلی رہو گی؟''

''پچھلی رات بھی تو اکیلے گزاری ہے میں نے۔ اگر تم ادھر اپنا مال نہ لے کر آتے تو میں ادھر اکیلی ہی تھی نا۔'' اس نے شوخی سے اچھو کی بات کا جواب دیا

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

مگر اچھو کے چہرے پر ناگواری اور پریشانی کے تاثرات اُبھر کر ڈوب گئے۔ ''ارے پاگل لڑکی، یہی تھوڑا بہت خشک راشن اور تمہاری پانی کی یہ دو بوتلیں کب تک تمہارا ساتھ دیں گی؟''

''اب کس بات کی فکر ہے مجھے، تم جو مل گئے ہو خود ہی میرا خیال رکھو گے نا۔'' سینا نے اپنے دونوں شانے اوپر کرتے اس کی طرف دیکھا۔ اچھو آدھی خالی بوتل اس سے لیکر اٹھتا ہوا عمارت سے باہر نکل آیا، جنگلی پیال کے بڑے بڑے دو تین پتے نوچ کر ان کو آپس میں اس طرح جوڑا کہ وہ پیالہ نما برتن بن گیا۔ بوتل والا پانی اس نے احتیاط سے نکال کر محفوظ کرتے قدم مال ڈنگر کی طرف بڑھا دیئے۔ سارے مال میں بھاگ بھری سب سے اصیل بھینس تھی جس کے قریب جا کر اس نے پیار سے اسے تھپکی دیتے دودھ دھونے کیلئے کھڑا کر لیا اور دو چار ہاتھ مارتے بوتل دُودھ سے بھر لی اور واپس گھڑ سرائے کے کھنڈرات میں آ گیا۔ سینا اسی ٹوٹی منڈیر پر ٹانگیں پھیلائے اچھو کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ اسے قریب آتے دیکھ کر بولی ''میں تو سمجھی تھی کہ مجھے اکیلا چھوڑ کر چلا گیا ہے۔''

''نہیں سینا میں تو تیری بھوک پیاس کا بندوبست کرنے گیا تھا۔ لو تازہ اور خالص دودھ پیو۔ تم شہر والے تو نقلی دودھ پر گزارا کرتے ہو۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے ڈھکن ہٹا کر بوتل اس کے ہاتھ میں پکڑا دی جو سینا نے فوراً منہ کو لگاتے آدھی سے زیادہ چڑھا لی۔

''میں مال واپس لے جا کر تمہارے لئے کھانے پینے کا سامان اور دو ایک برتن اور بستر لے آؤنگا پھر سارے کاموں سے فارغ ہو کر تمہارے پاس آ جاؤں گا۔ تم دلیر لڑکی ہو۔ مجھے پتہ ہے تم سارے حالات کا مقابلہ کر لو گی اور ہاں جب تک میں ادھر ہوں تم بے فکر ہو کر کمر سیدھی کر لو تا کہ رات کو تمہیں اگر جاگنا بھی پڑے تو تمہیں کوئی دقت نہ ہو۔''

سینا بوتل ایک طرف رکھ کر اپنی گٹھڑی کا سرہانہ بناتے دیوار کے ایک جانب ہو کر لیٹ گئی اور آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ اچھو کن اکھیوں سے اس کے سراپے کا جائزہ لے رہا تھا۔ بچپن سے جوانی تک اس گاؤں کی سیدھی سادھی لڑکیوں کو ہی دیکھتا آ رہا تھا مگر زندگی میں پہلی بار سینا جیسی خوبرو لڑکی کو دیکھ کر، مل کر اور اپنے سامنے اس طرح لیٹے دیکھ کر اس کی اندرونی کیفیت میں ہلچل سی اُٹھ رہی تھی۔ سینا لیٹتے ہی خراٹے بھرنے لگی اور اس کی چادر اس کے جسم سے ڈھلک کر ایک طرف ہو گئی اور اچھو کا وہاں بیٹھنا محال ہو گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اُٹھ کر باہر نکلتا سینا سوتے میں پلٹی اور اس کا آدھا جسم اچھو کے اوپر آ گیا۔ اچھو کو لگا جیسے کوئی پھولوں کی نرم ڈالی اس کے وجود سے لپٹ گئی ہو۔

باہر بارش کی رفتار قدرے تیز ہو گئی اور اچھو سینا کے قریب کھسک آیا۔ سینا نے اپنے چہرے پر گرم سانسوں کو محسوس کرتے یکدم آنکھیں کھول دیں اور اچھو فوراً پیچھے ہٹ گیا مگر سینا بدستور اس کی خمار بھری آنکھوں میں جیسے خود کو تلاش کر رہی تھی۔ پھر وہ دیوار کا سہارا لیتے اس انداز میں اٹھی جیسے اسے خود پر بھی قابو نہ رہا ہو۔ اچھو اس کا سراپنے کندھے پر محسوس کر کے بے بسی سے سمٹ گیا، باہر بارش کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا اور گھڑ سرائے کے ٹوٹے پھوٹے در و دیوار اچھو اور سینا کو ایک دوسرے کے قریب کر رہے تھے۔ اچھو کی روح اس کے جسم کو پاش پاش کرنے کی سعی میں بے بس ہو رہی تھی بادلوں کی گھن گرج اور

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

بجلی کی کوند نے والی چمک نے یکدم گھڑ سرائے کی نیم تاریکی کو منور کر ڈالا۔ اچھو سبینا سے نظریں چراتے باہر دیکھتے ہوئے بولا، ”سارا مال واپس جانے کیلئے گاؤں کے واپسی راستے کی طرف بڑھنے لگا ہے۔“ سبینا خود کو چادر میں لپیٹتے بولی ”اب تم کب آؤ گے اچھو؟“

”بارش تھمنے کا نام نہیں لے رہی مگر میں پھر بھی تمہارے پاس آؤنگا۔“ اچھو کے لہجہ میں خود اعتمادی کا رنگ نمایاں تھا۔ پھر وہ اسے اپنا خیال رکھنے کی تاکید کرتا مال ڈنگر کے پیچھے چل پڑا، سبینا بڑی اپنائیت سے اسے جاتے دیکھ رہی تھی پھر اس کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ اُبھر کر ڈوب گئی۔

اچھو مال کو باڑہ میں بند کر کے دودھ دھونے کے برتن کوٹھڑی سے نکالنے کیلئے جانے لگا تو مائی سکینہ نے اسے پیچھے سے آواز دیتے کہا کہ تمہارا کھانا رکھ کر جا رہی ہوں۔ ”ٹھیک ہے۔“ اس نے جاتے جاتے جواب دیا اور برتن اٹھا کر باڑہ میں آ گیا۔ وہ جلدی جلدی کام سے فارغ ہونا چاہتا تھا۔ فارغ ہو کر اس نے ضروری برتن لئے، ایک ڈول میں دودھ ڈالا اور کھانے کے قریب رکھتے دودھ پورا کرنے کیلئے پانی کی آمیزش کر کے دودھ اندر حویلی میں پہنچا دیا اور مال کو چارہ ڈالنے کی تیاری کرنے لگا۔ جب وہ سب کاموں سے فارغ ہو گیا تو سارا سامان روٹی سمیت اٹھاتے اپنی کوٹھڑی سے باہر نکل کر گھڑ سرائے کی جانب چل پڑا۔

بوندا باندی جاری تھی مگر بارش کا زور ٹوٹ گیا تھا۔ گھڑ سرائے کے در و دیوار نیم تاریکی میں ڈوبے گہرے سکوت کی تصویر دکھائی دے رہے تھے، اچھو نے آہستہ آواز میں سبینا کو پکارا مگر کوئی جواب نہ آیا۔ دوسری بار اسے ذرا اونچی آواز دی مگر کھنڈرات میں اسے اپنی ہی آواز کی گونج محسوس ہوئی۔ اسے سبینا کو یہاں نہ پا کر صرف ایک ہی خیال آیا کہ کہیں اس کے ساتھ کوئی مسئلہ تو نہیں پیش آ گیا۔ وہ ہاتھوں میں اٹھایا سامان ایک طرف رکھتے گھڑ سرائے کی ٹوٹی پھوٹی سیڑھیاں چڑھتا اوپر والے حصہ میں آ گیا۔ وہ چاروں جانب نیم تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ نیچے کی جانب سے اس کے نتھنوں میں وہی مانوس سی مہک ٹکرائی۔ اچھو جلدی سے سیڑھیاں ٹٹولتا نیچے کی طرف آیا تو سامنے والی ٹوٹی منڈیر پر سبینا ٹانگیں نیچے کی طرف لٹکائے اپنے لمبے گھنے بال شانوں کے اِدھر اُدھر پھیلائے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ ”کہاں تھی تم؟“ اچھو نے اسے پیار سے دیکھتے پوچھا، ”اِدھر باہر ضروری کام سے گئی تھی۔ میں نے تمہیں دیکھ لیا تھا۔“ سبینا نے دیوار کا سہارا لیکر منڈیر پر سے اترتے اس کی بات کا جواب دیا۔ ”چلو آؤ ہاتھ دھو کر کھانا کھا لیں مجھے بھوک لگی ہے۔“ اچھو نے پانی والا وہ برتن جو ساتھ لایا تھا اٹھاتے اسے مخاطب کیا۔ پھر وہ دونوں ہاتھ دھو کر کھانے میں لگ گئے۔ سبینا نے واجبی سا کھانا لیا تھا اور اچھو کا لایا دودھ وہ بڑی رغبت سے پی رہی تھی۔ پھر اچھو نے ایک کونے میں ساتھ لایا بستر زمین پر بچھاتے اسے مخاطب کیا، ”سبینا تم کب تک یہاں چھپی رہو گی، موسم ٹھیک ہوتے ہی گاؤں کے لوگ ادھر آنے جانے لگتے ہیں۔“

”اچھو تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو ناں، اپنے پاس۔ واپس تو میں نے جانا نہیں اور تم سے جو رشتہ بن چکا ہے اس کی ذمہ داری سے اب مجھے سنبھالنا تمہارے فرائض کا حصہ ہے..... سنا تم نے۔“ اس نے اچھو کے بچھائے بستر پر بیٹھتے اس کی جانب

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

دیکھا۔ اچھو کی خاموشی میں پریشانی بھی شامل تھی۔

''حویلی کے لوگ تو بالکل بھی اس معاملہ میں میرا ساتھ نہیں دیں گے، میں یہاں ہی پیدا ہوا ہوں اور کبھی گاؤں سے باہر نکلا نہیں۔'' اس کا لہجہ تذبذب میں ڈوبا ہوا تھا۔ ''میں نے تو شہر دیکھا ہے نہ میں شہر میں پلا بڑھا ہوں۔''

''تو اس میں کونسا مسئلہ ہے۔'' سبینا نے پشت دیوار کے ساتھ لگاتے اس کی بات کے جواب میں کہا۔

''تو پھر کیا کرنا چاہئے مجھے۔'' اچھو نے اس کے پاس بستر پر بیٹھتے کہا۔ ''کرنا کیا چاہئے یہاں سے نکل کر شہر کی طرف چلتے ہیں اور کیا۔ میرے پاس کافی کچھ ہے، گہنے روپیہ۔ اس سے تم شہر میں کوئی کام کرنا میں گھر میں بیٹھ کر تمہارے آنے کا انتظار کیا کروں گی۔'' سبینا نے اچھو کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بے پناہ پیار سے اس کی بات کا جواب دیا۔ اچھو چند پل خیالوں میں کھویا رہا پھر اس نے سبینا کی بات کو تسلیم کرتے اس کے ساتھ جانے کی حامی بھر لی۔

''تو پھر دیر کس بات کی، چھوڑو سب کچھ اِدھر ہی، ہم وقت ضائع کئے بغیر یہاں سے نکلتے ہیں۔'' سبینا نے اسے ٹٹولا۔ ''ٹھیک ہے۔'' اچھو نے اپنا سامان اکٹھا کیا اور سبینا کی طرف دیکھا۔ سبینا اُٹھ کر کھنڈرات کے اس طرف چلی گئی جہاں اس نے اپنا سامان رکھ چھوڑا تھا۔ پھر وہ بھی چھوٹی سی گٹھڑی اٹھائے اس کے قریب آ گئی۔ دونوں آگے پیچھے گٹھڑ سرائے کے اندرونی حصہ کو خیر آباد کہتے باہر نکل آئے۔

نیم تاریکی میں دونوں آگے پیچھے چلتے رِم جھم میں بھیگتے چل رہے تھے۔ چلتے چلتے اچھو کی ٹانگیں پھول گئی تھیں مگر سبینا بغیر تھکے اس کے آگے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ گاؤں سے نکلتے وقت اچھو نے اپنے سامان کو راستے میں ہی چھوڑ دیا تھا اور سبینا نے اپنی گٹھڑی اس کے سپرد کر دی تھی۔ پچھلی پہر کا کافی وقت گزر چکا تھا۔ دونوں اس وقت ایسے راستے پر گامزن تھے جہاں سے شہری حدود شروع ہو چکی تھی۔ ''سبینا، میری تو اب بس ہو رہی ہے۔'' اچھو نے اسے مخاطب کیا۔ ''جب یہ سڑک بڑی سڑک کو جا لگے گی پھر کوئی نہ کوئی سواری مل جائے گی ہمیں۔'' سبینا نے بدستور آگے بڑھتے اس کی بات کا جواب دیا۔ اچھو خاموش ہو گیا۔

دن کا اُجالا نمودار ہو رہا تھا اور وہ دونوں شہر کو جانے والی سڑک سے تھوڑے فاصلے پر پہنچ چکے تھے۔ دُور سے گزرنے والی گاڑیوں کی بتیاں نظر آنے لگی تھیں۔ ''سبینا کچھ دیر آرام کر لیں میں تو سارا دن بیٹھنے والا اور صرف مال ڈنگر تک محدود بندہ ہوں، چل چل کر میرا برا حال ہو گیا ہے۔''

''اچھو تھوڑی ہمت کرو جہاں ٹھہریں گے وہاں میں تمہیں خوب دباؤں گی۔'' سبینا نے پیچھے مڑ کر اس کی ڈھارس بندھائی۔ سڑک پر پہنچ کر دونوں سواری کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ کئی گاڑیاں، ٹرک، بسیں گزر گئیں مگر ان کے اشارے پر کوئی نہ رُکا۔ آخر کار ایک وین والے کو دونوں پر شاید رحم آ گیا۔ اس نے وین روک کر ان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا، سبینا بے فکری سے اچھو کو لے کر وین میں سوار ہو گئی۔ ڈرائیور شریف آدمی تھا اس نے کوئی سوال جواب نہ کیا اور وین کی رفتار بڑھا دی۔ اچھو زندگی میں پہلی بار شہر آیا تھا، بڑی حیرانی سے چاروں جانب دیکھ رہا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے کی مسافت کے بعد وین شہر میں داخل ہو گئی۔ ایک جگہ روک کر ڈرائیور نے انہیں اُتارا اور وین آگے بڑھا دی۔ سبینا اچھو کو لیکر

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

ایک طرف چل پڑی، قریب سے گزرتے خالی رکشہ کو اس نے روکا اور ڈگری کالج کا کہتے اچھو کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ رکشہ مختلف شاہراہوں پر آگے بڑھا جا رہا تھا۔ دُور سے بہت بڑی بلڈنگ کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ رکشہ مین گیٹ کو چھوڑتا سینا کے بتائے پتہ پر آرکا، وہ راستہ شاید کالج ملازمین کی رہائش گاہوں کا تھا۔ رکشہ والے کو کرایہ دیکر سینا نے گٹھڑی دوبارہ اچھو کے سپرد کر دی تھی۔ گیٹ عبور کر کے سینا آگے اور اچھو پیچھے چل پڑا۔ بہت بڑی کالونی تھی، ڈگری کالج اور بڑی بڑی کوٹھیوں سے بعد کواٹروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کواٹروں کی آگے پیچھے دو لائنیں تھیں۔ پچھلی جانب سب سے آخری کواٹر کے سامنے رُکتے سینا نے دستک دی۔

چند پل انتظار کرنا پڑا، دوازہ کھولنے والی دراز قد خاتون تھی جس نے سینا کو دیکھ کر اندر آنے کا کہا۔ ''تم بیٹھو اچھو میں آتی ہوں۔'' سینا خاتون خانہ کو دوسرے کمرے میں لے گئی۔ جب دونوں واپس آئیں تو دونوں کے پاس ناشتہ کی ٹرے اور چائے وغیرہ تھی۔ تمام رات چلتے رہنے اور تھکاوٹ کی وجہ سے اُن کی بھوک چمک اُٹھی، اچھو اشارہ پاکر بے صبری سے ناشتہ کرنے میں جُت گیا۔ ناشتہ کے دوران سینا نے میزبان کا تعارف کراتے بتایا کہ ''یہ روبینہ ہے میری کلاس فیلو اور یہاں اسی کالج میں لیب اسسٹنٹ کے طور پر ملازمت کرتی ہے۔ میں نے اسے اپنے اور تمہارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے ہمیں یہاں کسی قسم کو کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ اتنے بڑے کواٹر میں یہ اکیلی رہتی ہے۔ شادی کی تھی مگر خاوند اسے چھوڑ کر چلا گیا۔'' چائے پینے کے دوران روبینہ نے سینا کو رہنے کیلئے کواٹر کا اوپر والا حصہ دے دیا۔ ناشتہ کے خالی برتن سمیٹ کر دونوں کمرے سے نکل گئیں۔ اچھو کی تھکاوٹ ذرا کم ہوئی اور ذہن کچھ سوچنے کے قابل ہوا تو اسے ہوش آیا۔ اس نے یکدم کتنا بڑا فیصلہ کر ڈالا تھا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ وہ اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ سینا آگئی اور اس نے اچھو کو مخاطب کرتے کہا کہ ''میں نے روبینہ کو بتایا ہے ہم دونوں میاں بیوی ہیں۔'' اچھو شرم سے جھینپ گیا۔ ''ہم تھوڑی دیر آرام کرتے ہیں پھر اوپر والے حصہ کو مل کر رہنے کے قابل بنالیں گے۔'' دونوں الگ الگ صوفہ پر ڈھیر ہو گئے۔ اچھو تو دراز ہوتے ہی خراٹے لینے لگا، سینا خاموشی سے اٹھی اور روبینہ کے کمرے میں آگئی۔

روبینہ چکن کے ٹکڑوں کو نمک مرچ کے بغیر ہی رغبت سے کھا رہی تھی۔ اس نے اپنے سامنے پڑی بڑی سی ٹرے جس میں تازہ چکن کے بہت سارے کچے ٹکڑے تھے سینا کی طرف کر دی۔ سینا نے چکن کا بڑا سا ٹکڑا اٹھایا اور دانتوں سے نوچ کر کھانے لگی۔ دونوں کے منہ سے ہڈیاں چبانے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

صبح سینا نے بے فکر سوئے اچھو کو جھنجھوڑتے اٹھایا، ''اچھو اب اُٹھ جاؤ، ہم نے اوپر والا حصہ صاف کرنا تھا۔''

''اس میں میرا کیا قصور، تم نے جگایا ہی نہیں۔'' اچھو نے صوفہ پر ہی پڑے پڑے جواب دیا۔ ''چلو اُٹھو اور جا کر نہا لو۔ پھر ناشتہ کرنے آجاؤ، روبینہ باجی نے ڈیوٹی پر جانا ہے۔'' سینا نے کچن کی طرف جاتے اسے تیار ہونے کا کہا۔ وہ اٹھ کر واش روم کی جانب چل پڑا۔ روبینہ نے اپنے میاں کا ایک جوڑا سینا کے کہنے پر نکال کر اسے اچھو کے لیے دیتے اس کے ہاتھ

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

سے ناشتہ کا سامان لے لیا۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر روبینہ کالج کی لیب جانے کیلئے کواٹر سے نکل گئی جبکہ وہ دونوں اوپر والے حصہ کی جھاڑ پونچھ میں لگ گئے۔ روبینہ کے آنے تک سبینا نے کھانا تیار کرلیا تھا، تینوں نے ملکر کھانا کھایا اور پھر وہ دونوں کواٹر لاک کر کے اچھو کو شہر گھمانے لے کر چل پڑیں۔

رات گئے تینوں کی واپسی ہوئی پھر وہ دونوں سونے کیلئے اوپر آ گئے۔ ''اچھو تمہیں کوئی کام دھندا بھی آتا ہے یا ساری توجہ مال ڈنگر پر ہی تھی۔''

''گاؤں میں گوشت والے کے ساتھ ہاتھ بٹاتا تھا، جس نے مجھے بکرے، چھترے اور ڈنگر کاٹنے میں خاصا ماہر کر رکھا ہے۔ اگر یہاں یہ کام مل جائے تو میں آسانی سے کرلوں گا۔''

''ٹھیک ہے، صبح روبینہ باجی سے بات کرتی ہوں۔'' سبینا نے اس کے بازو پر اپنا سر ٹکاتے کہا۔ پھر وہ دنیا مافیا سے بے نیاز ہو گئے۔

صبح روبینہ نے یہ مشورہ دیا کہ مارکیٹ میں ایک جاننے والے کے پاس اسے چند روز تک کام سمجھنے کیلئے چھوڑ دیتے ہیں پھر جب یہ شہر کے ماحول سے مانوس ہو جائے گا تو اس کو کہیں دوکان کھول دیں گے۔ دونوں نے روبینہ کی بات سے اتفاق کیا۔ ڈیوٹی سے فارغ ہو کر تینوں مٹن مارکیٹ کی طرف چل پڑے، روبینہ کے واقف کار قصاب نے اپنی دوکان پر اچھو کو کام سکھانے کی حامی بھر لی۔

دوسرے روز اچھو مٹن مارکیٹ میں کام سیکھنے کی غرض سے امین قصاب کی دوکان پر پہنچ گیا۔ اب یہی اس کا معمول بن گیا۔ مارکیٹ سے واپس آ کر وہ سبینا کے ساتھ ادھر اُدھر گھومنے نکل جاتا اور رات گئے دونوں واپس اپنے کمرے میں آتے۔ سبینا اس پر کافی مہربان تھی جس کے باعث اچھو کو ماسوائے اس کے کسی اور کی کوئی پروا نہیں تھی حتیٰ کہ اسے اپنی بہن تک بھول گئی تھی۔ پورے شہر کو اچھو نے آزبر کرلیا تھا گاؤں کی ایک ہی ڈگر پر چلنے والی زندگی سے نکل کر وہ شہر کی ہنگامہ خیز زندگی میں رچ بس گیا تھا۔ امین کی توجہ سے وہ اب اس کی غیر موجودگی میں مٹن شاپ چلانے کے لائق ہو گیا۔ امین دوپہر کو اسے مٹن شاپ پر چھوڑ کر خود بکر منڈی چلا جاتا تھا، اچھو اب مکمل دوکاندار بن چکا تھا۔

کچھ عرصہ بعد فیصلہ ہوا کہ اب اچھو کو کسی مناسب جگہ پر اپنی دوکان کھول دینی چاہئے۔ وہ امین کے ساتھ بکر منڈی بھی آتا جاتا تھا، اسے جانور بھی لینے دینے آ گئے تھے اور کئی ایک اچھے لوگوں سے اس کی واقفیت بھی ہو چکی تھی۔ روبینہ کے کسی جاننے والے نے شہر کے ایک پوش علاقہ میں بنی مارکیٹ کے کونے پر عارضی جگہ لے دی اور سامان رکھنے کا بندوبست سامنے کے سبزی والے کو کہہ کر کروادیا۔ پہلے روز اس نے دو بکرے سلاٹر ہاؤس سے لئے اور اللہ کا نام لے کر اپنی دوکان پر آن بیٹھا، سبزی والے نے بھی اس کی مدد کی اور کئی گاہک اس کے پاس بھیجے، دوپہر تک اچھو دونوں بکرے بیچ کر فارغ ہو گیا۔ اچھا گوشت اور گاہک کی مرضی شامل ہونے پر اچھو کا کام بہتر سے بہتر ہوتا گیا۔ اسی دوران مارکیٹ کے اندر ایک دوکان خالی ہوئی تو مارکیٹ کے مالک نے جو اچھو سے گوشت خریدتا تھا، کرایہ پر دوسروں سے کم ایڈوانس پر دینے کی پیشکش کی۔ اچھو نے سبینا سے بات کی اس نے فوراً دوکان لے لینے کا مشورہ دیا۔ ''مگر ہمارے پاس ایڈوانس کی رقم کہاں سے آئیگی؟'' اچھو نے کہا۔

''یہ سوچنا میرا کام ہے، تم بس دوکان کھولنے کی

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

تیاری کرو۔'' سبینا نے کہا اور پھر واقعی رقم کا بندوبست کر دیا۔ اس نے بتایا کہ میں نے اپنا زیور دیکر روبینہ سے اُدھار لے لیا ہے۔

اچھو قصاب نے باہر سے اٹھ کر اندر مارکیٹ میں مٹن کی شاپ کھول لی اور روز بروز اس کا کام ترقی کرتا چلا گیا۔ گھر کی مٹن شاپ تھی چنانچہ گھر میں گوشت کی گنگا بہنے لگی۔ ایک دوبار اچھو نے سبینا سے بات کرنے کی کوشش کی کہ ہم الگ سے مکان لے لیتے ہیں کب تک یونہی روبینہ کے گھر میں بیٹھے رہیں گے، جواب میں سبینا نے یہ کہہ کر اسے مطمئن کر دیا کہ ہمارے رہنے سے روبینہ کو کوئی ٹینشن نہیں اگر تمہیں محسوس ہوتا ہے تو اوپر والے حصہ کا کرایہ مقرر کر دو۔

''یہ بات ٹھیک ہے۔'' اچھو نے کھانا کھاتے سبینا کی تجویز پر جواباً کہا۔ ''اور ہاں اچھو سامنے والوں نے قیمہ لانے کے پیسے دیئے تھے ساتھ میں گھر کیلئے بھی ڈھیر سارا قیمہ لیتے آنا شام کو۔'' سبینا نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' دوسرے روز اچھو پڑوسیوں کے لیے اور گھر پکانے کیلئے کافی سارا قیمہ بنا لایا۔ روبینہ اور سبینا نے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور مسکرا دیں۔

ایک روز اچھو مارکیٹ سے جلد فارغ ہو کر واپس کواٹر پہنچا تو باہر تالا پڑا ہوا تھا۔ وہ اسی طرح سامان جو وہ گھر کیلئے لایا تھا پکڑے پکڑے واپس کالج کی لیب کی طرف چل پڑا۔ اکثر سبینا روبینہ کی لیب میں چلی جاتی تھی مگر وہاں روبینہ نے جواباً بتایا کہ وہ یہاں نہیں آئی، ''شاید گھر کا ضروری سامان لینے نہ چلی گئی ہو تم یہ چابی لے جاؤ آخری پیریڈ پریکٹیکل کا ہے میں بھی فارغ ہو رہی ہوں۔'' روبینہ نے چابی پکڑاتے کہا۔ اس نے چابی لی اور کواٹروں کی جانب چل پڑا۔ جب وہ اپنے کواٹر کے قریب آیا تو کئی خونخوار کتوں کو اِدھر اُدھر بے چینی سے چکر کاٹتے پایا۔ کواٹر اندر سے بند تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ سبینا اس کے جانے کے بعد واپس آ چکی تھی۔ اچھو پر نظر پڑتے ہی وہ کتے دُور بھاگ گئے، مگر کواٹر کے آس پاس ہی رہے۔ اچھو اُن کے وہاں سے نہ جانے پر حیران تھا۔ بہرحال دروازہ کھٹکھٹانے پر سبینا نے اندر سے کنڈی کھولی تو یکدم سارے کتے دروازے کیطرف لپکے، اچھو نے اندر داخل ہو کر جلدی سے دروازہ بند کر لیا۔ ''کہاں گئی تھی تم؟''

''ذرا بازار تک گئی تھی، کچھ چیزیں لانا تھیں۔ سبینا نے سامان اس کے ہاتھ سے پکڑتے جواب دیا۔

جب وہ سامان پکڑنے اس کے قریب آئی تو اچھو کے نتھنوں میں اس کے جسم سے پھوٹتی سمجھ نہ آنے والی مہک ٹکرائی۔ یہ وہی مہک تھی جو پہلی بار اس کے احساس کو چھوتی اچھو کو مدہوش کر گئی تھی۔ سبینا سامان رکھتے اوپر جانے کیلئے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ باہر کتوں کے بھونکنے کی کربناک آوازیں ان کے کانوں میں پڑ رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد جب وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے اچھو نے سبینا سے کتوں کے کواٹر کے باہر بے چینی سے بھونکنے کا سبب پوچھا۔ ''مجھے کیا معلوم؟'' سبینا نے بیٹھ کر کروٹ بدلتے جواب دیا۔

''ان کی بے چینی یہ ثابت کر رہی ہے جیسے آس پاس کوئی کتیا ہے، جیسے ہمارے گاؤں میں ایک کتیا کے پیچھے کئی ایک آوارہ کتے ایک دوسرے کو نوچتے اور مرنے مارنے پر تُل جاتے ہیں مگر مجال ہے وہ اس کا پیچھا چھوڑیں۔''

''اچھا تم اپنے گاؤں کی کہانی چھوڑو ان کو بھونکنے

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

Gipsy®

www.lasaniindustries.com

نام بھی لاثانی ، معیار بھی لاثانی

مشہور و معروف جپسی کاسمیٹکس کے مینوفیکچرنگ، مارکیٹنگ اور ٹریڈ مارک کے تمام تر جملہ حقوق بشمول کاپی رائٹس اب لاثانی کاسمیٹکس (پرائیویٹ لمیٹڈ) کی ملکیت ہیں۔

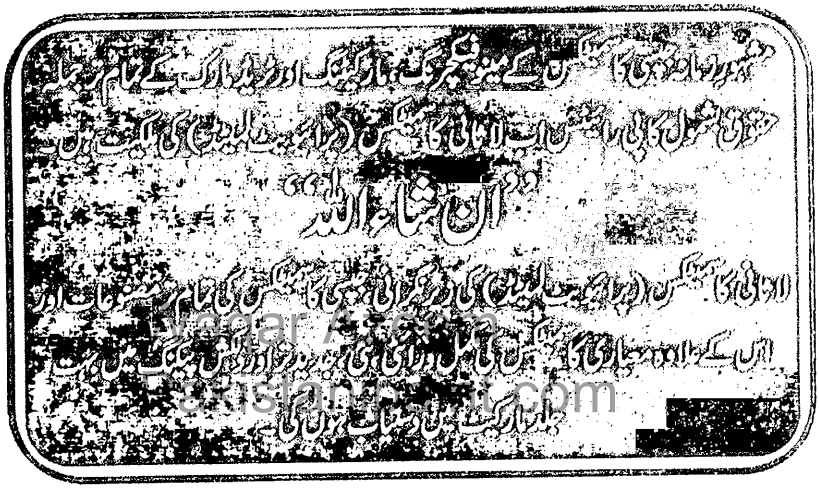

ان شاء اللہ

لاثانی کاسمیٹکس (پرائیویٹ لمیٹڈ) کی زیر نگرانی جپسی کاسمیٹکس کی تمام مصنوعات اور ان کے علاوہ معیاری کاسمیٹکس [illegible] پیکنگ میں بہت جلد مارکیٹ میں دستیاب ہوں گی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

Manufacturing and Marketing by:

Lasani Cosmetics Private Limited

Manawan, Batapur, Lahore.
Ph: 042-37188844-37188855, Fax: 042-37180
lasanipharma@yahoo.com, info@lasanipharma

دو یہ ان کی عادت اور عام بات ہے۔'' اچھو سبینا کے وجود سے پھوٹنے والی اس عجیب وغریب بُو سے تمام رات اُلجھتا رہا مگر اس نے سبینا پر یہ بات ثابت نہ ہونے دی کہ وہ اس سے خاصا بیزار ہے۔ صبح جب وہ سلاٹر ہاؤس جانے لگا تو کئی بڑے چھوٹے کتے کوارٹر کے باہر اِدھر اُدھر پڑے ہوئے تھے اچھو پر نظر پڑتے ہی وہ یکدم چوکنے ہوگئے جیسے کوئی ان سے بڑا خونخوار ان کی ہی برادری کا ہو۔ وہ ان سے بچتا ہوا کالج کے گیٹ کی طرف چل پڑا مگر تمام دن وہ کام کے دوران ان کتوں اور سبینا سے آنیوالی بُو کے بارے میں غور کرتا رہا۔ شام کو جب واپس آیا تو کتے اسے دوبارہ اپنا استقبال کرتے ملے مگر اسے قریب پاکر وہ دُور بھاگ جاتے۔ یہ سلسلہ تین چار روز تک یونہی جاری رہا اس دوران وہ عجیب بُو جو سبینا کے وجود سے اُٹھ رہی تھی وہ قدرے کم ہوگئی۔ دھ کتوں کی تعداد ہوتے ہوتے بالکل ختم ہوگئی تھی۔ سبینا دن رات اَدھ موئی سی پڑی رہتی جیسے اس کا جسم نقاہت سے چور چور ہو۔ اچھو گھر آتے ہی اس کی خدمت میں لگ جاتا۔ روبینہ گھر کے کام کرتی جبکہ سبینا بیڈ پر پڑی رہتی ایک دو بار اچھو نے کوشش کی کہ وہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جائے مگر اس نے یہ کہہ کر بات ٹال دی کہ خود بخود ٹھیک ہو جاؤں گی تم فکر نہ کرو اس صورتحال سے ہم خواتین کو گزرنا پڑتا ہے۔ سبینا کے جواب سے اچھو مطمئن ہوگیا۔

ایک روز اچھو کو آنے میں دیر ہوگئی تو سبینا پریشان ہوگئی۔ پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ اچھو اتنی رات گئے تک گھر نہیں لوٹا تھا، روبینہ بھی اس بات پر پریشان تھی۔ آخر باہر دستک ہوئی سبینا نے بھاگ کر دروازہ کھولا تو سامنے اچھو کو بُری حالت میں کھڑا پایا، ہونٹوں سے خون رس رہا تھا اور سامنے کے حصہ سے قمیض بھی بُری طرح پھٹی ہوئی تھی۔ روبینہ بھی آگئی اسے اس حالت میں پاکر وہ بھی پریشان ہوگئی اور پوچھا ''یہ کیسے ہوا؟'' سامنے والی دوکان کے بھائی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا، اسے لے کر میں بھی ان کے ہمراہ ہسپتال چلا گیا۔ وہاں دیر ہوئی واپسی پر چھوٹا گیٹ اندر سے بند تھا میں بڑے گیٹ کو پھلانگ کر اندر آگیا۔ بڑے دفتر کے رات والے چوکیدار سے تکرار ہوگئی اور ہاتھا پائی میں اس نے میرے تھپڑ دے مارا، میرا ہونٹ پھٹ گیا۔'' اچھو نے پھٹی قمیض اُتارتے روبینہ کو بتایا۔ ''چلو کوئی بات نہیں تم منہ دھو کر دوسرے کپڑے بدل لو۔ سبینا یہ کہہ کر اوپر چلی گئی، روبینہ منہ میں بڑبڑاتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ معمولی بات تھی ایک دو روز بعد حالات نارمل ہوگئے۔

ناغہ والے دن اچھو بے فکری سے پڑا سویا رہتا تھا مگر باہر ہونیوالے شور نے اسے اٹھنے پر مجبور کر دیا۔ سبینا اور روبینہ نیچے والے کمرے میں تھیں وہ اُٹھ کر ان کی طرف آیا تو وہ بے خبری سے ایک دوسری میں گھسی خراٹے بھر رہی تھیں۔ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا تو آس پاس کے سبھی رہائشی جمع تھے۔ اچھو نے دریافت کیا کہ کیا مسئلہ ہے تو اسے پتہ چلا کہ کسی خوفناک درندے نے رات کو بڑے دفتر کے چوکیدار کو نوچ نوچ کر مار ڈالا اور کئی جگہ سے اس کا گوشت بھی چبا ڈالا، اچھو نے کوارٹر کا دروازہ باہر سے بند کیا اور مین آفس کی طرف چل پڑا۔ وہاں خاصا رش لگا ہوا تھا۔ پولیس موقع واردات کا معائنہ کر رہی تھی۔ سامنے اس چوکیدار کی جگہ جگہ سے نوچی لاش پڑی تھی جیسے کئی کتوں نے مل کر اس پر حملہ کر کے اس کو مار ڈالا ہو۔ فوراً

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اس کے ذہن میں وہ بہت سارے خونخوار کتے جاگ اٹھے جو کچھ دنوں پہلے اس کے کوارٹر کے آگے دن رات جمع رہتے تھے پھر اچانک غائب ہو گئے تھے۔

اس کے دماغ میں خیال آیا کہ ہوسکتا ہے اس نے ان آوارہ کتوں پر حملہ کیا ہو اور وہ مل کر اس پر پل پڑے ہوں۔ کچھ دیر تک وہ وہاں ساری کاروائی دیکھتا رہا پھر واپس کوارٹر کی جانب چل پڑا۔

کچھ دن گزرے تھے کہ کالج کی اس جانب جہاں پر مرکزی قبرستان تھا، اس سڑک پر رات کے ناکہ پر موجود پولیس قومی رضار کی اسی طرح ادھڑی ہوئی لاش پڑی ملی۔ اوپر نیچے دو خوفناک وارداتوں نے پورے شہر میں خوف و ہراس پھیلا دیا تھا۔ لوگ رات کو گھروں سے نکلتے ہوئے گھبراتے تھے۔ اچھو نے سبینا اور روبینہ کو مخاطب کرتے کہا کہ ''یہ اچانک کونسی بلا اس شہر میں آن وارد ہوئی ہے، مجھے تو خود صبح منہ اندھیرے نکلنا ہوتا ہے۔'' اچھو کے چہرے پر خوف و پریشانی دکھائی دے رہی تھی، دونوں نے ایک دوسری کی جانب مسکراتی آنکھوں سے دیکھا۔ ''بجائے ہم دونوں کو تسلی دینے کے تم تو خود ڈر رہے ہو۔'' سبینا نے اچھو پر فقرہ کسا۔ ''تمہارے گھر سے نکلنے کے بعد ہم دونوں گھر میں اکیلی رہ جاتی ہیں اگر وہ بلا، یا جو کوئی بھی ہے ادھر آ گئی تو ہم ٹھہریں کمزور لڑکیاں، کیا بنے گا ہمارا؟'' روبینہ نے اسے اپنی طرف مخاطب کرتے پوچھا۔ ''تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے جاتا ہوں۔'' اچھو نے اپنا اندرونی خوف دباتے جواباً کہا۔

.....

اچھو کہنے لگا یہ جو میں نے آپ کو ابھی تک بتایا ہے ملے جلے واقعات ہیں مگر اب میں وہ کہنے جا رہا ہوں جس کی مجھے سزا ہوئی ہے۔

''جب سے سبینا میری زندگی میں وارد ہوئی تھی مجھے اس کے سوا اور کچھ سوجھ ہی نہیں رہی تھا۔ میرا کام خاصا بڑھ چکا تھا میں بہت کوشش کرتا کہ اپنی کمائی ہوئی رقم سبینا پر خرچ کروں مگر وہ انتہا درجہ کی سادہ اور الگ تھلگ رہنے والی لڑکی تھی۔ زیادہ سے زیادہ اس کی فرمائش یہ ہوتی تھی کہ میں گھر آتے قیمہ، دل کلیجی اور بغیر ہڈی کے بوٹیاں لیتا آؤں جو میں نے جب سے دوکان کھولی تھی باقاعدگی سے لا رہا تھا۔ دونوں بڑی رغبت سے بھون بھون کر کھاتیں اور مجھے بھی کھلاتی تھیں۔ جب وہ کچن میں ہوتیں تو مجھے یہ کہہ کر اوپر بھیج دیتیں کہ ''گوشت سے اُٹھنے والا دھواں آئے گا تمہیں، ہم تمہیں اوپر ہی پہنچا دیں گی۔'' میں اس کی بات مان کر اوپر چلا جاتا۔

ایک رات میں واش روم جانے کیلئے اُٹھا تو سبینا بیڈ پر نہیں تھی۔ میں سمجھا وہ واش روم میں ہے مگر واش روم کا دروازہ کھلا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ سبینا واش روم میں نہیں تھی۔ میں نے اس کی تلاش میں نیچے جانے کا فیصلہ کیا۔ نیچے مکمل خاموشی اور گہرا اندھیرا تھا میں نے روبینہ کے کمرے کو دیکھا پھر کچن اور باہر والا کمرہ دیکھا مگر وہ دونوں نظر نہ آئیں۔ میں اندر سے لگی کنڈی دیکھ کر اور بھی زیادہ فکر مند ہو گیا۔ اگر وہ باہر گئیں ہیں تو پھر اندر کون ہے جس نے کنڈی اندر سے لگا دی۔ میرے وجود میں عجیب طرح کی کیفیت ابھر کر ڈوب گئی۔ اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں چلتا ہوا واش روم آیا اور پھر بغیر روشنی کیے اپنے بیڈ پر آ گیا۔ میرے کان ہر آہٹ پر لگے ہوئے تھے مگر پورے کوارٹر میں صرف مجھے اپنی ہی سانس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تھی یکدم میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں سبینا دروازے سے اندر آرہی تھی، میں اس طرح بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا جیسے میں بے خبر پڑا سو رہا ہوں۔ وہ آہستہ سے بیڈ کے دوسرے کونے میں لیٹ گئی۔ مجھے کمرے سے ایسی بُو آنے لگی تھی جیسے دو تین دن پرانی انسانی لاش سے آتی ہے۔ میں اس صورتحال سے خاصا پریشان ہو چکا تھا۔ نیند مجھ سے کوسوں دور تھی۔ مگر سبینا پڑی بے خبر سو رہی تھی۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ سبینا سو چکی ہے میں چپکے سے اٹھا اور نائٹ بلب روشن کرتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔ اس کا چہرہ مدھم روشنی میں مجھے عجیب سا دکھائی دیا جو ہاتھ اور کلائی اس نے اپنے سینے پر رکھی ہوئی تھی اس پر جگہ جگہ خون لگا ہوا تھا۔ غور سے دیکھنے پر اس کے ہونٹوں پر بھی خون کی سرخی دکھائی دی۔ اس سے پہلے کہ کوئی گڑبڑ ہوتی میں نے نائٹ بلب آف کر دیا اور دبے قدموں چلتا ہوا بیڈ پر آن لیٹا۔ میرا تجسس بڑھ رہا تھا کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے۔ سبینا کے جسم پر تازہ خون اچانک میرے ذہن میں ایک خوف اُبھر کر ڈوب گیا کہیں روبینہ کو تو اس نے۔۔۔۔۔۔۔۔ اس سے آگے میں کچھ نہ سوچ سکا۔ بڑی ہمت کر کے میں اُٹھا اچھی طرح تسلی کر لینے کے بعد کہ سبینا بے خبر پڑی سو رہی ہے دبے قدموں چلتا سیڑھیاں اُتر آیا، روبینہ کا کھلا دروازہ اب اندر سے بند تھا میں کمرے کی کھڑکی کی طرف آ گیا، لہراتے پردے کے کونے سے اندر جھانکا روبینہ نیم برہنہ لباس میں اپنے بیڈ پر کروٹ لئے لیٹی سو رہی تھی اور قریب پڑی قمیض پر خون کے دھبے نمایاں دکھائی دے رہے تھے۔ اب میرا یہ حال تھا کہ ڈر کے مارے کانپ رہا تھا۔ بڑی مشکل سے میں آواز کئے بغیر اوپر آ کر لیٹ گیا۔ کب نیند نے آلیا خبر نہ ہوئی۔

جب آنکھ کھلی تو سبینا حسب عادت میرے قریب بیٹھی مجھے جگا رہی تھی۔ میں نے اس پر کچھ بھی ظاہر نہ ہونے دیا کہ رات کی ساری صورتحال میرے علم میں ہے۔ میں روز کی طرح اٹھا ضروریات سے فارغ ہو کر سبینا کا بنایا ناشتہ کرنے کیلئے بیٹھ گیا، ساتھ ہی کن اکھیوں سے اس کے سراپے کا جائزہ بھی لے رہا تھا اس نے اپنے آپ کو صاف ستھرا کر رکھا تھا اور رات والے کپڑے بھی بدل لئے تھے۔ دھونے والے تمام کپڑے سیڑھیوں کے نیچے کونے میں رکھے ہوئے تھے۔ میں نے سبینا سے آنکھ بچا کر جلدی سے اس کے اُتارے کپڑے چیک کئے تو ان پر جگہ جگہ خون جما ہوا تھا۔ پھر میں اپنے کام پر جانے کیلئے کوارٹر سے باہر نکل آیا جب رکشہ اسٹینڈ کے قریب پہنچا تو وہاں بہت سارے لوگ جمع تھے۔ چھوٹے سے ہوٹل کے اگلے کھڑے پر روٹیاں لگانے والے بد نصیب کی جگہ جگہ سے اُدھڑی ہوئی لاش پڑی تھی۔ قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی سے دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ اسے بھی کسی خوفناک بلا نے چیر پھاڑ ڈالا تھا۔ مجھے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا، میری سمجھ میں کچھ کچھ آ رہا تھا۔ بڑی مشکل سے خود پر قابو پایا اور بے دلی سے دوکانداری کی۔

شام کو واپس آتے میں نے جان بوجھ کر گھر کیلئے گوشت وغیرہ نہ لیا میں دونوں کا ردِعمل دیکھنا چاہتا تھا مگر دونوں نے اس بات کا کوئی نوٹس نہ لیا۔ شام کے کھانے کی جگہ دونوں نے دودھ پیا اور مجھے بھی پلایا۔ میں جان تو گیا تھا کہ یہ دو چار روز اسی طرح کریں گی کیونکہ چوکیدار کے قتل کے بعد بھی گھر میں ایسا ہی ہوا تھا پھر سب کچھ روٹین میں ہونے لگا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

خون تو دونوں کے کپڑوں اور جسم پر میں دیکھ چکا تھا اب صرف مجھے اس بات کا انتظار تھا کہ دونوں کب انسانی شکار پر نکلتی ہیں۔ جو کچھ میرے مشاہدے میں آرہا تھا اسے میں سابقہ روٹین اور موجودہ صورتحال سے ملا کر اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ گزشتہ دو وارداتوں کے بعد دونوں اسی انداز میں نڈھال ہو کر دو تین دن واجبی سا کھاتی پیتی تھیں۔ میں نے کبھی نوٹس نہیں لیا تھا جب سے میرے دیکھنے میں آیا تو پچھلی ساری کڑیاں جوڑتے جوڑتے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ دونوں مافوق الفطرت چیزیں ہیں جو انسانوں کی شکل میں انسانوں کے بیچ رہ رہی ہیں۔ فدا بھٹہ صاحب نے بتایا تھا کہ جنات اکثر سانپ کی شکل میں دکھائی دیتا ہے اگر وہ راستہ روک لے تو اسے تنبیہہ کرتے کہا جائے کہ اگر تُو جن ہے تو راستہ چھوڑ دے، اگر وہ چلا جائے تو جن اگر نہ جائے تو اسے ٹھکانے لگا دینا چاہیے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ ایسے حالات میں جنات نے جو بھی شکل اختیار کر رکھی ہو، تو وہ مرنے کے بعد بھی اسی شکل میں رہے گا۔ میرے وجود میں سبینا کا خوف اس لئے نسبتاً کم تھا کہ وہ میری شریک حیات کے طور پر رہ رہی تھی۔ مگر جو حالات پے در پے سامنے آرہے تھے اس وجہ سے میں خاصا پریشان ہو چکا تھا۔ میں نے ان پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا کہ مجھے ان دونوں پر شک ہو چکا تھا۔

کچھ روز بعد روبینہ نے مجھے مخاطب کرتے پوچھا ''اچھو بھائی آج کل آپ چپ چپ اور گم صم سے رہنے لگے ہیں اور گھر گوشت وغیرہ بھی نہیں لا رہے کہیں کاروبار میں کمی بیشی تو نہیں چل رہی؟۔''

''نہیں آپی۔'' میں روبینہ کو آپی کہہ کر بلاتا تھا۔ ''دراصل گوشت اچھا نہیں مل رہا۔'' میں نے بات بنائی۔ ''تو ٹھیک ہے آج گھر کا سامان لینے جانا ہے ہم لیتے آئیں گے۔''

''روبینہ میں بھی دیکھ رہی ہوں کہ یہ مجھ سے بھی سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔'' سبینا نے بیچ میں بولتے ہوئے شکایتی انداز میں میری طرف دیکھا۔ گوشت کا ناغہ تھا اس لئے میں گھر پر ہی تھا وہ دونوں مارکیٹ سودا وغیرہ لینے چلی گئیں تو میں نیچے آگیا۔ پورے کمرے کا جائزہ لیا حتیٰ کہ روبینہ کے رکھے سامان کو بھی دیکھا مگر کوئی بھی غیر ضروری یا مشکوک چیز نہ دکھائی دی۔

آہستہ آہستہ زندگی پھر سے اسی ڈگر پر رواں دواں ہوگئی۔ میں پھر سبینا کے اشاروں پر چلنے لگا۔ گوشت سے فریج پھر بھر گئی، اب وہ خود بھی آتے جاتے مارکیٹ سے اپنی پسند کا گوشت وغیرہ لے آتی تھیں۔ میں نے اس بات کا کوئی نوٹس نہ لیا مگر میں اب رات کو خبردار ہو کر سوتا تھا۔ سبینا بے فکری سے پڑی سوئی رہتی۔ میں اسی کشمکش میں رہا کہ اُس رات کو جو میں نے دیکھا تھا وہ میرا وہم تھا۔ یا ہو سکتا ہے میں نے وہ سب کچھ خواب میں دیکھا ہو اور اسے سچ جان بیٹھا۔ مگر میں ہر پل دونوں کی ٹوہ میں رہتا تھا۔ اب میں جان بوجھ کر گھر کیلئے قیمہ اور دل کلیجی لاتا وہ بھی خون میں لتھڑی ہوئی مگر ان کی طرف سے کوئی ایسی بات دکھائی نہ دی جس سے میرا وہم یقین میں بدل جاتا۔ آس پاس کوئی نئی واردات بھی نہیں ہوئی تھی۔ اور لوگ آہستہ آہستہ سب بھول چکے تھے۔

یہ کچھ روز بعد کا ذکر ہے، دو دن سے آپی کی طبیعت خراب تھی اور گھر کا سارا کام سبینا کر رہی تھی۔ میں آپی کی خیریت دریافت کرنے کیلئے اٹھا اور سیڑھیاں اُترتے نیچے آگیا۔ کمرے کا دروازہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اندر سے بند تھا اور وہ دونوں کمرے میں تھیں۔ پہلے خیال آیا کہ دستک دُوں مگر پھر رُک گیا اور دروازے کی درمیانی درز سے آنکھ لگاتے اندر جھانکا۔ دونوں بیڈ پر بیٹھی کچھ کھا رہی تھیں۔ ذرا غور کیا تو میں بُری طرح چونکا، پلیٹ میں میرا لایا گوشت اور دل کلیجی تھی اور وہ دونوں کچا ہی کھانے میں مصروف تھیں۔ میرے پاؤں مَن مَن کے ہو رہے تھے۔ میں دبے قدموں چلتا اوپر اپنے کمرے میں آگیا اور بیڈ پر کٹے درخت کی مانند گر پڑا۔ میرا ذہن بُری طرح چکرا رہا تھا۔ مجھے وہ سب کچھ یاد آنے لگا کہ جب یہ دونوں کچن میں کباب وغیرہ بنا رہی ہوتی تھیں تو مجھے کیوں دھویں کے بہانے اوپر بھیج دیتی تھیں۔ یہ کون تھیں؟

مجھے سبینا گھڑ سرائے کے کھنڈرات میں اس حالت میں ملی تھی کہ جیسے وہ بچ بچ گھر سے فرار ہو کر آئی ہو۔ وہاں تاریک کھنڈر میں بے خوف و خطر اکیلی، یا خدا مجھے معاف کرنا میں ان کی اصلیت جان چکا تھا۔ شہر میں ہونیوالی قتل کی وارداتیں ان کا ہی کیا دھرا تھیں۔ یہ سوچ کر کہ یہ دونوں کبھی بھی میرا کام تمام کر سکتی ہیں میں کانپ کر رہ گیا۔ اب میں ہر پل آنیوالے وقت سے نمٹنے کیلئے تیار رہتا۔ پہلے میں نے سوچا کہ چپکے سے بھاگ جاؤں مگر پھر یہ سوچ کر کہ جاؤں گا کہاں۔ سبینا اور روبینہ کی غیر مرئی قوت کا مظاہرہ میں اس رات دیکھ چکا تھا جب دروازہ اندر سے بند تھا اور یہ دونوں گھر پر نہیں تھیں اور پھر اچانک جیسے آسمان سے ٹپک پڑی ہوں۔ وہ جو بھی تھیں مگر تھیں پُر اسرار۔

میں نے اپنی حفاظت کے لیے گوشت کاٹنے والا چُھرا دوکان سے لا کر اپنے کمرے میں چھپا رکھا تھا اور خود ہر پل چوکنا تھا۔ دونوں اس بات سے بے خبر تھیں کہ مجھے ان کی اصلیت کا پتہ چل چکا ہے۔

ایک دو روز سے میں ان پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھا، خاص کر سبینا پر جو ضرورت سے زیادہ متحرک تھی۔ اس کی آنکھوں کی بے چینی بتا رہی تھی کہ کچھ ہونیوالا ہے۔ میں کھانا کھانے کے بعد نیچے والے کمرے میں آگیا جہاں ٹی وی رکھا ہوا تھا، تھوڑی دیر بعد میں اوپر آگیا۔ سبینا کوئی کتاب دیکھ رہی تھی مجھے دیکھ کر اس نے کتاب رکھ دی اور میرے پاس بیڈ پر آبیٹھی۔ ''کیا بات ہے جلدی آگئے؟''

''ہاں تھکاوٹ سی تھی نیند آرہی ہے۔''

''چلو سو جاؤ میں تمہارا سر دبا دیتی ہوں۔'' اس نے میرا سر اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔ اس کے دبانے سے مجھے راحت تو مل رہی تھی مگر اندرونی کیفیت مجھے خبردار کر رہی تھی کہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ آہستہ آہستہ میں نے آنکھیں بند کرتے سونے کی ایکٹنگ کی اور پھر میں خراٹے لینے لگا مجھے اچھی طرح سوتے دیکھ کر وہ بیڈ سے اُٹھی اور دروازہ بند کرتے باہر نکل گئی۔ میں دم سادھے پڑا سوتا رہا تھوڑی دیر بعد سیڑھیوں پر آہٹ ہوئی۔ میں کروٹ لئے بظاہر سو رہا تھا مگر نیم وا آنکھوں سے دروازے کی ہی جانب دیکھ رہا تھا۔ دروازہ کھلا اور دونوں اندر آئیں۔ مجھے سوتے دیکھ کر وہ دونوں مطمئن ہو گئیں اور دوبارہ دروازہ بند کرتے باہر نکل گئیں۔

جب مجھے مکمل یقین ہو گیا کہ نیچے کوئی حرکت نہیں ہو رہی تو میں بڑی آہستگی سے اُٹھا اور بغیر آواز پیدا کئے دروازہ کھولتے بڑے محتاط انداز میں سیڑھیاں اُتر کر نیچے آگیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا اور وہ دونوں غائب تھیں۔ اچھی طرح یقین کر لینے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

آفتاب قرشی
قدرتی اجزا سے بھرپور
بزوری
مشروب جاں
100% NATURAL
شربت صندل
Aftab Qarshi Dawakhana
Muzamil Town, 20k Multan Road, Chong Lahore

کے بعد میں ڈرا سہما اوپر آ گیا۔ پہلے میرا دل کیا کہ بھاگ جاؤں مگر اس ڈر سے کہ وہ مجھے ڈھونڈ لیں گی دل مضبوط کر کے ان کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ رات کے آخری پہر ان کے آنے کے آثار محسوس ہونے لگے۔ میرے کان مسلسل آہٹ کی طرف متوجہ تھے، واش روم میں بہتے پانی کی آواز پر مجھے یقین ہو گیا کہ وہ خود کو صاف کر رہی ہے۔ پھر تھوڑی دیر بعد سبینا میرے پاس بیڈ پر آ لیٹی، ایک دو بار اس نے جان بوجھ کر مجھ پر بازو پھینکا جیسے نیند میں کروٹ لیتے وہ کرتی تھی، میں نے اس پر یہی ظاہر کیا کہ میں بے خبر سو رہا ہوں۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ بے سدھ ہو کر سو چکی ہے میں نے اپنے دل میں باندھے پکے ارادے کو عملی جامہ پہنانے پر غور کرنا شروع کر دیا۔

ہر زاویے سے سوچنے کے بعد میں نے سبینا پر گہری نظر ڈالی جو سوتے میں بڑی معصوم دکھائی دے رہی تھی۔ پھر یکدم جیسے مجھے ہوش آ گیا۔ میں اُٹھا اور کمرے میں چھپایا ہوا چھرا نکالتے سبینا کے قریب آ گیا۔

اس کا چہرہ دوسری جانب تھا اور گردن میری نظر کی زد میں تھی۔ میرے اندر کا قصاب جاگ گیا تھا میرا ہاتھ اُٹھا اور سبینا کا سر تن سے جدا ہو کر بیڈ سے نیچے جا پڑا اس کے تڑپتے جسم کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں دبوچ رکھا تھا۔ پھر وہ ساکت ہو گئی اس کا سر بالوں سے پکڑ کر میں نے اس کے جسم کے ساتھ رکھتے بستر کی چادر میں اس کو اچھی طرح لپیٹ دیا اور اسی پوزیشن میں چھرا پکڑے دبے قدموں سیڑھیوں کی طرف آ گیا۔ روبینہ کمرے میں نائٹ بلب کی روشنی میں ڈوبی بے خبر پڑی تھی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا جو بغیر آواز کے اندر کی جانب کھل گیا۔ میرے اندر جو جنونی جذبہ موجزن تھا اس میں انسانیت کی بھلائی کارفرما تھی۔ میں ان دونوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتا تھا جو معصوم انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتار رہی تھیں اور انسان کے روپ میں جانور تھیں۔

روبینہ اب بھی بے خبر پڑی خراٹے لے رہی تھی۔ کچھ دیر میں اس کا جائزہ لیتا رہا کہ عام زندگی میں سیدھی سادھی دکھائی دینے والی روبینہ درحقیقت کوئی خون آشام بلا ہو گی۔ بے قصور انسانوں کے قتل میں ملوث، وہ دونوں خدا جانے کب سے یہ کام کرتی چلی آ رہی تھیں۔ میرا ہاتھ اُٹھا اور ساتھ ہی روبینہ کا سر بھی تن سے جُدا ہو گیا۔ اسے میں اسی طرح تڑپتا چھوڑ چھرا لے کر باہر نکل آیا۔ دروازہ باہر سے بند کر کے میں پیدل جانے والے راستے کی طرف ہو گیا، جسے کوارٹرز کے مکین باہر جانے کیلئے استعمال کرتے تھے۔ میرا سارا جسم ٹوٹ رہا تھا چلتے چلتے میرے پاؤں میرا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ بڑی مشکل سے خود کو سنبھالتے کوتوالی پہنچا اور چھرے سمیت خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ میرے اقرارِ جرم پر پولیس پارٹی کالج کے کوارٹر پہنچی اور دونوں کی لاشیں قبضہ میں لے کر پوسٹ مارٹم کیلئے بھجوا دیں، جہاں پہلے سے ایک لاوارث لاش موجود تھی جسے کسی بے رحم نے اسٹیشن کے بتی گودام کے قریب بُری طرح چیر پھاڑ ڈالا تھا۔

اس دن کے بعد سے شہر میں کوئی بھی اس طرح کی دل دہلا دینے والی واردات دیکھنے میں نہیں آئی ہے۔"

اچھو نے اُٹھتے ہوئے بتایا اور واپس اپنے سیل کی طرف چل پڑا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

عیدالاضحیٰ

گوشت کھائیے مگر ذرا ہاتھ روک کر!

حکیم محمد عثمان

گوشت میں لذت ہے، ذائقہ ہے، طاقت ہے مگر دیکھا جائے تو اس کا زیادہ استعمال بھی صحت کے لیے مضر ہے۔ ہمارے ملک میں گوشت خوری کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔ جس کی وجہ سے اب امراض قلب اور گردوں کی پتھری کی شکایت عام ہوتی جارہی ہے۔

عیدالاضحیٰ کے فرائض اور گوشت استعمال کرنے کے مفید اور آزمودہ طریقے

عیدالاضحیٰ کی تیاری اپنی اپنی حیثیت کے مطابق سب مسلمان کرتے ہیں۔ گائے، بھینس، بکرا، مینڈھا، اونٹ، دنبا، بھیڑ کی قربانی دی جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی یاد اس مذہبی تہوار پر تازہ ہوتی ہے۔ غریبوں میں بھی گوشت بانٹا جاتا ہے تاکہ وہ بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔ نمود و نمائش سے بچ کر قربانی کرنی چاہیے۔ بکرا چاہے پچاس ہزار کا ہو یا لاکھ کا۔ اللہ کی خوشنودی کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ مقدس فریضہ ادا کرنا چاہیے۔ اس عید پر غریب اور مستحق لوگوں کو بھی گوشت فراوانی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

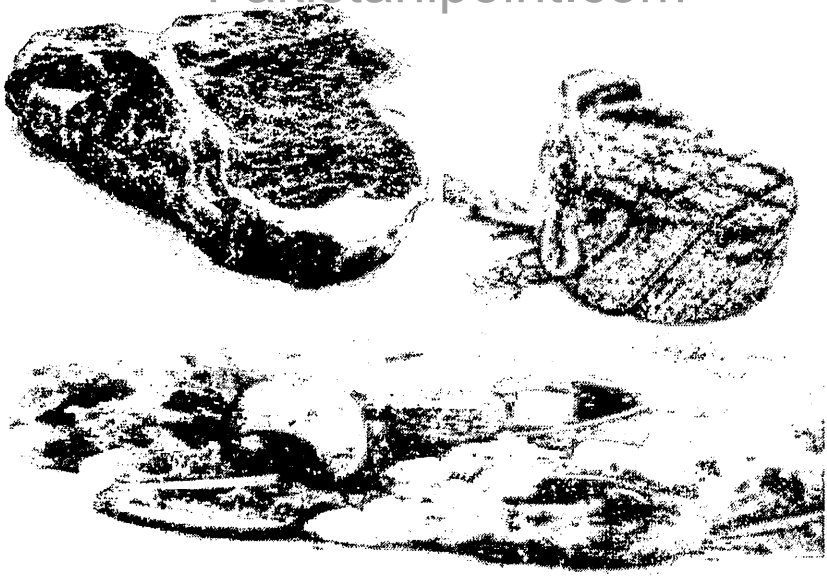

سے کھانے کو ملتا ہے۔ قربانی کے اسی لیے تین حصے مقرر کیے گئے ہیں، ایک حصہ اپنا، دوسرا رشتہ داروں اور ملنے والوں کا، تیسرا غریبوں کا حق ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ سارا گوشت بنوا کر حصے کریں تاکہ غریبوں کی حق تلفی نہ ہو اور آپ کو بھی اجر ملے۔

گوشت میں لذت ہے، ذائقہ ہے، طاقت ہے مگر دیکھا جائے تو اس کا زیادہ استعمال بھی صحت کے لیے مضر ہے۔ ہمارے ملک میں گوشت خوری کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔ جس کی وجہ سے اب امراض قلب اور گردوں کی پتھری کی شکایت عام ہوتی جارہی ہے۔ سرخ گوشت کے زیادہ استعمال سے کیلشیم اور یورک ایسڈ کی زیادہ مقدار گردوں میں جم کر پتھری کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ہمارے ہاں عام لوگوں کو یہ علم نہیں زیادہ گوشت کھانے سے صحت نہیں بنتی بلکہ بگڑ جاتی ہے۔ نت نئی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ ٹیسٹ، علاج، دوائیاں اتنی مہنگی ہیں کہ عام انسان ان کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ گوشت کھایئے ضرور مگر اعتدال سے تاکہ پورے گھرانے کی صحت ٹھیک رہے۔ گوشت کے فائدے بھی ہیں۔ پرانے طبیب بیماروں کے لیے گردن کے گوشت کی یخنی، چوزے کی یخنی تجویز کرتے، گرم مزاج والوں کو پالک، خرفہ، گھیا، ٹنڈے گوشت میں پکا کر کھانے کو کہتے۔ گوشت میں دال پکا کر کھلاتے۔ مونگ کی دال پالک، شلجم پالک عام طور پر گھروں میں بنتا۔ گوشت کے ساتھ، سبزی، سلاد، دہی کا رائتہ ضرور رکھا جاتا تاکہ گوشت کی حدت کم ہو اور معدہ میں جا کر غذائیت حاصل ہو سکے۔

بکری کا گوشت زود ہضم غذا ہے۔ قربانی پر بکرے، بکریاں حلال کی جاتی ہیں۔ نرم گوشت ہلکے گلابی رنگ کا اور اس کی ہڈیاں ہلکے نیلگوں رنگ کی ہوتی ہے۔ بوڑھے جانور کا گوشت سرخ اور دیر سے گلتا ہے۔ بکری کا دودھ، چربی، گوشت غذائی اور شفائی اجزاء کے حامل ہے۔ اس کی چربی بھی کئی بیماریوں میں کام آتی ہے۔ حد یہ کہ بکری کا کھر بھی جلا کر دوائیں بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ بکرے کے پایوں کا شوربہ شوق سے کھایا جاتا ہے۔ اعصاب کی کمزوری ہو، جسم ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو، ہر وقت تھکن محسوس ہو، کام کرنے کو دل نہ چاہے۔ درد رہتا ہو تو پائے کا شوربہ روٹی کے ساتھ صبح ناشتہ میں کھالیا جائے تو فائدہ ہوتا ہے۔ پائے کا شوربہ پتلا ہونا چاہیے۔ چھ پائے پکائیں تو پورا گھرانہ ان کا ناشتہ کر سکتا ہے۔ جو لوگ بہت کمزور نازک بدن، طویل بیماری سے اُٹھے ہوں ان کے لیے طبیب چھ ماہ کے بکرے کا گوشت تجویز کرتے ہیں۔ چھ ماہ سے لے کر تقریباً دو دس ماہ کے بکرے کا گوشت بہترین کہلاتا ہے۔ اسی طرح بکرے کا بھیجا بھی قوت حافظہ کی کمی کے لیے، نیند نہ آنے کے لیے، پرانے سردرد کے لیے، ہلکا سا بھون کر نمک کالی مرچ چھڑک کر کھلاتے ہیں۔ دل و دماغ کے لیے ایک بہت مفید غذا ہے۔ چوٹ لگ جائے کسی حادثہ سے جسم کے کسی حصہ میں درد تکلیف ورم ہو جائے یا کہیں پر گر جانے کی وجہ سے مسئلہ ہو تو بکری کا گوشت کھلانے اور اس حصہ پر قیمہ کر کے لگانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ زچگی کے بعد زچہ کو بھی بکری کے گوشت کا شوربہ سبزی ڈال کر پکا کر دیا جاتا ہے۔ اب تو آپریشن کے بعد ڈاکٹر بھی بکرے کا گوشت قیمہ کر کے کھلانے کو کہتے ہیں۔

کلیجی خون کے سرخ ذرات پیدا کرتی ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہفتہ میں ایک بار کلیجی ضرور پکایئے اور اس میں میتھی ضرور ڈالیے۔ بھیڑ کی کلیجی میں آئرن اور فاسفورس کے اجزا ہونے کی وجہ سے صحت بہتر رہتی ہے، خون بنتا ہے، کمزوری ناتوانی دُور ہوتی ہے۔ عام گوشت سے زیادہ اس میں غذائیت موجود ہے۔ کلیجی کا سالن مزیدار ہوتا ہے۔ بھنی ہوئی کلیجی اور دل پکا کر کھائیں تو بہت فرق پڑتا ہے۔ چہرے اور جسم کا رنگ کمزوری سے زرد پڑ جائے، خون کی کمی ہو جائے تو طبیب بھنی ہوئی کلیجی اور اس کا شوربہ تجویز کر کے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اوجھڑی کا گوشت بھی معدہ کے لیے بے حد مفید ہے۔ بار بار پیٹ میں مروڑ ہو تو چند روز ایک پاؤ ہی پکا کر صبح شام کھانے سے فرق پڑ جاتا ہے۔ بدہضمی ہو، بھوک نہ لگے اور بار بار اسہال آنے کی شکایت بھی دُور ہو جاتی ہے۔

گائے کا گوشت بھون کر کھایا جائے تو اچھی قوت بخش غذا بن جاتی ہے۔ اس کے شوربے کے بجائے بھون کر کھانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ کچھ لوگ گائے کے گوشت کے شوقین ہوتے ہیں۔ گائے کا گوشت دیر سے ہضم ہوتا ہے، ثقیل ہے، معدہ تو اسے کسی طرح ہضم کر لیتا ہے مگر رگیں اس کی زائد چکنائی سے بُری طرح متاثر ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے امراض قلب بھی ہوتے ہیں۔ جو لوگ گائے، بھینس کا گوشت زیادہ کھاتے ہیں ان کے خون میں گاڑھا پن آجاتا ہے۔ جوڑوں کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ گائے کے گوشت کا پلاؤ ذائقہ میں نہایت لذیذ ہوتا ہے۔ گائے کا گوشت بنائیں تو اس میں ادرک، ہرا دھنیا اور مسالے ڈال کر پکائیں۔ اور اس کے ساتھ سلاد ضرور کھایئے۔ دہی کا رائتہ یا لسی ساتھ لیجیے تاکہ گوشت کھانے سے کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ گائے بھینس کا زیادہ گوشت کھانے والوں کا ہونٹ بھی پھول جاتا ہے۔ مسوڑھے بھی خراب ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہمارے پیارے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ گوشت تمام سالنوں کا سردار ہے۔ اس کو کھانے سے دل کو فرحت ہوتی ہے اور یہ بدن کی کمزوری کا علاج ہے۔ لیکن گوشت کے زیادہ استعمال سے منع فرمایا۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے" اپنے پیٹوں کو جانوروں کا قبرستان نہ بناؤ یعنی زیادہ گوشت نہیں کھاؤ"۔ اسی طرح ہوا میں اُڑنے والے طیور اور مچھلی کو اللہ تعالیٰ کی نعمت جاننا چاہیے۔

ہمارے ہاں خواتین گوشت بھوننے کے بعد کباب بنانے کے فوراً بعد ان کو ڈھانپ دیتی ہیں۔ پرانے طبیب کہتے تھے کباب ذرا ٹھنڈے ہو جائیں پھر ان کو ڈھانک کر رکھنا چاہیے۔ گرم گرم گوشت ڈھانک دینے سے مسئلہ ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ کہتے تھے گوشت سے فائدہ اٹھانا ہو تو صرف آدھ پاؤ گوشت کھائیں، اس سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ گوشت کا زیادہ کھانا بیماری کو خود دعوت دینا ہے۔ ہمارے ہاں اونٹ کی قربانی بھی ہوتی ہے۔ اس کا ذائقہ نمکین ہوتا ہے اور اس کا گوشت قدرے نیلاہٹ لیے سخت ہوتا ہے، یہ دیر سے ہضم ہوتا ہے۔ بھینس کا گوشت سرخ سیاہی مائل ہوتا ہے۔ اس کا ذائقہ نمکین ہوتا ہے۔ مزاج گرم خشک ہوتا ہے۔ دیر سے ہضم ہوتا ہے۔ بھیڑ کے گوشت میں چربی زیادہ ہوتی ہے۔ دنبہ کا گوشت گلابی رنگ کا ہوتا ہے۔

جو لوگ سگریٹ پیتے ہوں۔ ادھیڑ عمر اور کمزور ہوں، وہ بکرے کے گوشت کی چار پانچ ہڈیوں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

والی بوٹیاں لے کر یخنی بنوائیں۔ لہسن' پیاز' دارچینی کا ٹکڑا' چند ثابت کالی مرچیں' تین لونگ تھوڑا سا سفید زیرہ' ادرک کا ایک چھوٹا ٹکڑا کاٹ کر پانی میں ڈالیں۔ چھ جوے لہسن اور ایک چھوٹا پیاز کاٹ کر ملا کر یخنی بنائیں۔ اس سے ان کے گلے کی خشکی خراش دُور ہوگی۔ بلکہ سینہ پر جما ہوا بلغم بھی آہستہ آہستہ تحلیل ہوگا۔

گوشت کی بساند

قربانی کے گوشت میں عموماً ہلکی سی بدبو ہوتی ہے۔ بازار سے جب ہم گوشت لیتے ہیں تو وہ ذبح ہونے کے چند گھنٹہ بعد ملتا ہے۔ قربانی کا گوشت خصوصاً کلیجی ابھی گرم ہوتی ہے۔ بوٹیاں بھی پھڑک رہی ہوتی ہیں۔ اسے جلدی جلدی دھو کر ہانڈی میں ڈال دیا جاتا ہے۔ قربانی کے گوشت کو گھر میں محفوظ کرنے کے لیے اچھی طرح پانی سے دھو کر چھلنی میں رکھیے تاکہ سارا پانی نچڑ جائے۔ پھر پیکٹ بنائیں، ہر پیکٹ میں آدھ کلو سے زیادہ گوشت نہ رکھیے۔ اس پر چٹ لگائیے تاکہ پتہ چلے یہ گوشت کس لیے ہے۔ چانپ ہیں، قورمہ کا ہے یا قیمہ کا ہے، کلیجی کو اچھی طرح دھوئیے۔ اس پر ایک باریک سی جھلی ہوتی ہے۔ اس کو اُتار لیں۔ کچھ خواتین ثابت لہسن چھلکے سمیت کوٹ کر کلیجی کے ٹکڑوں پر لگا دیتی ہیں اور آدھ گھنٹہ بعد دھو کر پکاتی ہیں۔ تاکہ کلیجی میں بُو نہ آئے۔ اسی طرح آٹے کا چھان بھی لگا کر دھوتے ہیں۔ کلیجی دھوتے وقت دستانے استعمال کریں تاکہ ہاتھوں میں بدبو نہ رہے اگر ویسے ہی کلیجی دھوئی ہے تو ایک ٹیبل سپون بیسن میں لیموں کا رس ملا کر ہاتھوں پر مل کر دھوئیں تاکہ بدبو نہ رہے۔

گوشت کی بدبو سنک میں بھی رہ جاتی ہے۔ تھوڑا سا سرکہ پانی میں ملا کر سنک دھونے سے بدبو نہیں رہتی۔ اسی طرح گوشت پر کھیاں آجاتی ہیں۔ ململ کا پرانا دوپٹہ پانی اور سرکہ میں بھگو کر گوشت پر ڈالیے کھیاں نہیں بیٹھیں گی۔ گوشت بانٹتے وقت ایپرن ضرور لگائیے تاکہ گوشت اور خون کے دھبے نہ لگیں۔ یہ دھبے سرف اور پانی سے اسی وقت دھو لیے جائیں تو صاف ہوجاتے ہیں۔

گوشت ذرا سی بے احتیاطی سے جل جاتا ہے۔ ہانڈی میں جلنے کی بُو آتی ہے۔ آپ اوپر سے گوشت نکالیے۔ دوسرا مسالہ تیار کر کے گوشت اس میں ڈالیے اور آدھا کپ دودھ ڈال دیجیے۔ گوشت میں جلنے کی بدبو نہیں رہے گی۔ ہرا دھنیا اور گرم مسالہ ڈال کر اُتار لیں۔ اسی طرح جلدی میں اگر نمک زیادہ ہوجائے تو آپ اس میں گندھے ہوئے آٹے کی چھوٹی دو تین ٹکیاں بنا کر ڈالیے۔ ہلکی آنچ پر شوربہ پکائیے۔ تیار ہونے پر آٹے کی ٹکیاں نکالیے۔ یہ نمک چوس لیں گی۔ مرچ زیادہ ہو جائے تو آپ گھی نتھار لیں۔ دہی اور کوئی سبزی ڈالیے۔ ٹماٹر بھی کاٹ کر ملا سکتی ہیں اور ہرے لیموں بھی نچوڑ سکتی ہیں۔ گوشت کی یخنی میں بہت زیادہ چکنائی اوپر آجاتی ہے۔ جو لڑکیاں اور خواتین ڈائیٹنگ کرتی ہیں اور چکنائی سے پرہیز۔ وہ بور ہوجاتی ہیں، یخنی کو آپ فریج میں رکھیے۔ ساری چکنائی اوپر آجائے گی۔ اب آہستہ آہستہ چمچے سے ساری چکنائی نکالیے۔ کسی برتن میں محفوظ کرلیں۔ اسے آپ سالن میں چاولوں میں ڈال سکتی ہیں اور بغیر چکنائی کی یخنی بڑے مزے سے پی سکتی ہیں۔ وزن نہیں بڑھے گا۔

گوشت سب کو اچھا لگتا ہے مگر ہر ایک میں ہضم کرنے کی صلاحیت مختلف ہوتی ہے۔ عیدالاضحیٰ پر

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

آپ کھانے کے ساتھ لیموں پانی ضرور استعمال کریں یا بعد میں گرین ٹی میں لیموں نچوڑ کر پی لیجیے۔ دہی اور دہی کی کسی بھی لوگ استعمال کرتے ہیں۔ گوشت کو زیادہ دیر کے لیے نہ رکھیے۔ لوڈشیڈنگ کی وجہ سے گوشت پر اثر پڑتا ہے۔ اسے جلد ہی استعمال کر لیجیے۔ گائے کے گوشت کے پارچے بنانے ہوں یا پسندے تو آپ قصائی سے نہ بنوائیے۔ ایک چوکور ٹکڑا فرج میں رکھیے۔ جب فریز ہو جائے تو آپ اسے نکال کر جیسے ڈبل روٹی کے سلائس کاٹتی ہیں۔ اس طرح اپنی مرضی سے ٹکڑے کاٹ لیجیے۔ پارچے عموماً بہاری کباب میں کام آتے ہیں۔ روسٹ کے لیے گوشت رکھنا ہو تو آپ اس میں مسالے لگا کر فریز کریں۔ اس طرح مسالے اندر تک رچ جاتے ہیں۔ بکرے کی ران پر اچھی طرح چھری اور کانٹے سے پہلے نشان ڈال لیں پھر اس میں مسالہ لگا کر رکھیں تاکہ وہ اندر تک رچ

پریشان نہ ہوں

کچھ لوگ اپنی تعلیم 22 سال کی عمر میں مکمل کر لیتے ہیں۔ مگر ان کو پانچ پانچ سال تک کوئی اچھی نوکری نہیں ملتی۔ کچھ لوگ 25 سال کی عمر میں کسی کمپنی کے سی ای او بن جاتے ہیں اور 50 سال کی عمر میں ہمیں پتہ چلتا ہے انکا انتقال ہو گیا ہے۔ جبکہ کچھ لوگ 50 سال کی عمر میں CEO بنتے ہیں اور نوے سال تک حیات رہتے ہیں۔ بہترین روزگار ہونے کے باوجود کچھ لوگ ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں اور کچھ لوگ بغیر روزگار کے بھی شادی کر چکے ہیں اور روزگار والوں سے زیادہ خوش ہیں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اوباما 55 سال کی عمر میں ریٹائر ہو گیا جبکہ ٹرمپ 70 سال کی عمر میں شروعات کرتا ہے۔ کچھ پھٹڑ امتحان میں فیل ہونے پر بھی مسکرا دیتے ہیں اور کچھ لوگ 1 نمبر کم آنے پر بھی رو دیتے ہیں۔ کسی کو بغیر کوشش کے بھی بہت کچھ مل گیا اور کچھ ساری زندگی بس ایڑیاں ہی رگڑتے رہے۔

اس دنیا میں ہر شخص اپنے ٹائم زون کی بنیاد پر کام کر رہا ہے۔ ظاہری طور پر ہمیں ایسا لگتا ہے کچھ لوگ ہم سے بہت آگے نکل چکے ہیں اور شاید ایسا بھی لگتا ہو کچھ ہم سے ابھی تک پیچھے ہیں لیکن ہر شخص اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہے اپنے اپنے وقت کے مطابق۔ ان سے حسد مت کیجیے۔ اپنے اپنے ٹائم زون میں رہیں۔

انتظار کیجیے اور اطمینان رکھیے۔ نہ ہی آپ کو دیر ہوئی ہے اور نہ ہی جلدی۔

اللہ رب العزت جو کائنات کا سب سے عظیم الشان انجینئر ہے اس نے ہم سب کو اپنے حساب سے ڈیزائن کیا ہے وہ جانتا ہے کون کتنا بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ کس کو کس وقت کیا دینا ہے۔ اپنے آپ کو رب کی رضا کے ساتھ باندھ دیجیے اور یقین رکھیے کہ اللہ کی طرف سے آسمان سے ہمارے لیے جو فیصلہ اتارا جاتا ہے وہ ہی بہترین ہے۔

(مرسلہ: حکیم رشید احمد۔ قصور)

جائے پھر اسے روسٹ کریں۔

گھر میں جو روسٹ یا ہنٹر بیف بنتا ہے۔ وہ جلدی خشک ہو جاتا ہے۔ آپ سفید دستر خوان لے کر چار تہہ کر کے پانی میں بھگو کر اس میں لپیٹ کر رکھیں تو نرم اور خستہ رہے گا۔ آج کل تو بٹر پیپر' فوائل پیپر مل جاتے ہیں۔ اس میں بہت آسانی ہے۔ ہمارے ہاں پروٹین کا سب سے اچھا ذریعہ گوشت سمجھا جاتا ہے۔ گوشت کھانے سے صحت ہوتی ہے۔ طاقت آتی ہے، جان بنتی ہے مگر عید پر گائے کا زیادہ گوشت کھانے سے مسئلہ ہوتا ہے۔ بلڈ پریشر اور یورک ایسڈ کے مریضوں کے لیے اچھا نہیں۔ عید کے اگلے روز سے ہی ہسپتال ڈاکٹروں کے کلینک' ڈینٹسٹ کے ہاں رش ہونے لگتا ہے۔ ڈائریا' بدہضمی کے مریض ہوتے ہیں، بعض جگہ ڈاکٹر بھی نہیں ملتے چھٹی پر گئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح دانت میں درد اور مسوڑھے میں درد یا ورم ہوتا ہے۔ ہڈی چبانے سے بعض دفعہ منہ کے مسوڑھوں میں تکلیف ہو جاتی ہے۔ گوشت کے ذرات خلال سے کھانے کے بعد نکالیے۔ اچھی طرح غرارے کریں۔ کھانے کے بعد برش یا مسواک کریں تاکہ غذا کے ذرات منہ میں نہ رہ جائیں۔ گرم گرم کھانے کے ساتھ ٹھنڈی یخ پیپسی نہ پئیں۔ آپ کی تھوڑی سی احتیاط کرنے سے بہت سارے مسئلے نہیں ہوں گے، آزما کر دیکھیے۔

گوشت کو ہلکی آنچ پر پکائیے۔ خصوصاً کلیجی کو زیادہ دیر نہ بھونیے۔ بعض لوگوں کے ہاں سخت کالی کلیجی بھون بھون کر ڈش میں نظر آتی ہے۔ ذائقہ بھی نہیں رہتا۔ اسی طرح فریز کیا ہوا کھانا جب نکال کر گرم کرلیں تو بچا ہوا کھانا دوبارہ فریز نہ کریں۔ یہ صحت کے لیے اچھا نہیں۔ کھیرے' بند گوبھی، ٹماٹر' پیاز' ہری مرچ' ہرے دھنیے کی سلاد بنائیے۔ سرخ سفید مولیاں سلاد میں سجائیے۔ ادرک عام طور پر کھانوں میں استعمال ہوتی ہے۔ یہ کھانے کو ہضم کرتی ہے۔ بھوک لگاتی ہے۔ پیٹ میں درد یا اپھارہ ہو جائے تو آرام دیتی ہے۔ گوشت میں تھوڑی سی ادراک کاٹ کر آخر میں ضرور شامل کریں تاکہ کھانا ہضم ہو جائے۔ شامی کباب ہوں، چپلی کباب، سیخ کباب ان میں ادرک شامل کرنے سے نہ صرف ذائقہ بہتر رہتا ہے بلکہ ہضم بھی ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح لیموں کا رس بھی آپ سالن میں نچوڑ کر کھا سکتے ہیں۔ نہاری ہو یا سری پائے۔ اوپر سے جب تک لیموں نہ نچوڑا جائے اور ہری مرچ ہرا دھنیا ادرک باریک کاٹ کر نہ ڈالی جائے۔ کھانے کا لطف نہیں آتا۔ لیموں سے مرچوں کی تیزی کم ہوتی ہے اور ادرک ہاضم ہوتی ہے۔ اسی طرح مرغن کھانے کے بعد دہی کھا لیا جائے تو وہ بھی شفا بخش غذا ثابت ہوتا ہے۔ اس میں پائے جانے والے لحمیات نہ صرف جلدی ہضم ہوتے ہیں بلکہ پیٹ اور معدے کی تکالیف میں بھی فائدہ دیتے ہیں۔ دہی ہاضمہ بھی کرتا ہے اور معدے کی تبخیر کو بھی درست کر دیتا ہے۔ معدے' انتڑیوں کے مریضوں کے لیے پرانی پیچش اور اسہال میں غذا کے ساتھ ساتھ دوا بھی بن جاتا ہے۔ اسی لیے دہی ساری دنیا میں پسند کیا جاتا ہے۔ اب تو بازار میں میٹھا اچھا دہی ڈبے میں مل جاتا ہے جو صحت کے لیے مفید ہے۔ گوشت کھائیے اعتدال کے ساتھ اور ان کارآمد ٹپس پر عمل کر کے انشاء اللہ آپ کی صحت بہتر رہے گی۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

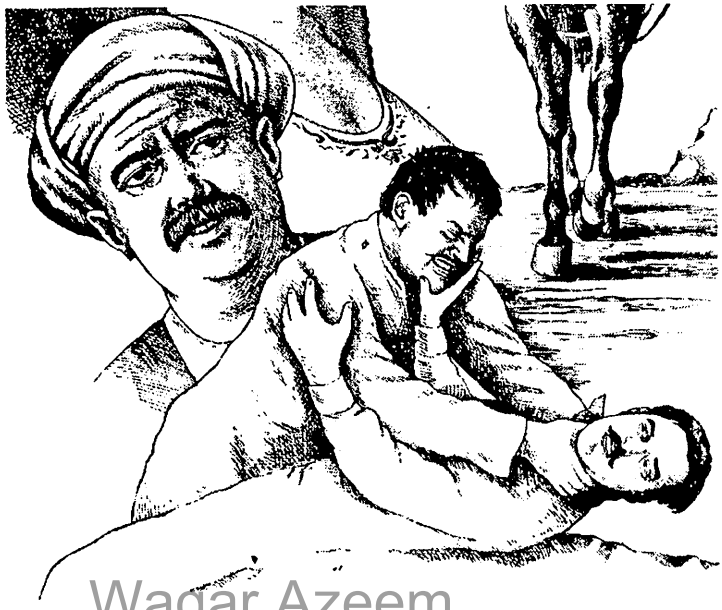

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

امرتسر کا جانو رام اور رحیم بخش

راوی: میاں محمد اشرف عاصمی
تحریر: محمد بلال رضوی

درپن مانڈے کا خون کھولنے لگا' اُس نے ڈنڈا پکڑا اور محمد بخش اور اُس کے بیٹے دین محمد کو مارنے لگ گیا اور ساتھ ہی درپن نے جانو رام کو بھی مارنا شروع کر دیا۔ جانو رام کو وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا ''تم نے ایک مسلے کو پناہ دی ہے' اچھوت کو پناہ دی ہے؟''

تقسیم ہند کے پس منظر میں لکھی گئی پُراثر کہانی

آم کے درخت پر طوطے بیٹھے گیت گا رہے تھے اور ساتھ ہی کنویں سے بیلوں کی جوڑی پانی نکال کر چھوٹی کھیتیوں کو سراب کر رہی تھی۔ آج جانو رام نے ساتھ اُس کی بیوی نیتو بھی کھیتوں میں آئی ہوئی تھی۔ اُسے آج کچھ تازہ سبزیاں کھیتوں میں سے لینا تھیں۔ جانو رام نے اپنے ڈیرے پہ پہنچ کر بھینسوں کا دودھ دوہنے کے لیے چارہ ڈالا۔ جانو رام نے یہ تینوں بھینسیں بڑے شوق سے پالی تھیں۔ بھوری بھینس میں تو جیسے اُس کی جان تھی۔

جانو رام کا باپ مرتے وقت گزارہ قابل زمین جانو رام کے نام کر گیا تھا۔ جانو کی ایک ہی بہن تھی جسے اُس کے باپ چھوٹو رام نے اپنی زندگی میں ہی

چار گاؤں چھوڑ کر ایک دولت پور نام کے قصبہ میں درپن مانڈے کے ساتھ بیاہ دیا تھا۔ درپن مانڈے ساہو کار تھا اور گندم، چاول کی خرید و فروخت کرتا تھا۔ جسے آڑھت کہا جاتا ہے۔

درپن مانڈے کا بیٹا گوتم اپنے قصبے کا شیر جوان تھا۔ ایک ہی ایک بیٹا تھا درپن مانڈے کا۔ آج گوتم اپنے مامے (ماموں) سے ملنے بیلی پور آرہا تھا اِس لیے نیتو تازہ سبزیاں لینے خود کھیتوں میں جانو رام کے ساتھ ہی آئی ہوئی تھی۔ جانو رام کو بھگوان نے ایک بیٹی اور ایک بیٹا عطا کیے تھے۔ بیٹا دو ماہ اور چار دن کے بعد مر گیا تھا۔ اُس کی موت پر نیتو بہت روئی تھی۔ بیٹی بیٹے کے بعد ہوئی تھی اب وہ سولہویں سال میں تھی۔ نیتو کو اپنے ننھے معصوم بیٹے کی موت نے بہت عرصہ تکلیف میں رکھا۔ زمانے کے مرہم نے بیٹے کی موت کے زخم کو تھوڑا بہت مندمل کر دیا تھا۔ آج گوتم آرہا تھا تو نیتو کے دل کے زخم اپنے بیٹے کی یاد میں پھر ہرے ہو گئے تھے۔ نیتو سوچ رہی تھی کہ اگر بھگوان اُس کے راجیش پتر کو زندہ رکھتا تو وہ اب گوتم سے دو سال ہی چھوٹا ہوتا تھا۔

گوتم کیساتھ اُس کی ماں بھی آرہی تھی۔ دوپہر کا کھانا اِن لوگوں نے اکٹھے کھانا تھا۔ جانو رام نے دو دیسی مرغوں کا گوشت تیار کروایا تھا۔ دہی کے آلو اور بیگن کا بھرتہ اور دیسی گھی کی روٹیاں خاص طور پر تیار کروائی تھیں۔ نیتو نے چار پائیوں پہ نئی چادریں بچھوادی تھیں۔ جانو رام نے اپنی بہن سیتا کو کہلا بھیجا تھا کہ کافی عرصے سے درپن مانڈے سے ملاقات نہیں ہوئی وہ کچھ وقت نکال کر آجائے۔ سورج جس وقت عین سر پہ تھا کہ دولت پور سے درپن اُسکی ماں سُنیتا اور گوتم اپنے ذاتی تانگے پر سوار ہوئے۔ اُنکا رُخ بیلی پور کی طرف تھا۔ گھوڑا کیا تھا پوری شاہی سواری تھی۔ آدھے گھنٹے میں ہی وہ دولت پور گاؤں کے اندر داخل ہو رہے تھے۔

جیسے ہی وہ جانو رام کے گھر کے باہر پہنچے تو جانو رام، نیتو اور اُن کی بیٹی جو پہلے ہی اُن کے منتظر تھے لپک کر استقبال کو آئے۔ سُنیتا اپنے بھائی کے قدموں کو چھونے لگ گئی۔ کافی وقت گزرنے کے بعد وہ اپنے باپو کے گھر آئی تھی۔ گوتم کن انکھیوں سے اپنی ماموں زاد ریشم کو دیکھ رہا تھا۔ ریشم کا حُسن اُس کے نہ صرف تن پہ تھا بلکہ ریشم تو من کی بھی بہت ہی خوبصورت تھی۔ ریشم شرم سے سر جھکا کر کھڑی ہوگئی۔ درپن مانڈے اور جانو رام دیس کے حالات کی باتیں کرنے لگ گئے۔

درپن مانڈے نے جب جانو رام کو بتایا کہ مسلمان ہم سے الگ وطن بنانا چاہ رہے ہیں تو جانو رام نے کہا کہ ٹھیک ہے یہ اُن کا حق ہے۔ درپن مانڈے کسی گہری سوچ میں پڑ گیا اور چند لمحوں بعد گویا ہوا ''دیکھو جانو رام، مسلمانوں کا الگ وطن ہم کیسے برداشت کر پائیں گے؟ اور بھارت ماتا کی تقسیم کیسے ہونے دیں؟'' جانو رام نے خاموشی سادھ لی تھی۔ پھر درپن مانڈے نے کہا ''مسلمان تو سات سمندر پار سے آئے تھے یہ اُن کا ہندوستان تو نہیں ہے۔'' جانو رام گہری سوچ میں تھا اور آہستہ سے بولا ''لیکن اِنھی مسلمانوں نے اِس ہندوستان پر ایک ہزار سال تک حکومت بھی تو کی تھی۔'' درپن کو جانو رام کی جانب سے مسلمانوں کی مسلسل وکالت بہت بُری لگ رہی تھی۔ درپن نے اونچی آواز میں کہا ''مسلمانوں نے لوٹ مار بھی تو بہت کی ہے ہمارے ہندوستان میں۔'' جانو رام درپن

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

مرحبا سبوسِ اسپغول

قدرت کی صحت بخش غذا اور دوا

مرحبا کا سبوس اسپغول جو کہ پلانٹیگو اوویٹا (Plantago Ovata) سے حاصل کیا جاتا ہے بغیر اسٹارچ کے کاربوہائیڈریٹ پر مشتمل انتہائی حل پذیر فائبر ہے۔ یہ قطعی طور پر بے ضرر اور خاص طور پر دائمی قبض اور بیسلری پیچش کے لئے مفید ہے۔

خواص: قبض روز مرہ کی شکایات میں سب سے زیادہ عام ہے جبکہ بیسلری پیچش اور دائمی قبض تو عالمگیری حیثیت اختیار کرچکی ہے۔ ان بیماریوں میں سبوس اسپغول کا استعمال لیکویڈ پیرافین یا اس کی مصنوعات سے بالکل جدا، آرام دہ اور بہتر ہے کیونکہ لیکویڈ پیرافین آنتوں میں حیاتین اور غذا کے معدنی اجزاء کے انجذاب کو روک دیتا ہے جبکہ چھلکا اسپغول کے استعمال سے ایسی کوئی پیچیدہ صورتحال پیدا نہیں ہوتی مزید برآں یہ امیبائی پیچش، السٹریٹو کولائٹس (Ulcerative) اور بواسیر میں بھی انتہائی مؤثر علاج ہے جدید تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ چھلکا اسپغول کا باقاعدہ استعمال موٹاپے اور خون میں چربی جمنے جیسی مہلک بیماریوں کا تدارک کرتا ہے۔

طریقہ عمل: مرحبا کا سبوس اسپغول معدہ اور آنتوں میں پانی کی کافی مقدار جذب کرتا ہے جس سے اس کی شکل جیلی کی طرح ہوجاتی ہے۔ جو نہ صرف آنتوں کی دیواروں کو خراشوں سے محفوظ رکھتی ہے بلکہ چکناہٹ بھی پیدا کرتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ معدے اور آنتوں سے مضرِ صحت اجزاء جیسے چکنائی اور کولیسٹرول کے مالیکول، فالتو کاربوہائیڈریٹ وغیرہ کو دبوچ لیتی ہے جس کی بدولت جسم میں ان اجزاء کا توازن برقرار رہتا ہے جو کہ موٹاپے کو کم کرتا ہے اور خون کی نالیوں کو تنگ ہونے سے بچاتا ہے حال ہی میں نیشنل کولیسٹرول ایجوکیشن پروگرام برائے ایڈلٹ اور ٹریٹمنٹ گائیڈ لائینز یو۔ ایس۔ اے (U-S-A) نے سبوس اسپغول کے استعمال پر کافی زور دیا ہے جو کہ خون میں کولیسٹرول گھٹانے کا ایک آسان طریقہ ہے۔ اسپغول میں پیکٹن، میوکی لیجز، کئی ایک ہیمی سیلولوزیز اور پوٹاشیم جیسے اجزاء شامل ہیں جن میں کولیسٹرول گھٹانے کی صلاحیت موجود ہے۔

خوراک: بالغ افراد کے لئے دو چائے کے چمچ ایک گلاس پانی کے ساتھ دن میں دو یا تین بار بچوں کے لئے آدھا چمچ سے ایک چمچ تک دن میں دو سے تین بار

ہدایات: مرحبا کا سبوس اسپغول، دودھ، مشروبات اور دیگر اشیاء کے ساتھ استعمال کیا جاسکتا ہے، چھلکا اسپغول کو نگل لیں، چبا کر نہ کھائیں، شیرخوار بچوں کو نہ دیں، بدہضمی کی صورت میں استعمال نہ کریں، ضرورت کے مطابق خوراک کو کم یا زیادہ کیا جاسکتا ہے۔

مرحبا لیبارٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

کارخانہ: 142 مین قائد اعظم انڈسٹریل اسٹیٹ لاہور پاکستان
فون 04235156068-042-111152-152
E-mail: info@marhaba.com.pk
Website: www.marhaba.com.pk

مرحبا SINCE 1975

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

نام

شوہر اپنی نئی نویلی دلہن سے:
''جان! تمہارا نام ہاتھ پر لکھوں یا دل پر؟؟''
بیوی: اِدھر اُدھر چھوڑو..... لکھنا ہے تو سیدھا جائیداد کے کاغذات پر لکھو!!

کے لہجے سے سمجھ گیا کہ درپن کو جانو رام کی باتیں بہت بُری لگی ہیں' اس لیے اُس نے خاموشی میں ہی بہتری سمجھی۔

جانو رام کے آباؤاجداد امرتسر میں ہی رہے تھے۔ امرتسر میں جانو رام کی بہت جان پہچان تھی۔ اُسکی دوستی محمد بخش سے بچپن سے تھی اور وہ اُن کے ساتھ کافی محبت رکھتا تھا۔ جانو رام نے کبھی بھی محمد بخش کے ساتھ چھوت چھات والا سلوک نہیں کیا تھا۔ وہ ہمیشہ کہا کرتا ''محمد بخش ہم دوست ہیں یاری میں ایسی باتوں کی گنجائش نہیں ہوتی۔''

محمد بخش کی بیلی پور گاؤں میں کریانے کی دکان تھی اور وہ بہت ملنسار اور خدا ترس تھا۔ محمد بخش کی بیوی شادی کے ڈیڑھ سال بعد ہی فوت ہوگئی تھی۔ اُس کا ایک بیٹا دین محمد بیس سال کا ہو چلا تھا وہ بھی اپنے باپ کے ساتھ دکان پہ ہی ہوتا تھا۔

دن گزر رہے تھے' گرمیاں جیسے ہی آئیں پتہ چلا کہ انگریز ملک چھوڑ کر جا رہا ہے اور ہندوستان کا بٹوارا ہو رہا ہے۔ پاکستان کے نام کی گونج میں بہت شدت آچکی تھی۔ محمد علی جناح نے پاکستان کے مطالبے میں جان پیدا کر دی تھی۔ اِسی لیے جب تقسیم کی بات چلی تو پتہ چلا کہ امرتسر پاکستان کا حصہ ہے۔ درپن مانڈے اور نیتو نے بہتیرا جانو رام کو سمجھایا کہ وہ ہندوستان میں سب مل کر رہیں گے اور امرتسر کو چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن جانو رام کی جان تو گویا امرتسر میں تھی۔ اُس کا کہنا تھا کہ امرتسر پاکستان کا حصہ بنے یا ہندوستان کا' اُسے امرتسر کو نہیں چھوڑنا۔

فسادات پھوٹ پڑے تھے۔ ہندو مسلم قتل و غارت شروع ہوگئی تھی۔ امرتسر میں سکھوں نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ اسی دوران اعلان ہوگیا کہ امرتسر پاکستان کا نہیں بھارت کا حصہ رہے گا۔ محمد بخش اور اُس کا بیٹا دین محمد فسادات کی لپیٹ میں تھے۔ محمد بخش کی دکان کو لوٹ لیا گیا تھا۔ جانو رام نے محمد بخش اور اُس کے بیٹے کو اپنے گھر چھپا لیا تھا۔ جانو رام کا خیال تھا کہ جیسے ہی حالات بہتر ہوں گے وہ محمد بخش اور اُس کے بیٹے کو پاکستان روانہ کر دے گا۔

فسادات کی خبریں جنگل کی آگ کی طرح پورے ہندوستان میں پھیل گئی تھیں۔ سنیتا اپنے بھائی جانو رام کی خیریت کی بابت بہت فکر مند تھی۔ وہ لوگ درپن مانڈے، سُنیتا اور اُن کا بیٹا گوتم دولت پور سے اپنے تانگے میں سوار رات کے اندھیرے میں بیلی پور جانو رام کے گھر پہنچ گئے۔ رات گہری ہو چکی تھی جب وہ جانو رام کے گھر آئے تو نیتو نے فوراً اُن کے کھانے کا بندوبست کیا۔ سنیتا اپنے بھائی اور اُس کے خاندان کو سلامت دیکھ کر بھگوان کے آگے جھک گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد درپن مانڈے کو ساتھ والی کوٹھری میں سے کسی کے کھانسنے کی آواز آئی تو وہ حیران ہوا اور اس بارے میں سوال کیا۔ جانو رام کا رنگ اُڑ گیا۔ درپن مانڈے اور گوتم پوچھنے لگے ''اندر

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کون ہے؟'' جانو رام نے کہا ''کوئی بھی نہیں ہے۔'' لیکن درپن مانڈے کا شک دُور نہ ہوا تھا۔ اُس نے تھوڑی دیر بعد اُسی کوٹھری کا رُخ کیا تو اُسے سرسراہٹ کی آواز سنائی دی۔ درپن مانڈے نے جانو رام کو آواز دی ''جانو رام یہ کون ہیں؟'' اتنے میں نیتو بھاگی ہوئی آگئی' اُس نے ہکلاتے ہوئے کہا ''یہ محمد بخش اور اُس کا بیٹا ہے' جان کے خوف سے چھپے ہیں جلد چلے جائیں گے۔''

درپن مانڈے کا خون کھولنے لگا' اُس نے ڈنڈا پکڑا اور محمد بخش اور اُس کے بیٹے دین محمد کو مارنے لگ گیا اور ساتھ ہی درپن نے جانو رام کو بھی مارنا شروع کردیا۔ جانو رام کو وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا ''تم نے ایک مسلے کو پناہ دی ہے' اچھوت کو پناہ دی ہے؟'' جب جانو رام پر گوتم اور درپن نے ہاتھ اُٹھایا تو جانو رام کی بیٹی ریشم چیختی ہوئی اپنے باپ کے ساتھ آکر لگ گئی۔ گوتم نے جانو رام کو مارنے کے لیے ریشم کو الگ کرنا چاہا لیکن ریشم الگ نہ ہوئی۔ گوتم ریشم کو اُٹھا کر ساتھ والی کوٹھری میں چھوڑنے آگیا۔ اتنے میں حالات نے پلٹا کھایا' دین محمد نے اپنی حفاظت کے لیے کچھ خنجر ساتھ رکھے تھے اُس نے خنجر درپن مانڈے کے دل کی جگہ مارا' درپن مانڈے تڑپنے لگا۔

اُدھر گوتم ریشم کو تنہا پاکر شیطان بن گیا تھا۔ اُس نے موقع جانا کہ سب اُدھر مصروف ہیں' اسے پوچھنے والا کوئی نہیں۔ اُس نے ریشم کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کی ٹھان لی۔ ریشم کی آواز دین محمد تک بھی پہنچ چکی تھی' دین محمد نے درپن مانڈے پر وار کرنے کے بعد فوراً آکر ریشم کو گوتم سے آزاد کروایا۔ ایک ہی خنجر کا وار گوتم کی گردن پہ لگا اور گوتم وہیں ڈھیر ہوگیا۔

جانو رام بھی شدید زخمی تھا' اُس کا خون بہت بہہ چکا تھا۔ اُس نے محمد بخش کو کہا ''محمد بخش تو نیتو' ریشم اور میری بہن سنیتا کو لے کر بھاگ جا ،پاکستان چلا جا۔'' لیکن دین محمد اور محمد بخش جانو رام کو اِس حالت میں چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔ جانو کو اپنے یار محمد بخش کی کمزوری کا پتہ تھا' اُس نے کہا ''محمد بخش تمہیں اپنے نبی کا واسطہ اِن کو لے کر جان بچالے۔ ساتھ دو گھوڑے بندھے ہوئے ہیں وہ لے جا۔''

ان لوگوں کے ہنگامے اور چیخ و پکار کی آوازیں باہر پہنچ چکی تھیں۔ باہر پہلے ہی کافی شور بپا تھا' لوٹ مار ہو رہی تھی۔ محمد بخش اور دین محمد نے تینوں خواتین کو اپنے ساتھ لیا اور گھوڑے پر سوار ہوگئے۔ تین دن اور تین راتیں وہ چھپتے چھپاتے سفر کرتے ہوئے لاہور بارڈر پر پہنچ گئے بارڈر پر پہنچتے پہنچتے محمد بخش کی حالت غیر ہوگئی تھی۔ اور سنیتا سکھوں کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ یوں محمد بخش بارڈر سے چند کوس پہلے ہی اپنے مالک کے پاس چلا گیا اور مرتے وقت اُس نے دین محمد سے قسم لی کہ وہ نیتو اور ریشم کا خیال رکھے گا۔

چند دن وہ واہگہ بارڈر میں مہاجرین کے کیمپ میں رہے۔ نیتو اور ریشم نے اپنی وضع قطع مسلمانوں والی بنالی۔ اِن تینوں کو بھاٹی گیٹ لاہور میں ایک مکان الاٹ کردیا گیا۔ نیتو نے ریشم سمیت اسلام قبول کرلیا۔ ریشم کی شادی دین محمد سے کردی گئی۔ یوں جانو رام کا خاندان اور محمد بخش کا بیٹا ایک ہی خاندان کی صورت میں لاہور میں قیام پذیر رہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

جاوید اقبال

بارگشت

جب ہم ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئے تو اس عورت کو کمرے میں گرے پایا' اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر نکلی ہوئی تھیں یوں لگتا تھا جیسے اس کا گلہ دبایا گیا ہے۔ مرد کے ہاتھ میں پستول تھا' ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے پستول کی نالی اپنی کنپٹی پر رکھی اور گولی چلا دی۔ دھماکہ ہوا اور وہ شخص لہرا کر فرش پر گر پڑا۔

شاطر شکاریوں کا ناجرا ایک روز وہ خود کسی کے دام میں آ گئے تھے

ہم نے لومڑیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا' ہماری بندوقیں شعلے اُگل رہی تھیں۔ لومڑیوں کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں تھی وہ جس طرف بھی بھاگتیں موت رقص کرتی سامنے آ جاتی۔

ہر سال ہم چار دوست لومڑیوں کے شکار کے لئے جنگل میں آتے تھے اور سارے سال کی تھکن اس شکار سے اُتارتے۔ دنیا کے ہنگاموں سے دُور قدرتی فضا میں گزرے یہ چند دن ہمارے لئے کسی جنت میں قیام سے کم نہ تھے۔ سال میں جب کبھی بھی ہم دوست کہیں اکٹھے ہوتے جنگل میں گزرے

ان دنوں کو یاد کر کے خوش ہوتے اور دوبارہ یہاں ملنے کا عہد کر کے جُدا ہو جاتے۔

جنگل کے کھلے حصے میں ہم نے پندرہ لومڑیوں کو گھیرا تھا جن میں سے تین بچ کے بھاگ نکلیں باقی کی شکار کی ہوئیں بارہ لومڑیاں بھی کم نہیں تھیں۔ چین، جاپان، کوریا اور سنگاپور میں لومڑی کا گوشت شوق سے کھایا جاتا ہے۔ لومڑی کی کھال سے خواتین کے کوٹ اور پرس بنائے جاتے ہیں۔ یوں ہر سال لومڑیوں کی کھالوں اور گوشت کی فروخت سے ہمیں ایک معقول رقم بھی مل جاتی۔

ہم شکار کی ہوئی لومڑیوں کو اکٹھا کر رہے تھے کہ زور کا کڑاکا ہوا، ہمارے دل دہل گئے۔ یہ بادلوں کے گرجنے کی آواز تھی ساتھ بجلی کی کڑک بھی تھی۔ لومڑیوں کے شکار میں ہم اس قدر مگن ہو گئے تھے کہ گھر کر آنے والے بادلوں کی ہمیں خبر تک نہ ہوئی۔ سر اُٹھا کر دیکھا تو گھنے بادلوں نے شام سے پہلے ہی اندھیرا کر دیا تھا۔

''جلدی کرو ہمیں بارش تیز ہونے سے پہلے یہاں سے نکلنا ہے، نہیں تو جنگل میں پھنس جائیں گے۔'' میں نے چلّا کر اپنے دوستوں سے کہا اور ہم بھاگتے ہوئے لومڑیوں کو اُٹھا اُٹھا کر جیپ میں ڈالنے لگے۔ اسی وقت بارش تیز ہو گئی۔ ہم نے جیپ جنگل کی تنگ پگڈنڈیوں پر دوڑا دی۔ بارش کی بوچھاڑ اور تیز ہوا کے جھکڑوں سے جیپ اِدھر اُدھر ڈولتی ہچکولے کھاتی چل رہی تھی۔ راستے سے بھٹکنے اور کسی درندے کے حملے کا خطرہ بھی سر پر منڈلا رہا تھا۔ جنگل کے آخر میں پہاڑی سلسلہ تھا۔ ہماری جیپ ایک پہاڑی ڈھلان سے گزر رہی تھی کہ بجلی زور سے کڑکی۔ نگاہوں کو خیرہ کرتی روشنی کی تیز چمک آسمان پر دُور تک گئی۔ لمحے بھر کو میری نظر ادھر بھٹکی اور دوسرے ہی لمحے جیپ بے قابو ہو کر لڑھکنیاں کھاتی ایک کھائی میں گرتی چلی گئی۔ زور دار جھٹکوں سے ہم اُچھل کر جیپ سے باہر گر پڑے۔

کچھ دیر بعد ہمارے ہوش ٹھکانے آئے تو ہم اُٹھے۔ دیکھا تو ہماری جیپ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تھی، مگر ہم موت کے منہ سے بچ نکلے تھے۔ زخموں سے چور ہم کھائی سے باہر نکلنے کی تدبیر سوچنے لگے۔ ایک درخت کھائی کے کنارے پر جھکا ہوا تھا۔ ایک دوست نے جیپ کے ڈھانچے پر چڑھ کر لٹکتی ہوئی شاخ کو پکڑ کر اس کی مضبوطی کا اندازہ لگایا اور پھر شاخ سے لٹکتا ہوا اوپر کنارے پر پہنچ گیا۔ اس نے ہمیں بھی اسی طرح باہر آنے کا اشارہ کیا۔ اس کی تقلید میں ہم بھی شاخ سے لٹکتے ہوئے کھائی سے باہر نکل آئے۔ اب ہمیں کسی ٹھکانے کی تلاش تھی جہاں ہم بارش سے بچ کر رات گزار سکیں۔

دیر تک ہم سنسان راہوں پر بھٹکتے رہے پھر ہمیں دُور ایک مکان نظر آیا۔ ہماری آنکھوں میں روشنی کی چمک جھلملائی، گرتے پڑتے ہم وہاں پہنچ گئے۔ اور دیر تک دروازہ کھٹکھٹاتے رہے پھر ایک شخص نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا ''جناب ہماری جیپ حادثے کا شکار ہو گئی ہے برائے مہربانی ہمیں ایک رات یہاں گزارنے کی اجازت دیدیں۔''

اس شخص نے پیچھے مڑ کر کسی کی طرف دیکھا پھر ایک طرف ہٹ کر ہمیں اندر آنے کا اشارہ کیا۔ ہم اندر داخل ہوئے تو اس شخص کے پیچھے ایک خاتون کھڑی نظر آئی، شاید یہ اس کی بیوی تھی۔ وہ دونوں ہمیں ایک کمرے میں لے گئے یہاں کوئی بستر وغیرہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تیاری

شوہر خون کے بارے میں کتاب پڑھ رہا تھا۔ بیوی نے اسے کتاب پڑھتے دیکھ کر پوچھا:
بیوی: خون کے بارے میں معلومات کیوں پڑھ رہے ہو؟
شوہر: ڈاکٹر نے کہا ہے کل خون کا ٹیسٹ ہے، تیاری کر کے آنا۔

نہیں تھے بس فرش پر ایک میلی سی چٹائی بچھی تھی۔ ہمارے میزبان ہمیں یہاں چھوڑ کر خاموشی سے واپس چلے گئے۔ ہم کیچڑ میں لت پت وہیں چٹائی پر ڈھیر ہو گئے اور جلد نیند کی وادی میں پہنچ گئے۔

رات کا آخری پہر تھا کہ شور سے ہماری آنکھ کھل گئی۔ ساتھ والے کمرے سے زور زور سے باتیں کرنے اور جھگڑنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ پھر ان آوازوں میں تیزی آتی گئی، پھر عورت کی چیخ کی آواز آئی۔ ہم گھبرا کر کمرے سے نکلے اور اس طرف بڑھے۔ جب ہم ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئے تو اس عورت کو کمرے میں گرے پایا، اس کی آنکھیں حلقوں سے باہر نکلی ہوئی تھیں یوں لگتا تھا جیسے اس کا گلہ دبایا گیا ہے۔ مرد کے ہاتھ میں پستول تھا، ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے پستول کی نالی اپنی کنپٹی پر رکھی اور گولی چلا دی۔ دھماکہ ہوا اور وہ شخص لہرا کر فرش پر گر پڑا۔

یہ روح فرسا منظر دیکھ کر ہم اتنے بدحواس ہوئے کہ چیختے ہوئے باہر کی طرف بھاگے۔ ہم بھاگے جا رہے تھے کہ سامنے سے پولیس وردی میں ملبوس ایک پولیس والے نے ہمیں روک لیا۔ ''کیا بات ہے کیوں شور مچا رہے ہو؟'' اس نے ڈپٹ کر کہا۔

''وہ اس گھر میں قتل ہو گیا ہے، قاتل نے خود کو بھی گولی مار لی ہے۔'' میں نے اس گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''کیا کہہ رہے ہو؟'' پولیس والے نے ہمیں ایسے دیکھا جیسے ہم پاگل خانے سے بھاگ کر آئے ہوں۔ پھر ہمارے اصرار پر وہ ہمارے ساتھ چل پڑا۔

جب ہم اس گھر تک آئے تو صبح کے ہلکے اُجالے میں وہ بالکل کھنڈر سا لگا۔ ہم پولیس والے کے ساتھ اندر داخل ہوئے اور سیدھا اس کمرے کی طرف گئے جہاں ہمارے سامنے یہ واقعہ ہوا تھا۔ ہم اندر داخل ہوئے ''اس کمرے میں قتل ہوا ہے۔'' میں نے کہا۔ مگر یہ دیکھ کر ہم حیران رہ گئے کہ نہ تو وہاں کسی عورت کی لاش تھی نہ خود کو گولی مارنے والے شخص کا نشان۔ ''لاش کہاں گئی؟ ابھی یہاں ایک شخص نے ایک عورت کو قتل کرنے کے بعد خود کو گولی ماری تھی۔'' میں نے حیرت سے کہا۔

پولیس والے نے طنزیہ نظروں سے ہماری طرف دیکھا اور بولا ''چار سال ہوئے اس گھر میں شوہر نے بیوی سے جھگڑ کر اسے گلہ دبا کر قتل کیا اور پھر خود کو گولی مار کر خودکشی کر لی۔ میں نے خود اس کیس کی تفتیش کی تھی۔ اس وقت سے یہ گھر خالی پڑا ہے۔ اس واقعہ کے بعد کسی نے بھی یہاں رہائش اختیار نہیں کی۔'' یہ کہہ کر وہ ہمیں حیران چھوڑ کر وہاں سے چل دیا۔

چند لمحے ہم دم بخود وہاں کھڑے رہے پھر جیسے ہی ہمیں احساس ہوا کہ ہم دو بھٹکی ہوئی روحوں کے مسکن میں کھڑے ہیں ہم سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگے۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

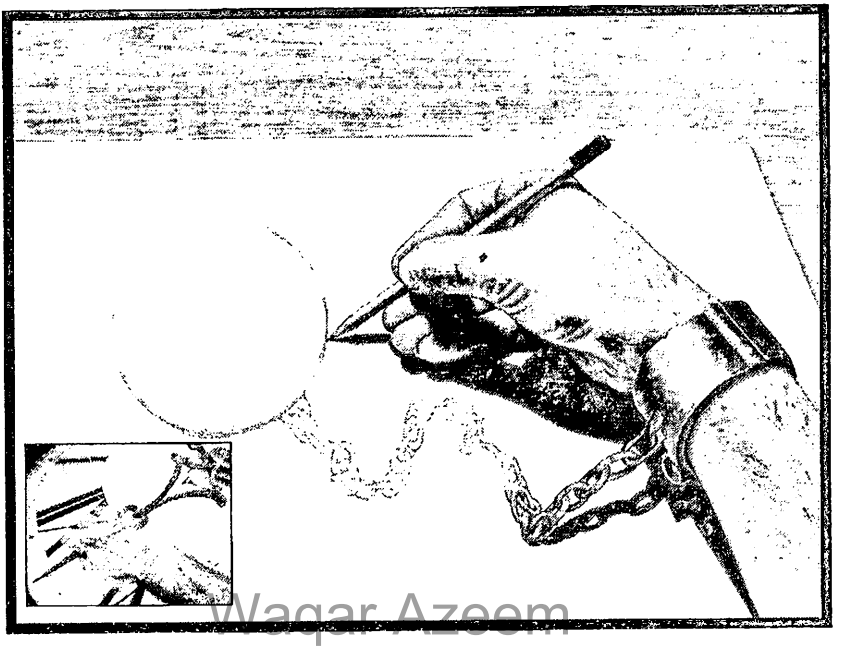

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

عجیب و غریب شخصیات

معروف و اہم شخصیات کی متنوع عادات' طور طریقے اور طرز زندگی بیان کرتی دلچسپ تحریر!

عارف محمود اپل

بدبو سے موت

کچھ لوگ اتنے صفائی پسند اور نازک مزاج ہوتے ہیں کہ متعفن ماحول انہیں متلی' قے یا سر چکرا دینے کی اذیت میں مبتلا کر سکتا ہے۔ بے ہوشی بھی طاری ہو سکتی ہے۔ مگر آپ نے یہ کبھی نہیں سنا ہو گا کہ فلاں شخص' معمولی سی بدبو بھی برداشت نہ کرتے ہوئے جاں بحق ہو گیا۔ مگر تاریخ میں ایک ایسے حکمران کا نام ملتا ہے جو نازک مزاجوں کا امام اور سرخیل تھا۔ اور وہ تھا ریاست گولکنڈہ (موجودہ ضلع گول گنڈہ' صوبہ اندھرا پردیش' بھارت) کا حکمران ابوالحسن تانا شاہ۔

ابوالحسن تانا شاہ نہایت صفائی پسند اور نازک مزاج

انسان تھا۔ وہ ہر موسم میں روزانہ تین تا چار بار غسل کرتا اور نیا لباس زیب تن کیا کرتا۔ وہ خوشبودار پانی سے نہاتا اور اس کے لباس پر بھی بے دریغ عطر و خوشبویات لٹائی جاتی مگر مقام حیرت یہ ہے کہ اتنی نازک مزاجی کے باوجود وہ نہایت عادل اور جری حکمران تھا' ایک بہادر سپاہی اور بیدار مغز سپہ سالار۔ جب شہنشاہ اورنگ زیب نے ریاست گول کنڈہ پر حملہ کیا تو ابوالحسن کی قیادت میں گولکنڈہ کے دس بارہ ہزار سپاہیوں نے ایک لاکھ سے زیادہ کے مغل لشکر کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔ مغلیہ فوج کے کم و بیش بیس ہزار سپاہی اس جنگ میں کام آ گئے۔ تین ماہ تک گولکنڈہ کا لشکر قلعہ بند ہو کر مغل افواج کا ناطقہ بند کرتا رہا مگر آخر ایک دن شکست کھائی اور مغل لشکر قلعہ کی دیواریں توڑ کر اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

اورنگ زیب عالم گیر کوئی ظالم و جابر حکمران اور سپہ سالار نہ تھا۔ اس نے چند سیاسی اغراض و مصالح کے تحت ریاست گول کنڈہ پر چڑھائی کی تھی۔ تاریخی حوالوں سے یہ بات ثابت ہے کہ اس نے اس حملے سے پہلے ابوالحسن تاناشا کو یہ پیشکش کی تھی کہ اگر وہ سلطنت مغلیہ کی باجگذاری قبول کرے تو اسے اندرونی خود مختاری دی جا سکتی ہے مگر جب ابوالحسن نے اپنے اقتدار اعلیٰ کو قائم رکھنے پر زور دیا تو مجبوراً مغلیہ سرکار کو یہ کارروائی کرنا پڑی۔ فتح کے بعد اورنگ زیب نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ کسی عام شہری سے کوئی تعرض نہ کیا جائے مگر وہ ابوالحسن تاناشاہ سے شدید نفرت رکھتا تھا جو اس کی راہ میں حائل ہوا اور اس کی مزاحمت اور بہادری نے مغل افواج کے کشتوں کے پشتے لگوا دیئے۔ وہ ہر حال میں ابوالحسن تاناشاہ کے قتل کا خواہشمند تھا۔ ابوالحسن اپنی نازک مزاجی کے باوصف موت سے خائف نہ تھا۔ بادشاہ نے ابوالحسن سے دریافت کیا کہ وہ کس طرح جان دینا چاہتا ہے۔ پھانسی پر لٹک کر' زہر پی کر یا تہہ تیغ ہو کر؟ اب ابوالحسن کی سنیئے! اس نے نہایت پُرسکون لہجے میں کہا:۔

''اورنگ زیب! اگر تو مجھے ہلاک کرنا ہی چاہتا ہے تو تجھے یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو کسی بھی خاکروب کو میرے نزدیک کھڑا کر دے میں اُسی وقت مر جاؤں گا۔''

بادشاہ اورنگ زیب یہ سن کر حیران رہ گیا۔ اُس نے محض آزمائش کے لئے گندے اور بدبودار کپڑوں میں ملبوس ایک خاکروب کو بلایا اور اسے ابوالحسن تانا شاہ کے پہلو میں کھڑا کر دیا۔ اور پھر ہزاروں تماشائی یہ منظر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے کہ محض چند ہی منٹ میں ابوالحسن کی سانس بند ہو گئی' وہ چکرا کر زمین پر گرا اور دم توڑ گیا۔ ابوالحسن کی اس نازک مزاجانہ موت سے بادشاہ اتنا متاثر ہوا کہ اس نے ابوالحسن کی شاہی اعزاز کے ساتھ تدفین کرائی اور اس کی قبر میں اتنی بڑی مقدار میں مشک و عنبر اور عطریات ڈلوائے گئے کہ آج بھی اس کی لحد سے خوشبوؤں کی لپٹیں اٹھتی ہیں۔

ٹوپی اور درد سر

جہاں تک نازک مزاجی کا تعلق ہے تو اس ضمن میں مرزا مظہر جاناں کا نام بھی لیا جا سکتا ہے۔ آپ نہایت جید عالم دین' فارسی اور اردو کے ممتاز شاعر' درویش اور محقق تھے۔ آپ بھی اورنگ زیب کے دور ہی سے تعلق رکھتے ہیں' آپ فطری طور پر نہایت صفائی پسند' نستعلیق اور باسلیقہ تھے۔ لباس کی تراش خراش کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ اپنے گھر کی ایک ایک شئے پر نظر رکھتے اور انہیں بے ترتیب نہ ہونے دیتے۔ ان کی ٹوپی اور پاپوش ان کے لباس کی ہم رنگ ہوا کرتی۔ ایک بار عجلت میں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

لباس کے رنگ سے مختلف ٹوپی پہن کر دربار شاہی چلے گئے۔ دوران اجلاس اس ٹوپی کی وجہ سے سر بھاری ہوا اور پھر اتنا شدید درد اٹھا کر رگیں پھٹنے لگیں قریب تھا کہ بے ہوش ہو جائیں۔ بادشاہ نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو اپنی شاہی سواری میں انہیں ان کی رہائش گاہ تک پہنچوا دیا۔ گھر پہنچتے ہی ٹوپی اتار پھینکی اور پھر چند لمحوں بعد انہیں ایسا لگا کہ درد سر تو سرے سے تھا ہی نہیں۔ ایک بار کسی ریاست کا نواب ان کی محفل روحانیت میں آیا۔ اس نے صراحی سے پانی پی کر کوزہ کچھ کج کے اُس پر رکھ دیا۔ آپ عالم استغراق میں تھے مگر یہ منظر دیکھ کر تڑپ اٹھے اور چلا کر بولے۔

''تجھے کس کم بخت نے نواب بنا دیا؟ تجھے تو صراحی پر پیالہ رکھنے کی تمیز بھی نہیں''۔

نہ جھکنا' نہ بکنا

بانی پاکستان حضرت قائداعظم کی گوناں گوں صفات وخصوصیات میں سے دو انتہائی اہم تھیں۔ ان کے بارے میں برملا کہا جا سکتا ہے:۔

''نہ جھکنے والے' نہ بکنے والے''

یہی وجہ ہے کہ بلبل ہند مسز سروجنی نائیڈو نے قائداعظم کی وفات کے بعد انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا تھا:

''اگر مسلم لیگ میں ایک سوگاندھی' اور دو صد ابوالکلام ہوتے اور کانگریس میں صرف ایک محمد علی جناح ہوتا تو پاکستان کبھی نہ بن پاتا۔''

قائداعظم اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکتے تھے۔ انہوں نے بڑے سے بڑے طرم خان کا استقبال کرتے ہوئے بھی اپنا سر خم نہیں کیا۔ ایک بار قائداعظم وائسرائے ہند لارڈ ویول سے مصروف گفتگو تھے۔ لارڈ ویول نے ان کی خدمت میں ایک دستاویز برائے مطالعہ پیش کی۔ قائداعظم نے اسے پڑھنے کے لئے اپنی جیب سے مونوکل (ایک آنکھ پر لگانے والی عینک) نکالی تو وہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر جا گری۔ چونکہ زمین پر قالین بچھا ہوا تھا اس لئے عدسہ ٹوٹنے سے محفوظ رہ گیا۔ لیکن ادھر لارڈ ویول دل ہی دل میں یہ سوچ کر محظوظ ہو رہا تھا کہ آج ''مسٹر جناح'' اس کے سامنے جھکیں گے۔ ظاہر ہے کہ قائداعظم جھک ہی کر مونوکل فرش سے اُٹھا سکتے تھے۔ قائداعظم نے لارڈ ویول کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ دیکھی تو خود بھی متبسم ہوئے۔ حقارت بھری نظروں سے اُسے دیکھا اور کوٹ کی دوسری جیب سے ایک اور مونوکل نکال کر آنکھ پر لگائی اور گری ہوئی مونوکل کو ٹھوکر مار کر لارڈ ویول کی طرف اچھال دیا۔ جبکہ لارڈ ویول خفت کے ساتھ ہاتھ ملتا رہ گیا۔

ظلم' پیار' شفقت

روم کا ظالم اور سنگدل بادشاہ یزو بھی ایک عجیب وغریب کردار تھا۔ جہاں اس کے ظلم وسنگدلی کا یہ عالم تھا کہ اس نے روم کو ازسرنو آباد کرنے کیلئے پورے شہر کو اس کے انسانوں سمیت نظر آتش کرا دیا اور خود نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے محل کے ایک کمرے میں کھڑا بانسری بجاتا اور ''تماشا'' دیکھتا رہا وہیں وہ ایک ماہر مصور اور بہترین موسیقار بھی تھا۔ اس نے ایک ایسی بانسری ایجاد کی تھی جس کے ہر سوراخ سے ہر قسم کی دھن بجائی جا سکتی تھی۔ یعنی اگر اس کے تمام سوراخ بند کر کے صرف ایک سوراخ سے ہی کام لیا جاتا تب بھی اس کی کارکردگی میں فرق نہ آتا۔ اسے بعض پالتو جانوروں خصوصاً بلیوں سے بہت پیار تھا۔ اس کی ایک خوبصورت پالتو بلی ایک حادثے میں مر گئی۔ تو اس کے غم میں وہ اتنا شدید بیمار پڑا کہ چھ ماہ تک صاحب فراش رہا۔ گویا وہ اپنے دور کا جارج بش

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

غزل

دل کوئی درد کی بستی کا مکیں ہو جیسے
میری قسمت کا ستارہ بھی خریں ہو جیسے
کتنے خاموش ہیں بے درد شواہد سارے
میرے قاتل کا کوئی نام نہیں ہو جیسے
ڈھل چکی رات ستارے بھی کئی ڈوب گئے
تیرے آنے کا مگر دل کو یقیں ہو جیسے
جان جاناں! یہ مرے دل کی اک اُجڑی بستی
تیری قربت میں کوئی خلد بریں ہو جیسے
خوں چکاں کوچہ قاتل کے کسی گوشے میں
یہ مرا دل بھی کوئی خاک نشیں ہو جیسے
یوں بھلا دیتا ہے سب کچھ تیری یادوں کا ہجوم
تیرے غم کا کوئی پہلو ہی نہیں ہو جیسے

(بہرام طارق۔ اسلام آباد)

تھا جو کتوں کو تو گلے لگاتا ہے مگر مسلمانوں کو کتوں اور بلیوں سے بھی بدتر سمجھ کر روزانہ سینکڑوں مسلمانوں کا خون بہا دیتا ہے۔

گدھا یا بادشاہ

یونان کا مشہور دیوانہ فلسفی دیو جانس کلبی عموماً لباس سے عاری رہتا۔ وہ عالم بے خودی میں بے لباس ہو کر کہیں بھی پڑ رہتا۔ جب ہوش میں آتا تو سیدھے سادے الفاظ میں بڑے پتے کی بات کہہ جاتا۔ سکندر نے جب مقدونیہ کی چھوٹی سی ریاست سے نکل کر ادھر اُدھر کے علاقے فتح کیے تو ایسارٹا پر بھی قابض ہو گیا۔ سکندر کی افواج ایسارٹا کے عسکریوں اور عوام کا قتل عام کرنے میں مصروف تھیں جبکہ دیو جانس تمام فکرات سے بے نیاز ایک ویران گوشے میں خاک بسر تھا۔ وہ شدید سردیوں کا زمانہ تھا اور دیو جانس دھوپ میں لیٹا ہوا تھا۔ سکندر کو جب یہ خبر ملی کہ دیو جانس فلاں مقام پر موجود ہے تو وہ اس تک پہنچا۔ دیو جانس یونہی زمین پر پڑا رہا۔ سکندر نے ایک زوردار لات اسے سید کرتے ہوئے کہا۔

''او دیوانے! میں نے تیرا ملک فتح کر لیا ہے۔ اب میں یہاں کا بادشاہ ہوں اور تجھے اس بات کی خبر نہیں'' دیو جانس نے سکندر کے یہ کلمات تکبر سن کر اپنی سرخ اور مخمور آنکھیں کھولیں اور گویا ہوا۔

''بادشاہت کرنا بادشاہوں کا کام ہے اور لات مارنا گدھے کا فعل۔ میں اس امر پر حیرت زدہ ہوں کہ نہ جانے پروردگار عالم نے کس مصلحت کے تحت تجھ جیسے گدھے کو بادشاہ بنا دیا۔''

سکندر کو دیو جانس کی اس بات پر شرم آئی اور معذرت طلب کر کے بولا:

''اچھا حضرت! یہ ارشاد فرمایئے کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔''

''بس دھوپ چھوڑ کر ذرا دور کھڑے ہو جاؤ۔ تمہارے سائے سے مجھ پر دھوپ کا اثر کم ہو رہا ہے'' اُس دیوانہ نما' فرزانے کا جواب تھا۔ اور سکندر نے یہ جواب سن کر زندگی میں پہلی بار کس مفتوحہ ریاست پر مکمل قبضہ نہ جمانے کا فیصلہ کیا اور اپنی فوجوں کو لے کر سپارٹا سے نکل گیا۔

تو صاحبو! دیکھے آپ نے کچھ عجیب و غریب کردار۔ اگر آپ کو یہ پسند آئے ہیں تو اس ادنیٰ قلم کار کی یادداشت میں ایسی بے شمار داستانیں موجود ہیں۔ بشرط فرصت مزید پھر سہی۔ انشاء اللہ۔

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

Pakistanipoint.com

ڈاکٹر محمد علی

جب تعلقات میں احترام نہ ہو' بھروسے کا نازک پل منہدم ہوجاتا ہے۔ ایک دوسرے کا ساتھ نبھانے کا وعدہ' دکھ درد میں تبدیل ہونے لگا' ایسے میں ہر دعویٰ کاغذی ناؤ کی طرح رہ جاتا ہے' بہت جلد فنا ہوجاتا ہے ختم ہوجاتا ہے۔

نہ پوچھ عالم برگشتہ طالعی آتش
برستی آگ جو باراں کی آرزو کرتے

کہانی کہاں سے شروع کروں اِدھر سے یا اُدھر سے' بھروسہ سے یا بھروسہ کے ٹوٹ جانے سے۔ یہ کہانی ہے دو دوستوں کی' دو بیویوں کی' دو ساتھیوں کی' دو نصف بہتروں کی ایک طرف بھروسہ کی دوسری جانب اعتماد کے ٹھیس کی۔

آج جبکہ میں نے زندگی کا زیادہ سفر طے کرلیا ہے اور منزل میرے نزدیک ہے میں آپ کو سب سچ سچ بتا دینا چاہتا ہوں۔ اگرچہ لوگ مجھے دیکھ کر کہتے ہیں اچھا بھلا ہے لیکن اچھا بھلا ہونا کوئی گارنٹی تو نہیں۔ اجل کا وقت مقرر ہے جب مرضی فرشتہ اجل

جہاں مرضی' جیسے مرضی آدھمکے اس کو تو پھونک مار کر بتی کو بجھانا ہے اور کوئی دھیمی ہو تو بجھنے کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں۔

کہانی لکھنے والے کے پاس کیا ہوتا ہے رسم عاشقاں' نام شوق' عشق بتاں' حرف وحقائق کا پٹارہ' جی ہاں صرف حقائق کا پٹارہ۔ جوانی میں اچھا وقت گزرا سب گزارتے ہیں اپنی رنگین مزاجی مشہور تھی۔ رنگوں کے پیچھے بھاگتے بھاگتے ایک رنگ کے اسیر ہوئے۔ شوخ و شنگ' تندوتیز حسینہ کی زلف کے زیرسایہ فرحت کے لمحے گزرنے لگے۔ ایک حسین و جوان رنگ' دوسرے شوخ رنگ سے جب ملتا ہے تو ایک نیا رنگ جنم لیتا ہے۔ قوس قزح کی صورت پیدا ہوکر پھر کئی رنگ دکھتے ہیں۔ ہر سو واہ واہ کی چہ میگوئیاں ہوتی ہیں۔ بڑے ہنستے ہیں دیکھتے ہیں' کتنے دن نبھتی ہے کتنے قدم ساتھ اٹھتے ہیں' کتنی ساعتیں ایک دوسرے کی رفاقت پر بھروسہ کرتی ہیں میں سب کی سوچ' اندازے غلط کر دکھاؤں گا۔ ایثار و قربانی کی ایسی بیج تیار کرونگا کہ بھروسہ کے گل ہر طرف کھلیں گے۔ اپنے من میں اتنا پختہ یقین تھا مجھے اپنی کامیابی کا۔ میں شوخ جوانی کو اپنے اندر جذب کرلونگا دوسروں کی نگاہوں سے چھپالوں گا۔ اپنا بنالوں گا۔ اپنالوں گا۔ اپنے آپ کو مٹا کر سرخرو ہوجاؤں گا۔ بھروسہ کی اس فضا میں دن اچھے کٹنے لگے۔ ہر سو روشنی پھیل گئی کوئی حائل نہ رہا۔ نہ شک نہ رنج' نہ غم' خوشیاں میرا مقدر ہوئیں' سارا غبار دھل گیا تھا۔ لوگوں کے اندازے غلط ہوئے۔ ایک دوسرے کی آنکھوں میں شمع جلتی دکھنے لگی۔ شب و روز پر لگا کر اُڑنے لگے۔

پھر عشق خاناں میں غم دوراں کی ذرا دھیمی ہوا چلی' فاصلے بڑھنے لگے۔ ہلکی ہوا تیز ہوئی تو بھروسے کی دیواریں ڈگمگانے لگیں۔ ہم دونوں بھول گئے تھے کہ جوانی کے لمحے اتنی جلدی گزر جائیں گے۔ وقت کو تو گزرنا ہے گزر گیا اپنے ساتھ اعتماد کی خوشبو لے گیا ہے۔ بھروسہ اور اعتماد کی بیل کیلئے ضروری ہے کہ یہ عزت واحترام کے درخت پر چڑھے۔ کوئی بھی بیل بغیر سہارے اوپر نہیں چڑھ سکتی۔ اپنا پھیلاؤ برقرار نہیں رکھ سکتی۔ جیسے جیسے بڑھتی اور پھیلتی ہے ایسے ایسے ہی اسے مضبوط سہارے کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے نہ ملے تو انجام آپ جان سکتے ہیں۔ چند دن ادھر ادھر مصنوعی سہاروں پر گزر ہوسکتی ہے لیکن انجام بھروسے کی' اعتماد کی موت ہے۔ موت تو ٹھنڈی یخ سل ہے اردگرد سب کچھ اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے' اپنی ٹھنڈک سے ہر جذبے کو منجمد کردیتی ہے۔

جب تعلقات میں احترام نہ ہو' بھروسے کا نازک پل منہدم ہوجاتا ہے۔ ایک دوسرے کا ساتھ نبھانے کا وعدہ' دکھ درد میں تبدیل ہونے لگا' ایسے میں ہر دعویٰ کاغذی ناؤ کی طرح رہ جاتا ہے' بہت جلد فنا ہوجاتا ہے ختم ہوجاتا ہے۔

تم سے ملنے سے پہلے تو میں آوارہ پھول کی طرح تھا لیکن اب تو میں تمہارا قیس ہوں' مجنوں ہوں۔

اچھا بھنورے جی' یہ آپ ہیں جو قیس ہونے کا دعویٰ کررہے ہیں بڑی کٹھن منزل ہے دعویٰ کرنا اور نبھانا۔

نہیں نہیں ایسا نہ کہو بھونرا ایک پھول میں قید بھی تو کیا جاسکتا ہے۔

ایک دوسرے کو فتح کرنے والے دو دل جب عزت و احترام کے جذبے سے خالی ہوتے ہیں تو بھروسے کے نازک پل سے منہ کے بل آگ کے دریا میں گرتے ہیں اور گرتے ہی چلے جاتے ہیں۔ ایسا ہی

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

ہوا تھا میرے ساتھ۔ میں جو گرا تو گرتا ہی چلا گیا۔ پھر ان دونوں میاں بیوی نے مجھے سہارا دیا' عزت دی' احترام دیا۔ میرے اندر زندگی کی جو لو بجھ رہی تھی اونچی کی اپنے انداز سے اپنے طریقے سے میں نے دوبارہ جینا شروع کیا لیکن دل تو لخت لخت ہو چکا تھا۔

عزیز و اقرباء' بہن بھائیوں نے کنی کترانی شروع کر دی تھی۔ گرتے ہوئے کو سہارا کون دیتا ہے' پر کسی طور تو جینا ہے۔

بیگم علی جان کے گھر میں نے عزت و احترام کے وہ وہ نظارے دیکھے کہ اپنی کم مائیگی کا احساس شدید تر ہوا۔ اپنی تہی دامنی اور واضح ہوئی۔ عزت و احترام کی اس مضبوط دیوار پر بھروسہ کی بیل کی مضبوط پکڑ میری نگاہوں میں آئی تو اپنا گھر یاد آیا۔ لوگ اس گھر کی مثالیں دیتے ہیں پہلے میرے گھر کی مثال دیتے تھے۔ کچھ حسد و بغض میں جلے بھنے لوگ اس فعل کو زن مریدی بھی کہہ دیتے لیکن بھروسہ اور احترام سے اس گھر کے در و دیوار ہر سو خوشبوئیں بکھیرتے' سکون کی ٹھنڈی میٹھی روشنی سے منور تھے۔ یہ در و دیوار لوگوں کے بہتان' چہ میگوئیاں ایسے ماحول میں دور کہیں مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوتی ہیں جو ماحول پر اثر انداز نہیں ہو سکتیں۔ رشتوں کے ماہر ایسے رشتوں کو کیا کیا رنگ نہیں دیتے۔ یہ کیا ہے؟ وہ کیا ہے؟ یہ کیوں ہے؟ وہ کس طرح ہے؟ میں ان سے پوچھتا ہوں انسانوں کے درمیان خون کے رشتوں کے علاوہ ایک ازلی رشتہ ہے انسانیت کا' دوستی کا' یاری کا' بھروسہ کا' اعتماد کا' عزت کا۔

خون کے رشتے تو پھر خون کے رشتے ہوتے ہیں شاید ایک دوسرے سے وقتی طور پر جدا ہوں انہیں دوبارہ مجبوراً اکٹھا ہونا پڑتا ہے۔ سب سے مشکل رشتہ ہے دوستی کا اسے نبھانے کا کہ یہ کھیل ہے ایثار کا' قربانی کا' عزت کا' احترام کا' درگزر کا' اپنے درمیان نرم گرم میں بھی اور رسوائیوں سے بھی بھلا نہ ماننا ماننے کے برابر ہو سکتا ہے۔ عزت' بے عزتی کے برابر ہو سکتی ہے ویران' مکان ہو سکتا ہے' فرار' قرار ہو سکتا ہے؟؟

دنیا کے تمام معاشروں میں دوستی کا کوئی نعم البدل تجویز نہیں کیا گیا۔ اس کا اپنا ہی رنگ ہے اپنا ہی سواد ہے اور پھر اگر اس پر عزت و احترام چاندی کے ورق کی طرح چسپاں ہو جائے تو ڈش دیکھنے کو بھی بھلی لگے کھانے کو بھی تقویت دے مزیدار بنائے۔ بھروسہ والے رشتوں کے دھاگوں کی ڈور جب الجھتی ہے تو سلجھانی مشکل ہو جاتی ہے۔ حق جتانے کے لئے حقدار بننا پڑتا ہے کچھ لینے کیلئے کچھ دینا پڑتا ہے۔ درخت سے گرا ہوا پتہ کہیں نہ کہیں تو مقام حاصل کرے کا عزت حاصل کرنے کیلئے عزت کرنی پڑتی ہے ورنہ رسوائیاں مقدر بنتی ہیں۔ چلتے قدم اگر بہک جائیں تو منزل کھوٹی ہو جاتی ہے۔ ایک طرف بھروسہ اور اعتماد کے مجروح ہونے کا نظارہ ہے دوسری طرف بھروسہ کو اوج ثریا کر دینے کا چلن ہے۔ دونوں زندگی کے رنگ ہیں زندگی گزارنے کے ڈھنگ ہیں کچھ اس طرح گزر جاتی کچھ اس طرح گزر جائے گی۔

جو ابر گریہ کناں ہے تو برق خندہ زناں
کسی میں خو ہے ہماری کسی میں خو تیری
اب تو میں یہی کہوں گا
خیال تن پرستی چھوڑ کر حق پرستی کر
نشان رہتا نہیں ہے نام رہ جاتا ہے انسان کا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بے گن

شگفتہ الماس ڈوگر

شیری کے جواب میں رابعہ لمبی چوڑی تقریر کرتی اس کا کہنا تھا۔ کہ اگر عورت میں گن ہوں تو مرد کی کیا مجال ہے' کہ وہ دامن چھڑا جائے۔ وہ جس طرف چاہے مرد کو موڑ سکتی ہے۔

ایک دوشیزہ کی کہانی جو اپنی سکھیوں سے جیتتی رہی مگر تقدیر سے ہار گئی

ڈفر ے کا قول ہے۔ جو مرد بلا شرکت غیرے اپنی ماں کی محبت کا مالک ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو فاتح سمجھتا ہے۔ اور فتح اُسے نصیب بھی ہوتی ہے۔ میرے خیال میں صرف مرد ہی نہیں جو بھی بچہ ماں باپ کی خصوصی شفقت حاصل کرتا ہے وہ زندگی کے ہر میدان میں کامیاب ہی رہتا ہے' کیونکہ وہ اکیلا اپنے ماں اور باپ کی شفقت اور دعاؤں کا مرکز ہوتا ہے۔ یہ

تمام باتیں میری دوست رابعہ پر سچ ثابت ہوتی تھیں۔ رابعہ کے والد ایک بڑے بزنس مین تھے۔ شہر کے مین بازار میں ان کی دکانیں اور پلاٹ تھے۔ رابعہ ان کی اکلوتی اولاد تھی۔ رابعہ کو زندگی کی ہر وہ آسائش اور سہولت میسر تھی۔ جس کی ایک عام آدمی صرف تمنا کر سکتا ہے۔ سکول لائف سے ہی اس کا اپنا بنک اکاؤنٹ تھا۔ بڑی سی گاڑی اسے چھوڑنے آتی تھی۔ سکول سے

جب چھٹی ہوتی تو ڈرائیور گاڑی لے کر پہلے سے موجود ہوتا تاکہ اسے ایک منٹ بھی انتظار نہ کرنا پڑے اس قدر آسائشوں اور سہولتوں نے رابعہ کی عادتوں کو بالکل نہیں بگاڑا تھا۔ وہ اپنی تعلیم پر خصوصی توجہ دیتی تھی۔ سکول کے ہر ڈرامے ہر کھیل میں وہ نمایاں رہتی تھی۔ کلاس کی پہلی تین پوزیشنوں میں سے ہمیشہ ایک پوزیشن ضرور اس کی ہوتی' لیکن اس کے اندر ایک خرابی تھی کہ جو چیز اس کے دماغ میں ایک دفعہ بیٹھ جاتی..... صحیح یا غلط وہ اس پر ڈٹ جاتی تھی۔ اور دلائل دے دے کر اسے سچ ثابت کرنے کی کوشش کرتی۔ پوری کلاس' ٹیچرز سمیت اسکی فضول بحث کی اس عادت سے تنگ تھے۔

جو مسئلہ ہر وقت زیر بحث رہتا وہ ہماری دوست شیری کی والدہ کا تھا۔ شیری میری اور رابعہ کی مشترکہ دوست تھی۔ شیری کی والدہ نے اپنے والدین کی مرضی کے خلاف اپنے یونیورسٹی فیلو سے کورٹ میرج کی تھی۔ شیری کے والد اس کی پیدائش سے چند ماہ قبل واپس گھر اپنے ماں باپ سے ملنے گئے پھر کبھی واپس نہ آئے۔ شیری کی والدہ جب گاؤں گئیں تو اس کے والد نے پہلے تو شیری کی ماں سے یہ کہہ کر ملنے سے انکار کر دیا۔ کہ وہ اس نام کی کسی عورت کو نہیں جانتا لیکن جب اس کی والدہ نے رونا پیٹنا شروع کیا تو بڑی بے اعتنائی سے شیری کے دادا نے بینک چیک کاٹ کر شیری کی والدہ کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا جاؤ اس میں جتنی چاہو رقم بھر لو اور میرے بیٹے کا پیچھا چھوڑ دو۔ شیری کی والدہ چیک پھاڑ کر واپس آ گئیں اور کبھی دوبارہ اس طرف کا رخ نہیں کیا۔ کچھ عرصہ بعد خبر ملی کہ شیری کے والد نے دوسری شادی کر لی ہے' یہی وجہ تھی کہ شیری کو مردوں سے شدید نفرت تھی۔ وہ اپنے سامنے کسی بھی مرد کی تعریف برداشت نہ کرتی۔ اس کا خیال تھا۔ کہ باپ کو اگر ماں سے محبت نہیں تھی' تب بھی میں تو اس کی اولاد تھی۔ میرے ساتھ تو محبت قدرتی طور پر ہونی چاہیے تھی۔ کبھی تو لوٹ کر وہ شخص دیکھتا کہ ایک وجود جو اس کے نام سے اس دنیا میں آیا ہے وہ زندہ ہے یا مر چکا اور دوسری بات یہ کہ میری ماں کا اتنا بڑا قصور نہ تھا کہ نانا تمام عمر میں بھی اس جرم کو نہ بھلا سکے۔ شیری کا خیال تھا کہ محبت نہ تو رشتوں میں ہوتی ہے نہ جذبوں میں تمام انسان ایک دوسرے کے ساتھ ضرورت کے رشتے سے بندھے ہوئے ہیں۔ ضرورت کو محبت کا نام دینا سراسر زیادتی ہے۔ شیری کے اس جواب میں رابعہ مردوں کے حقوق کیلئے لمبی چوڑی تقریر کرتی اس کا کہنا تھا۔ کہ اگر عورت میں گن ہو تو مرد کی کیا مجال ہے' کہ وہ دامن چھڑا جائے عورت کے اندر قانونِ قدرت نے بڑی طاقت رکھی ہے۔ وہ جس طرف چاہے مرد کو موڑ سکتی ہے۔ یہ عورت ہی کی کمزوریاں ہیں جو مرد کو بے وفائی کا موقع دیتی ہیں اس کی یہی رٹ ہوتی عورت چاہے تو یہ کر سکتی ہے عورت چاہے تو وہ کر سکتی ہے.....

اسی طرح آہستہ آہستہ وقت گزرتا گیا ہم تینوں کالج پہنچیں تو ہماری اسلامیات کی لیکچرار مسز سارہ حیات تھیں جن کے شوہر نے انہیں شادی کے نو سال بعد طلاق دے کر اپنی کولیگ سے نکاح کر لیا تھا۔ اب شیری کی والدہ کے ساتھ ساتھ مسز سارہ بھی تمام دن موضوع گفتگو بنی رہتیں۔ جب یہ بحث مسز سارہ تک پہنچی تو انہوں نے کلاس میں رابعہ اور شیری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''مرد اور عورت دو ایسے ہمسفر ہیں جن کے سفر کا آغاز تو مختلف اسٹیشنوں سے ہوتا ہے اور پھر اچانک کسی موڑ پر وہ ہمسفر ٹھہرتے ہیں لیکن تمام زندگی گزارنے کے باوجود عورت کا دل و دماغ ایک ایسے اسٹیشن کی رونق پر جما

WaqarAzeem Pakistanipoint

رہتا ہے۔ جہاں پر اس نے ہوش سنبھالا ہوتا ہے۔ جہاں پر اس نے شعور کی پہلی آنکھ کھولی ہوتی ہے۔ وہ پہلا انجانا سا جذبہ جسے وہ پہلی محبت کا نام دیتی ہے۔ وہ جہاں بھی جائے کچھ بھی حاصل کر لے لیکن اس جذبے کو اس خلش کو کوئی چیز نہیں مٹا سکتی اور وہ خود بھی اس حصار سے باہر نہیں آنا چاہتی۔ زندگی میں جب بھی کبھی وقت ملے کسی بھی کونے میں آنکھ موند کر اس لذت کو ضرور محسوس کرے گی لیکن جلد ہی واپس لوٹ کر اپنے فرائض میں گم ہو جائے گی۔ دوسری طرف مرد ہے۔ جو تمام عمر کسی بھی اسٹیشن پر چند روز سے زیادہ قیام نہیں کرتا۔ اس کے لئے زندگی کی کوئی پہلی اور آخری چاہت نہیں ہوتی ہر نیا منظر ان کی زندگی کے پرانے منظروں کو دل و دماغ سے یوں مٹا دیتا ہے۔ جیسے کسی نے بڑی چاہت سے ساحل پر نام لکھا ہو اور سمندر کی پہلی ہی لہر اسے مٹا ڈالے۔ یہ قانونِ قدرت ہی ہے کہ جس نے دو مختلف خواہشات اور نفسیات رکھنے والوں کو یکجا کرنے کا نظام بنا رکھا ہے اور پھر مضبوطی سے باندھے بھی رکھا ہے۔ ورنہ خواہشات اور جذبات کا ٹکراؤ کبھی کا رشتوں کے مضبوط بندھنوں کی دھجیاں بکھیر چکا ہوتا۔ اس لئے یہ کہنا کہ زندگی تجربوں سے کامیاب گزرتی ہے یا زندگی گن ہوں تو کامیاب گزرتی ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ زندگی اللہ کی مدد کے بغیر کامیاب نہیں ہوتی اس لئے فضول بحث یا انسانی تجربوں سے کوئی نتیجہ اخذ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اللہ آپ کی زندگی کو آسان بنا دے"۔ اس لیکچر کا یہ اثر ہوا کہ رابعہ جو ہر وقت ایک ہی موضوع چھیڑے رکھتی تھی۔ اس کی یہ عادت کافی حد تک کم ہو گئی تھی۔

کالج کے فائنل ایگزام کے بعد ہم تینوں کا رابطہ تقریباً ختم ہی ہو گیا جب تین ماہ بعد رزلٹ کارڈ لینے کیلئے کالج گئی تو ایک عجیب خبر میری منتظر تھی۔ شیری نے مجھے بتایا کہ رابعہ نے اپنے والدین کی مرضی کے خلاف اپنی کمپنی کے ورکر کے ساتھ کورٹ میرج کر لی ہے۔ اور رابعہ کے والد دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے ہیں۔ مجھے یہ خبر سن کر شدید دکھ ہوا کہ رابعہ نے اپنے دل کی خواہش کے لئے اتنی پیار کرنے والی ہستی کھو دی۔ میں نے اور شیری نے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لیا ابھی ایک سال مکمل ہوا تھا کہ والد صاحب کو کاروبار میں شدید نقصان ہوا جس سے گھر کی معاشی حالت بگڑ گئی والد صاحب دل کے مریض تھے۔ اتنے بڑے نقصان نے ان کو اور بھی زیادہ بیمار کر دیا۔ میں چونکہ گھر میں سب سے بڑی تھی۔ اور باقی بہن بھائی ابھی چھوٹے تھے اس لئے یہ میری ذمہ داری بنتی تھی۔ کہ میں اپنے گھر کو چلانے میں اپنے والد کی مدد کروں۔ میں نے نوکری کی تلاش شروع کر دی لیکن نامکمل تعلیم اور کوئی بھی کورس نہ ہونے کی وجہ سے مجھے انٹرویو سے پہلے ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا۔

ایک دن اخبار میں ایک پرائیویٹ کمپنی کا اشتہار آیا کہ انہیں ایک پرائیویٹ لیڈی سیکرٹری کی ضرورت ہے۔ میں نے اپنے تمام کاغذات جمع کروا دیئے تو دوسرے دن انٹرویو کال موصول ہوئی۔ یہ پہلی کمپنی تھی؛ جس نے مجھے انٹرویو کے لئے بلایا تھا۔ میں جب انٹرویو کے لئے کمپنی کے آفس پہنچی تو پورا کمرہ امیدوار خواتین سے بھرا پڑا تھا۔ انٹرویو لسٹ میں میرا نمبر پندرھواں تھا۔ تمام خواتین پہلے سے کسی نہ کسی کام کا تجربہ رکھتی تھیں۔ میں نے جب اتنی تجربہ کار اور پڑھی لکھی خواتین کو امیدوار دیکھا تو مجھے اپنا آپ حقیر سا لگنے لگا میرا دل چاہا کہ سب کچھ چھوڑ کر بھاگ جاؤ شاید میں اس سوچ پر عمل کرتی کہ میرا نام انٹرویو کیلئے پکارا گیا۔ میں حیران تھی کہ لسٹ میں

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

میرا نمبر پندرھواں ہے جبکہ مجھے بلایا چوتھے نمبر پر جا رہا ہے۔ جب میں کانپتے قدموں کے ساتھ کمرے میں پہنچی تو میرے سامنے رابعہ چیئرمین کی کرسی پر بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ سلام دعا کے بعد رابعہ نے سامنے بیٹھے ادھیڑ عمر شخص کو مخاطب کر کے کہا ''دلاور صاحب باقی لوگوں سے واجبی سا انٹرویو لے کر چلتا کریں میں نے سیکرٹری کا انتخاب کر لیا ہے''۔ ''او۔کے میڈم'' کہہ کر دلاور نامی وہ شخص باہر گیا تو رابعہ نے اٹھ کر مجھے گلے سے لگا کر بہت سے گلے شکوے کر ڈالے کہ تم دونوں نے کبھی مڑ کر مجھے یاد بھی نہ کیا۔ میں نے جب رابعہ کو غور سے دیکھا تو گلابی ساڑھی پہنے آنکھوں پر چشمہ لگائے بھرے بھرے جسم کے ساتھ وہ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت اور سوبر لگ رہی تھی۔ بڑی دیر تک ہم اپنے ماضی کی حسین یادوں کو دہراتے رہے۔ جب بات حال تک پہنچی تو رابعہ اچانک چونک پڑی ''اومائی گاڈ مجھے یاد ہی نہیں رہا کہ لنچ کیلئے مجھے گھر جانا تھا' عماد میرا انتظار کر رہے ہونگے وہ میرے بغیر کھانا نہیں کھاتے......تم بھی میرے ساتھ چلو آج دوپہر کا کھانا تم ہمارے ساتھ کھانا اور تمہیں عماد سے بھی ملواؤں گی''۔

آفس سے چند منٹ کی ڈرائیو پر رابعہ کا گھر تھا۔ رابعہ کا گھر بہت خوبصورت تھا۔ ہر چیز سے نفاست اور خوبصورتی دور سے ہی دیکھنے والی آنکھ کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی۔ وہ مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر اندر چلی گئی جب واپس آئی تو رابعہ کی گود میں چھوٹا سا بچہ تھا اور اس کے ساتھ ایک خوبصورت سا نوجوان کھڑا تھا۔ جس کی پرسنلٹی واقعی متاثر کن تھی۔ رابعہ نے عماد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''یہ میری دوست ماہ نور ہے۔ جس کا تم سے اکثر ذکر کرتی ہوں اور ماہ نور یہ میرے شوہر عماد ہیں اور تمہارے لئے سرپرائز ہے میری پیاری بیٹی ارومہ''۔ اس نے ارومہ کو میری گود میں لٹاتے ہوئے کہا ''لو تم لوگ باتیں کرو میں کھانا لگواتی ہوں''۔ عماد بڑی دیر تک مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ عماد کا بات کرنے کا انداز اور باتیں دونوں ہی قابل تعریف تھیں۔ میں نے دل ہی دل میں رابعہ کی پسند کو داد دی ہم تینوں نے مل کر کھانا کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد عماد آفس چلے گئے تو رابعہ مجھے بتانے لگی کہ کس طرح عماد اور اس کی ملاقات ہوئی اور پھر یہ ملاقات محبت میں بدل گئی۔ ''میں عماد سے شادی کا فیصلہ کر لیا تو بابا کو یہ بات پسند نہ تھی۔ وہ میری شادی اپنے بھانجے سے کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ ان کی بیٹی اور جائیداد دونوں غیروں کے گھر نہ جائیں لیکن مجھے یہ سودا منظور نہ تھا میرے نزدیک مقام اور مرتبہ و دولت کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ میں نے تمام چیزیں چھوڑ کر عماد سے کورٹ میرج کر لی۔ بابا کو ہارٹ اٹیک ہوا تو سب لوگ کہتے تھے کہ میں نے اپنے باپ کی زندگی ختم کر دی ہے لیکن یہ غلط ہے بابا اتنی ہی عمر لکھوا کر آئے تھے۔ بابا اگر زندہ رہتے تو مجھے ضرور معاف کر دیتے۔ ماں جی ماموں کے پاس انگلینڈ چلی گئی تھیں لیکن اس کاروبار کے لئے رقم ماما نے مجھے دی تھی''۔ میں نے ہلکا سا اعتراض کرتے ہوئے کہا ''رابعہ تمہیں پچھتاوا نہیں ہوتا کہ تم نے اپنی دل کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے دو حقیقی محبت کرنے والی ہستیاں کھو دیں'' رابعہ کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر گیا ''تم ابھی بچی ہو ان باتوں کی سمجھ کے قابل نہیں ہو۔ یہ دل کے معاملے ہیں''۔ اس نے ہمیشہ کی طرح میرے چھوٹے قد کو چوٹ کرتے ہوئے بات بدل ڈالی۔ ''کل میں تمہیں عماد کی امی اور بہنوں سے ملاؤں گی وہ سب بہت اچھے ہیں''۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

میں نے جب رابعہ کی کمپنی کو جوائن کیا تو جو چیز سب سے پہلے عیاں ہوئی وہ یہ تھی کہ رابعہ اس بزنس سے دو گھر پالتی تھی' ایک اپنا اور ایک عماد کے والدین کا۔ عماد کی ماں اور اس کی بہنیں رابعہ کی بے دام غلام تھیں۔ کیونکہ انہیں بیٹھے بٹھائے سونے کے انڈے دینے والی مرغی جو ہاتھ لگ گئی تھی' جس نے ایک سال ہی میں انہیں غربت کے اندھیروں سے نکال کر دولت کی روشنیوں میں لا کھڑا کیا تھا۔ میرا رابعہ اور عماد کے ساتھ بہت اچھا وقت گزر رہا تھا۔ کبھی وہ دونوں میرے پاس آ جاتے اور کبھی میں چھٹی کے دن ان کے پاس چلی جاتی۔ عماد اور رابعہ کی محبت دیکھ کر مجھے ان پر رشک آتا تھا۔ کہ زندگی ہو تو ایسی' رابعہ عماد پر اندھا اعتماد کرتی تھی فیکٹری میں ہونے والے کام اور دوسرے بزنس میں' دن رات محنت وہ خود کرتی تھی۔ پیسہ ذہن محنت سب رابعہ کا تھا۔ لیکن اس سے حاصل ہونے والے روپے پیسے کا ہر طرح کا حساب عماد کے ہاتھ میں تھا۔ کئی دفعہ میرا دل چاہا کہ رابعہ سے کہوں کہ اسے عماد پر اتنا اعتماد نہیں کرنا چاہیے لیکن کچھ میری عادت ایسی تھی کہ میں لوگوں کے معاملات میں بہت کم دخل دیتی اور کچھ رابعہ کی ناراضگی کا ڈر تھا۔ میں نے کبھی اس معاملے میں دخل اندازی نہ کی۔

ایک روز اتوار کے دن ابھی میں بستر میں ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی تو امی نے کہا کہ رابعہ کا فون ہے۔ میرا دل بالکل نہیں چاہتا تھا کہ بستر سے اٹھوں۔ جب فون اٹھایا تو رابعہ کی ملازمہ رانی بول رہی تھی کہ بی بی نے کہا ہے ان کی طبیعت خراب ہے۔ اس لئے فوراً گھر آ جائیں۔ یہ نادر شاہی حکم سن کر مجھے شدید غصہ آیا کہ اتوار کہ دن بھی ان کے ہاں حاضری دینا ضروری ہے۔ میں بے دلی سے تیار ہو کر رابعہ کے گھر پہنچی تو وہ اروما کے ساتھ لان میں بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی۔ اسے یوں صحت مند بیٹھے دیکھ کر مجھے اور بھی غصہ آیا'' نیند کا سارا مزہ خراب کر دیا..... تم تو کہہ رہی تھی کہ تم شدید بیمار ہو اور موت کا فرشتہ دروازے پر کھڑا ہے جلدی سے آ کر آخری ملاقات کر لو اب یہاں بیٹھی توس ٹھونس رہی ہو''۔ میری جلی کٹی تقریر کے جواب میں وہ اونچی آواز میں ہنسنے لگی'' مجھے پہلے ہی پتہ تھا۔ کہ تم آج نہیں آؤ گی کوئی نہ کوئی بہانہ کرو گی اسی لئے میں نے رانی سے فون کروایا تھا''۔'' اچھا اب بتاؤ کہ تمہیں کیا طبی امداد دوں کہ تمہاری طبیعت بحال ہو جائے''۔'' دراصل آج میں بہت بور ہو رہی ہوں۔ عماد بزنس کے سلسلے میں کراچی گئے ہوئے ہیں۔ اور آفس بھی چھٹی کی وجہ سے بند ہے اس لئے میں نے سوچا تمہارے ساتھ ملکر شاپنگ کر لی جائے''۔ اروما کو آیا کے حوالے کر کے ہم دونوں شاپنگ کیلئے نکل پڑیں۔ رابعہ نے ایک گھنٹے ہی میں سارا بازار کنگال ڈالا میں بڑی بے دلی سے اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ اس کا واپسی کا کوئی ارادہ نہیں ہے تو میں نے بہانے سے کہا کہ مجھے بھوک لگ رہی ہے مجھے گھر ڈراپ کر دو کیونکہ سنڈے کو امی ابو دوپہر کا کھانا ہم سب بہنوں کے ساتھ ملکر کھاتے ہیں۔'' میں آنٹی کو فون کر دیتی ہوں کہ تم آج دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ گی'' رابعہ مجھے لے کر ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں چلی گئی۔

کچھ چھٹی اور کچھ دوپہر کے کھانے کے ٹائم کی وجہ سے ہوٹل میں بے پناہ رش تھا۔ بڑی مشکل سے مین گیٹ کے قریب ایک خالی میز ملا۔ ہم وہاں بیٹھے تو مجھے عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ کچھ اتنے زیادہ لوگ اور کچھ دروازے کے قریب ہونے کی وجہ سے ہر آنے جانے والے کی نظر ہم پر پڑتی

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

تھی۔ رابعہ ان سب باتوں سے بے نیاز مجھے بڑی چاہت سے بتا رہی تھی۔ ”جب ہماری شادی ہوئی تھی۔ تو میں اور عماد ہر سنڈے یہاں آتے تھے۔ وہ سامنے والا فیملی کیبن ہمیشہ ہمارے لئے بک رہتا تھا۔ ہم رات کا کھانا کھا کر واپس جاتے تھے لیکن ارومہ کی پیدائش کے بعد یہ پروگرام تقریباً ختم ہی ہو گیا کیونکہ ارومہ بے چاری کیلئے ایک چھٹی کا دن ہی تو بچتا ہے“۔ وہ میری ناگواری کو نظر انداز کر کے اپنے خوبصورت دنوں کی یاد تازہ کر رہی تھی۔ میں ہوں ہاں میں جواب دے رہی تھی۔ کہ سامنے موجود فیملی کیبن میں اچانک شور سنائی دیا جیسے بہت سے لوگ آپس میں لڑ رہے ہوں۔ جو ویٹر آرڈر لینے کیلئے آیا رابعہ نے اس سے جھگڑے کے بارے میں پوچھا تو وہ بتانے لگا ”بیگم صاحبہ فیملی کیبن میں موجود جو صاحب اور بیگم صاحبہ ہیں ان کی کوئی چیز گم ہو گئی ہے جس کا الزام وہ اس ویٹر کو دے رہے جو انہیں کھانا سرو کرنے گیا تھا۔ بیگم صاحبہ کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ دو اشخاص کی موجودگی میں کوئی تیسرا آ کر ان کے سامنے ان کی کوئی چیز اٹھا کر لے جائے۔ یہ سب ان جیسی عورتوں کے روپے بٹورنے کے طریقے ہوتے ہیں اور یہ صاحب لوگ بھی بڑے بھولے ہوتے ہیں جو جلد ہی ان کی باتوں میں آ جاتے ہیں“ یہ کہہ کر بیرا آگے گزر گیا تو رابعہ نے باتوں کی تان وہیں سے دوبارہ جوڑلی جہاں سے ٹوٹی تھی۔ باتیں کرتے کرتے رابعہ اچانک رک گئی جیسے اس کی زبان کو بریک لگ گئی ہو۔ جب میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو اس کا رنگ سفید اور آنکھیں جیسے پتھرا گئی ہوں۔ میں نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تو عماد ایک خوبصورت سی لڑکی کے ساتھ فیملی کیبن کے باہر کھڑا تھا۔ بڑے غصہ میں منیجر اور دوسرے لوگوں کو کچھ کہہ رہا تھا۔ لڑکی بڑی ادا سے اسے بازو سے پکڑ کر باہر کی طرف کھینچ رہی تھی۔ مجھے اپنا جسم اچانک بڑا وزنی محسوس ہونے لگا۔ میں نے بڑی مشکل سے رابعہ کے ٹوٹے ہوئے جسم کو سمیٹا اور اسے گھر پہنچایا خود اپنے گھر آ کر میں اس طرح بستر پر گری گویا ہزاروں میل کا راستہ میں پیدل چل کر آئی ہوں۔

تمام رات میری آنکھوں میں گزری مجھے رابعہ کی تمام باتیں یاد آ رہی تھیں۔ ہم نے تمام عمر رابعہ کو ہرانا چاہا لیکن آج جب وہ سچ مچ ہار گئی تو مجھے بہت دکھ ہو رہا تھا۔ صبح میں وقت سے بہت پہلے تیار ہو کر آفس پہنچی تو آفس بند پڑا تھا۔ وہاں سے سیدھی رابعہ کے گھر گئی تو دروازے پر پڑا بڑا سا تالا حقیقتِ حال بیان کر رہا تھا۔

میں واپس لوٹنے لگی تو چوکیدار نے آواز دے کر کہا باجی جی بیگم صاحبہ آپ کیلئے یہ کاغذ دے کر گئی تھیں۔ اس نے کاغذ کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے مزید کہا ”بیگم صاحبہ کل بہت پریشان تھیں“۔ ”وہ کہاں گئی ہیں؟ کچھ بتایا انہوں نے وہ کب واپس آئیں گی اور صاحب کہاں ہیں؟“۔ میں نے کئی سوال ایک ہی سانس میں کر ڈالے۔ ”بیگم صاحبہ نے کل صاحب سے آنے سے قبل ہی ہم سب ملازموں کو فارغ کر دیا تھا اور ارومہ بی بی کو ساتھ لے کر چلی گئیں۔ بیگم صاحبہ جاتے ہوئے بڑی رو رہی تھیں۔ مجھ سے کہا تھا۔ کہ کل صبح تک تم یہیں رہنا اور کل صبح جو بی بی سب سے پہلے دروازے پر دستک دیں وہی ماہ نور بی بی ہوں گی یہ کاغذ انہیں دے دینا۔

جب میں نے کانپتے ہاتھوں سے کاغذ کھولا تو بڑی شکستہ تحریر میں لکھا تھا..... بے گن۔

WaqarAzeem Pakistanipoint

نواز خان

”معصوم لڑکی“

”وہ ایک معصوم اور سادہ دل لڑکی کا متلاشی تھا۔ طویل انتظار کے بعد اُسے ایسی لڑکی مل گئی لیکن.....!“

یہ کہانی دلچسپ انداز میں شروع ہوئی میں امرتسر کے ایک دیہاتی علاقے میں کام کر رہا تھا۔ گاؤں کا نام جانڈی پورا تھا۔ یہاں کے ماسٹر دیانش صاحب بڑی جانی پہچانی شخصیت تھے۔ عمر پچاس پچپن کے قریب تھی تاہم صحت اچھی تھی روز صبح ورزش کرتے تھے۔ پکے نمازی اور خدا ترس شخص تھے۔ گاؤں میں ہر کوئی اُن کا نام عزت سے لیتا تھا۔ ماسٹر صاحب میں اگر کوئی خامی تھی تو اتنی کہ انہوں نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی۔ لوگ کہتے تھے کہ جوانی میں انہیں اپنی پھوپھی زاد کے ساتھ عشق ہوا تھا۔ پھوپھی زاد کی شادی کہیں اور ہوگئی۔ ماسٹر صاحب نے عمر بھر شادی نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ خاندان کی کئی دوسری لڑکیوں نے اُن کی یہ ضد توڑنی چاہی لیکن کسی کو کامیابی نہ ہوئی۔

بہر طور اب اِن باتوں کو ایک طویل عرصہ گزر چکا تھا۔ ماسٹر صاحب کی کنپٹیوں پر سفید بال آچکے تھے اور ان کے طور اطوار سے بزرگوں والی سنجیدگی جھلکنے لگی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ اُن کی زندگی ایک ایسی ڈگر پر چل نکلی ہے جس پر آنے والے دنوں میں کسی عورت کے قدم نہیں پڑیں گے اور وہ ایک کنواری زندگی گزار کر اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ لیکن ایک روز بلال شاہ نے مجھے ان کے بارے میں ایک اہم بات بتائی۔ گرمیوں کے دن تھے وہ چق اٹھا کر میرے کمرے میں چلا آیا۔ میرے کمرے میں پنکھا لگا ہوا تھا اور بلال شاہ اکثر بہانے بہانے سے ہوا لینے چلا آتا تھا۔ پہلے تو میں نے یہی سمجھا کہ وہ پسینہ خشک کرنے کے چکر میں آیا ہے لیکن پھر اُس کا چہرہ دیکھ کر اندازہ ہوا کہ کوئی اہم بات بھی اس نے کرنی ہے۔

اُس کے چہرے پر سرخی تھی اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں چغل خوروں کی سی چمک تھی۔ کہنے لگا ”خان صاحب! کچھ دنوں سے میں ایک عجیب بات محسوس کر رہا ہوں۔ پہلے تو میرا خیال تھا کہ شاید مجھے غلط فہمی ہو رہی ہے لیکن اب شک شبہ یقین میں بدلتا جا رہا ہے“۔

میں نے کہا ”کہیں تیری گھر والی کا جی پھر سے خراب تو نہیں ہونے لگا“۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

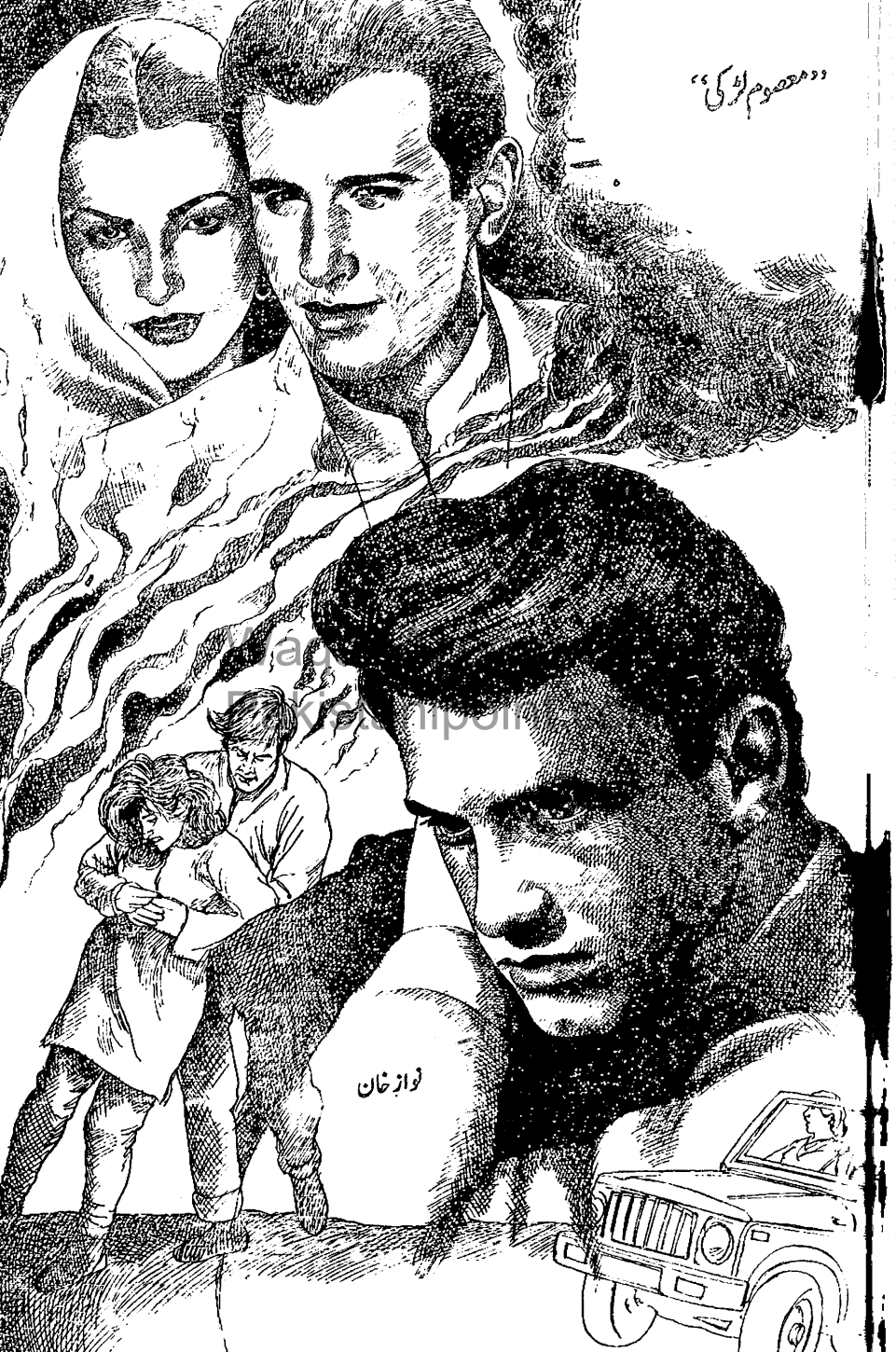
"معصوم لڑکی"
نواز خان

''نہیں خاں صاحب'' وہ سر جھٹک کر بولا ''آپ کو تو بس ایک بات سوجھتی ہے۔ میں کچھ اور کہہ رہا ہوں..... ماسٹر ریاض کو تو جانتے ہیں ناں آپ؟ میں نے اقرار میں سر ہلایا۔ وہ بولا ''پچھلے کچھ دنوں سے ماسٹر صاحب کچھ بدے بدلے سے ہیں۔ بڑے بن ٹھن کر رہتے ہیں۔ اب تو کبھی کبھی سرمہ بھی لگانے لگے ہیں۔ میں نے کئی بار انہیں خود ہی خود مسکراتے اور گنگناتے دیکھا ہے۔ میرے پڑوسی ہیں اس لیے اُن کی جتنی خبر مجھے ہے اور کسی کو نہیں ہو سکتی۔ مجھے تو لگتا ہے ماسٹر جی کا کہیں ٹانکا جڑ گیا ہے''۔

میں نے کہا ''اگر جڑ گیا ہے تو اس میں بُرائی کی کون سی بات ہے، بندے کو کسی بھی وقت اپنا جنازہ جائز کرنے کا خیال آ سکتا ہے''۔

وہ بولا ''لیکن یہ تو زیادتی ہے ناں جی اس گاؤں میں میرے ہی ساتھ والے گھر میں کوئی چکر چلتا رہے اور مجھے خبر نہ ہو۔ یہ تو چراغ تلے اندھیرے والی بات ہو گئی''۔

میں نے کہا ''تم کہنا چاہتے ہو کہ ماسٹر صاحب اپنے گھر میں کوئی چکر چلا رہے ہیں''۔

''بالکل'' بلال شاہ نے اقرار میں سر ہلایا۔

''وہ تو گھر میں اکیلے رہتے ہیں'' میں نے کہا۔

''لیکن اب اکیلے نہیں ہیں..... مجھے شبہ ہے خان صاحب کہ اُن کے گھر میں اُن کے علاوہ بھی کوئی رہ رہا ہے''۔

''اس شبے کی وجہ؟'' میں نے پوچھا۔

''وجہ کوئی نہیں جی، بس یہ میرے دل کی آواز ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ پچھلے ایک ڈیڑھ ہفتے سے ماسٹر صاحب کے گھر میں کوئی ہے۔ آپ کو پتہ ہی ہے کہ ہمارے کوٹھے سے ماسٹر صاحب کے صحن کا کچھ حصہ صاف نظر آتا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا پانچ چھ روز پہلے رات کو بارش ہوئی تھی۔ اگلے دن صبح ماسٹر صاحب کے کچے صحن میں میری نظر پڑی تو وہاں مٹی پر کسی عورت کے قدموں کے نشان نظر آئے''۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا ''نشان اُلٹے تو نہیں تھے کیونکہ سنا ہے ہوائی چیزوں کے پاؤں اُلٹے ہوتے ہیں''۔ وہ بولا ''خاں صاحب! آپ مذاق مت سمجھیں، میں بالکل سنجیدہ ہوں۔ اُس گھر میں کوئی نہ کوئی رہ رہا ہے۔ ابھی کل شام میں نے ماسٹر صاحب کے صحن میں دروازے کے پاس بالوں کا ایک گچھا دیکھا ہے۔ آپ کو پتہ ہی ہے عورتیں کنگھی کرنے کے بعد سر سے اُترے ہوئے بال اُنگلی پر لپیٹ کر گول کرتی ہیں اور کوڑے میں پھینک دیتی ہیں بعض اوقات یہ بال ہوا کی وجہ سے اِدھر اُدھر چکرانے لگتے ہیں۔ ایسے ہی بال مجھے ماسٹر صاحب کے صحن میں نظر آئے ہیں''۔

میں نے کہا ''یار! مجھے تو لگتا ہے کہ تمہیں کوئی وہم ہو گیا ہے اور اگر وہم نہیں ہے تو کسی طرح اس بات کی تصدیق کر لو۔ اپنی بیوی یا کسی دوسری عورت کو ماسٹر کے گھر میں بھیجو۔ وہ اندر کی ساری بات باہر نکال لائے گی۔

بلال بولا ''یہی تو مصیبت ہے ماسٹر صاحب کسی کو گھر میں گھسنے ہی نہیں دیتے۔ پہلے انہوں نے کھانا وغیرہ پکانے کے لیے بوڑھی ملازمہ حمیدن رکھی ہوئی تھی۔ حمیدن کو بھی انہوں نے اسی لیے چھٹی دے دی تھی کہ اُس کی وجہ سے عورتوں کا گھر میں آنا جانا تھا''۔

میں نے کہا ''تو پھر خود چلے جاؤ نہیں وہ کھا تو نہیں جائیں گے''۔

وہ بولا ''خان صاحب! مجھے تو ڈر لگتا ہے۔ موڈی بندے ہیں کہیں کوئی ایسی ویسی بات کہہ دی تو گھر والی کے سامنے بے عزتی ہو جائے گی۔'' پھر ذرا سوچ کر کہنے لگا، ہاں ایک طریقہ ہے۔ ہمارے صحن میں دھریک کا ایک درخت ہے جو کافی پھیل چکا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہے۔ میں اُس کی چند ایک موٹی موٹی ٹہنیاں کاٹ دیتا ہوں۔ یہ ٹہنیاں ماسٹر صاحب کے صحن میں گریں گی۔ ظاہر ہے ماسٹر صاحب خود تو ٹہنیاں اٹھا کر باہر نکالنے سے رہے۔ اس کام کے لیے مجھے ہی اُن کے گھر جانا پڑے گا۔ بات ختم کر کے وہ معنی خیز انداز میں میری طرف دیکھنے لگا۔

میں نے کہا "صرف ماسٹر صاحب کے گھر جانے کے لیے تم ایک سایہ دار درخت کٹوا دو گے"۔

وہ مسکرا کر بولا "اس میں دہرا فائدہ ہے جی، ایک تو ماسٹر صاحب کے گھر جانے کا موقعہ ملے گا' دوسرے میری گھر والی کی ایک بُری عادت بھی چھوٹ جائے گی"۔

میں نے کہا "تمہارے علاوہ بھی کوئی بُری عادت لگی ہوئی ہے اُسے"۔

"کوئی ایک ہو تو بتاؤں جی۔ وہ بھی خوشگوار موڈ میں بولا "اب یہ دھریک والا معاملہ ہی لیں۔ اللہ کی بندی گیارہ بجے ہی چارپائی ڈال کر وہاں بیٹھ جاتی ہے۔ ساری دوپہر وہاں گزرتی ہے۔ اب مجھے کہیں آنا جانا ہوتا ہے وہ صحن میں ہوتی ہے اس لیے فوراً دیکھ لیتی ہے پھر سوال جواب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ کہاں جا رہے ہو؟ کیوں جا رہے ہو؟ وغیرہ وغیرہ۔ نہ دھریک رہے گی اور نہ وہ میری چوکیداری کے لیے وہاں بیٹھے گی..... کیسا ہے؟" اس نے داد طلب نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"بہت دُور کی سوچتے ہو شاہ جی" میں نے کہا۔

اگلے روز بلال شاہ نے وہی کیا جو اُس نے کہا تھا میں صبح تھانے کی طرف آتے ہوئے اُس کے گھر کے پاس سے گزرا تو وہ مجھے دھریک کی ایک بلند شاخ پر بیٹھا نظر آیا۔ تھانے آ کر میں بلال شاہ کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ میرا خیال تھا کہ وہ کوئی دلچسپ خبر لے کر آئے گا۔ میرے اندازے کے مطابق وہ قریباً بارہ بجے تھانے آیا۔ سخت تھکا ہوا اور مایوس نظر آ رہا تھا۔

میں نے پوچھا "کیا بات ہے؟ تدبیر کامیاب ہوئی"۔

وہ بولا "کامیاب تو ہو گئی ہے لیکن حاصل کچھ نہیں ہوا۔ مجھے تو لگتا ہے کہ ماسٹر صاحب پہلے سے تاڑ گئے تھے"۔

میں نے کہا "بات کیا ہوئی ہے ذرا کھل کر بتاؤ"

وہ کہنے لگا "کم از کم اس وقت تو ماسٹر صاحب کے گھر میں کوئی دوسرا بندہ نہیں ہے۔ میں نے گھر میں اچھی طرح گھوم پھر کر دیکھا ہے۔ کوئی ایسی نشانی بھی نظر نہیں آئی جس سے اندازہ ہو کہ یہاں کوئی عورت رہ رہی ہے یا رہ رہی تھی"۔

میں نے کہا "ہو سکتا ہے وہ سچ مچ کوئی ہوائی چیز ہو اگر وہ واقعی کوئی ہوائی شئے ہے تو پھر تمہیں اس معاملے میں ٹانگ نہیں اڑانی چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ ماسٹر صاحب کو چھوڑ کر تم پر عاشق ہو جائے....."۔

بلال شاہ ہوائی چیز دل سے بہت ڈرتا تھا۔ ذرا گھبرا کر بولا "میں نے آپ سے بہت دفعہ کہا ہے کہ مجھ سے ایسا مذاق مت کیا کریں کبھی کبھی مذاق میں منہ سے نکالی ہوئی بات سچ بھی ہو جاتی ہے"۔

بات آئی گئی ہو گئی۔ بیس پچیس روز اور گزر گئے۔ بلال شاہ سے اس موضوع پر دوبارہ بات نہیں ہوئی نہ ہی ماسٹر ریاض سے میرا آمنا سامنا ہوا۔ یہ مئی کی آخری تاریخیں تھیں۔ ان دنوں جانڈی پورا کے نواح میں پیر مست کا میلہ لگتا تھا۔ یہ بڑا بارونق میلہ ہوتا تھا۔ دُور دراز سے لوگ یہاں پہنچتے تھے۔ بڑا زبردست بازار لگتا تھا اس کے علاوہ کھیل تماشے' تاج گانے' سرکس بہت کچھ ہوتا تھا۔ ایسے میلوں میں اکثر جرائم پیشہ لوگ بھی گھس آتے ہیں۔ مقامی پولیس کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ایسے لوگوں پر نظر رکھے اور امن و امان کو خراب نہ ہونے دے۔

یہ میلے کے آخری دن کا واقعہ ہے۔ میں سادہ لباس میں گشت پر تھا۔ اچانک میری نگاہ ایک شخص پر پڑی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

وہ منہ دوسری طرف کیے کھڑا تھا۔ مجھے وہ ماسٹر ریاض کی طرح لگا۔ میں چند قدم چل کر بائیں طرف آیا اور اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ وہ ماسٹر ریاض ہی ہے۔ وہ ایک نیاری والے کی دکان پر کھڑا تھا۔ بڑی جلدی جلدی اُس نے دکاندار سے ایک دو چیزیں خریدیں اور لوگوں کی بھیڑ میں شامل ہوگیا۔ ماسٹر ریاض کی خریداری دیکھ کر میرا ماتھا بُری طرح ٹھنکا۔ اس نے جو اشیاء خریدیں وہ زنانہ استعمال کی تھیں۔ میں تمام اشیاء تو ٹھیک سے نہیں دیکھ سکا تھا لیکن سرخ رنگ کا ایک پراندہ اور دوپٹے کو لگانے والی ایک لیس مجھے دُور سے ہی نظر آگئی تھی۔ نجانے کیوں میرا دل چاہا کہ ماسٹر ریاض کا پیچھا کروں۔ میں مناسب فاصلہ رکھ کر ماسٹر کے پیچھے چل دیا۔ اُس کی چال ڈھال سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اپنی خریداری مکمل کر چکا ہے اور اب اُسے میلے کی گہما گہمی سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں ہے۔ میرا ایک حوالدار بھی میرے اردگرد موجود تھا۔ میرا انداز دیکھ کر بھانپ گیا کہ مجھے کوئی مشکوک بندہ نظر آگیا ہے۔ وہ میرے پیچھے پیچھے چل دیا۔ ہم ماسٹر ریاض کے پیچھے چلتے میلے کی گہما گہمی سے باہر نکل آئے۔ سائیکل سٹینڈ سے ماسٹر ریاض نے اپنی سائیکل نکالی اور روانہ ہوگیا۔ قریب ہی ایک تانگہ کھڑا تھا۔ تانگہ بان جانڈی پورا گاؤں ہی کا تھا۔ میں حوالدار کے ساتھ فوراً تانگے میں بیٹھ گیا اور تانگہ بان سے کہا کہ ماسٹر ریاض کا پیچھا کرے تانگہ بان میرے اس حکم پر حیران ہوا تاہم اس نے اپنی حیرت کا اظہار زبان سے نہیں کیا۔

جب ہم میلے سے نکلے شام ہونے والی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سورج غروب ہوگیا اور کھیت کھلیان تاریکی میں ڈوب گئے۔ میں اور حوالدار تانگے کی پچھلی نشست پر بیٹھے تھے لہٰذا اس بات کا امکان بہت کم تھا کہ ماسٹر ریاض ہمیں دیکھ سکے گا تاریکی پھیلنے کے بعد تو یہ امکان بالکل ختم ہوگیا تھا۔ ماسٹر ریاض کے رُخ سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ نہر پار کے گاؤں ''سلطان کے'' میں جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اب مجھے بلال شاہ کی بات یاد آئی۔ ایک روز اُس نے کہا تھا کہ اُس نے ماسٹر ریاض کو سائیکل پر سوار ''سلطان کے'' کی طرف آتے دیکھا تھا۔

نجانے کیوں مجھے محسوس ہونے لگا کہ ماسٹر ریاض کے کسی اہم راز سے پردہ اُٹھنے والا ہے۔ تانگہ بان نے میری ہدایات کے مطابق ماسٹر ریاض کا تعاقب کامیابی سے جاری رکھا۔ ہم ایک گھنٹے کے اندر اندر نہر کا پل پار کر کے سلطان کے گاؤں پہنچ گئے۔ سلطان کے کو گاؤں سے زیادہ قصبہ کہنا مناسب رہے گا۔ یہاں کچے مکانوں کی نسبت پختہ اور نیم پختہ مکان زیادہ تھے۔ آبادی دو ڈھائی ہزار نفوس سے کم نہیں تھی۔ یہاں ایک چھوٹی سی فروٹ منڈی بھی تھی۔ اس منڈی کے پاس پہنچ کر ماسٹر ریاض اپنی سائیکل سے اُتر گیا۔ یہاں ایک طرف رہائشی مکانات بھی تھے۔ مجھے اندازہ ہوا کہ ماسٹر ریاض انہی مکانات میں سے کسی کے اندر جائے گا۔ منڈی کے ناکے پر بہت سے ریڑھے کھڑے تھے۔ سائیکل پر وہ بھاری بھرکم تھیلے لٹک رہے تھے۔ ظاہر تھا کہ ان میں وہ سامان ہے جو میلے سے خریدا گیا ہے۔ ماسٹر ریاض نے اپنی سائیکل گلی کے پہلے مکان کے سامنے روک کر دو تین مرتبہ گھنٹی بجائی۔ دروازہ کھلا اور گلی میں جلتے بلب کی روشنی میں مجھے کسی عورت کا ہیولا نظر آیا۔ یقیناً وہ عورت ہی تھی۔ دروازہ کھلنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ عورت ہے۔ ماسٹر ریاض نے سائیکل کے ہینڈل سے بھاری بھرکم تھیلے اُتار کر عورت کو تھمائے۔ پھر سائیکل بغل میں دبائی اور تین چار سیڑھیاں چڑھ کر خود بھی دروازے میں داخل ہوگیا۔

میں نے تیزی سے فیصلہ کیا کہ ماسٹر ریاض کو رنگے

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

سیّارہ ڈائجسٹ کے عظیم الشان اسلامی نمبرز

240 مین مارکیٹ ریواز گارڈن لاہور۔ فون نمبر: 042-37245412 پوسٹ کوڈ نمبر۔ 54000
Email:sayyaradigest@gmail.com

طب نبوی ﷺ نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
جسمانی اور روحانی امراض کا نبوی طریق علاج

قرآنی وظائف نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
ہر گھر کی پریشانیوں اور الجھنوں کے حل کیلئے وظائف۔

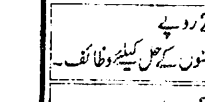

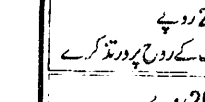

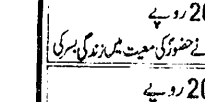

اسلامی معلومات نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
دین کی جامع معلومات، طالب علموں کیلئے خصوصی تحفہ!

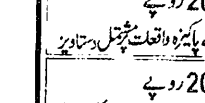

انبیائے کرام نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
پیغمبران خدا کی حیات کے روح پرور تذکرے

فرمانِ الٰہی نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
اللہ کے احکامات و قرآنی فرمودات پر مشتمل ایمان افروز پیشکش!

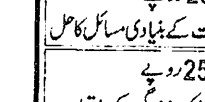

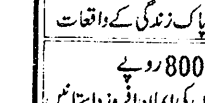

صحابہ کرام نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
عظیم ہستیوں کی کہانی جنہوں نے حضور ﷺ کی معیت میں زندگی بسر کی

صدقات و خیرات نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
صدقہ ہر بلا ٹال دیتا ہے اسکی اہمیت مستحقین بارے مکمل معلومات!

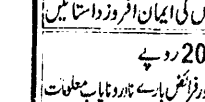

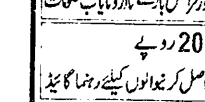

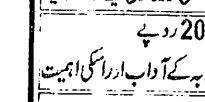

اخلاق رسول ﷺ نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
حضور ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے پاکیزہ واقعات پر مشتمل دستاویز

جادو، خواتین اور اسلام
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
جادو کی حقیقت اور علاج، قرآن و احادیث کی روشنی میں!

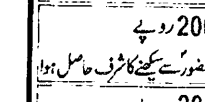

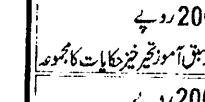

اہم دینی نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
سماجی زندگی اور عبادات کے بنیادی مسائل کا حل

عبادات رمضان نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
رمضان کی عبادات جو برگزیدہ ہستیوں کا معمول تھیں!

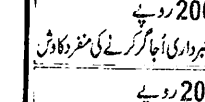

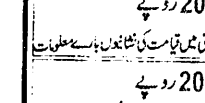

ازواج مطہرات نمبر
1 جلد۔ قیمت =/250 روپے
امہات المومنین کی پاک زندگی کے واقعات

قرآن نمبر
3 جلد۔ قیمت =/600 روپے
ایمان افروز، عقل پرور اور عمل آفرین پیشکش

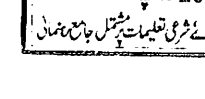

اولیائے کرام نمبر
4 جلد۔ قیمت =/800 روپے
اللہ کے برگزیدہ بندوں کی ایمان افروز داستانیں

رسول ﷺ نمبر
(دو جلدوں میں۔ قیمت: 400 روپے)
سیرت پاک پر ایک جامع دستاویز

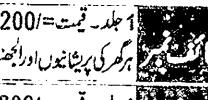

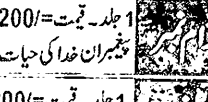

حقوق العباد نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
دوسرے انسانوں کے حقوق اور فرائض بارے نادر و نایاب معلومات

دعا نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
دعا تقدیر بدل دیتی ہے۔ حدیث رسول ﷺ!

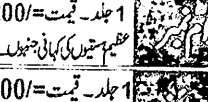

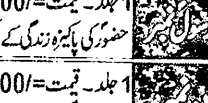

حج، عمرہ اور زیارات نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
حج اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے والوں کیلئے رہنما گائیڈ

عکس سیرت نمبر
1 جلد۔ قیمت =/400 روپے
حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیات طیبہ پر مبنی نایاب کتاب!

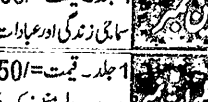

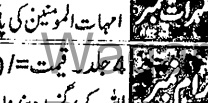

توبہ نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کے آداب اور اسکی اہمیت

خلفائے راشدین نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
خلفائے راشدینؓ کی بے مثال قربانیوں کا ذکر!

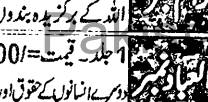

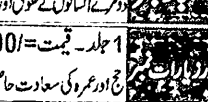

صحابیات نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
محترم خواتین جنہیں آنحضور ﷺ سے سیکھنے کا شرف حاصل ہوا!

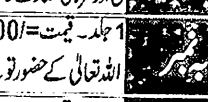

فرمان رسول ﷺ نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
عاشقان رسول ﷺ کی خدمت میں ایک بے مثال تحفہ

اسلامی حکایات نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
قوت ایمانی سے سرشار سبق آموز تحیر خیز حکایات کا مجموعہ

معجزات رسول ﷺ نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
سرور کونین ﷺ کے سینکڑوں معجزات پر مشتمل دستاویز!

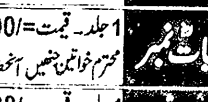

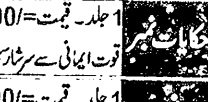

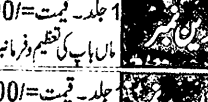

والدین نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
ماں باپ کی تعظیم و فرمانبرداری اجاگر کرنے کی منفرد کاوش

نقوش اسلام
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
اسلام کی روشن تاریخ سے ایمان افروز واقعات!

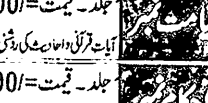

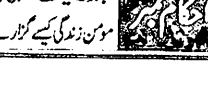

آثار قیامت نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
آیات قرآنی و احادیث کی روشنی میں قیامت کی نشانیوں بارے معلومات

قصص القرآن نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
واقعات جو اللہ تعالیٰ نے بتانا ضروری سمجھے۔

شرعی احکام نمبر
1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
مومن زندگی کیسے گزارے شرعی تعلیمات پر مشتمل جامع رہنمائی

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

ہاتھوں پکڑا جائے۔ حوالدار اور تانگہ بان میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ وہ دونوں یہاں میرا انتظار کریں اور میرے واپس آنے تک یہاں سے نہ جائیں۔ اس کے بعد میں اُس مکان کی طرف بڑھا جہاں چند لمحے پہلے ماسٹر ریاض داخل ہوا تھا میں نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے؟" تھوڑی دیر بعد ماسٹر ریاض کی ڈری ڈری آواز آئی۔

"دروازہ کھولو جی، آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے" میں نے بھاری بھرکم آواز میں کہا۔ میں نے محسوس کیا کہ کوئی دروازے کی جھری میں سے جھانک کر مجھے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں دروازے کے بالکل ساتھ لگ گیا تاکہ جھانکنے والا میری صورت نہ دیکھ سکے۔ میری دوسری دستک پر ماسٹر ریاض کو دروازہ کھولنا پڑا۔ جونہی ماسٹر ریاض کی شکل نظر آئی میں اُسے دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔

"کیا بات ہے؟ کون ہو تم؟" ماسٹر ریاض نے سخت گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اُس کے دونوں ہاتھ میرے سینے پر تھے اور وہ مجھے پیچھے کی طرف دھکیل رہا تھا۔ پھر اس نے مجھے پہچان لیا اس کے ساتھ ہی اُس کی بڑی بڑی آنکھوں میں ڈر اور اندیشوں کے گہرے سائے سمٹ آئے وہ ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔

میں نے اطمینان سے کہا "کیا بات ہے میرے جسم سے کرنٹ لگا ہے تمہیں؟" وہ ہکلایا "آ...... آپ یہاں انسپکٹر صاحب، لل......لیکن کس لیے؟"

اتنے میں ہماری آواز سن کر وہ پردہ نشین بھی اندر سے نکل آئی جس کی وجہ سے مجھے یہاں آنا پڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔ لفافے میں کوئی مٹھائی قسم کی شے تھی کیونکہ کاغذ پر چکنائی کے دھبے تھے۔ وہ ایک تصویر کی طرح برآمدے کے در میں کھڑی تھی۔ میں نے اُسے دیکھا اور دیکھتا رہ گیا۔ وہ حسین وجمیل ہی نہیں معصوم صورت تھی۔ اور سب سے بڑھ کر اس کا جسم تھا جیسے وہ جیتا جاگتا جسم نہ ہو کسی مصور کا حسین خیال ہو۔ اس کے لمبے سیاہ بال ایک شانے پر آبشار کی طرح گر رہے تھے اور آنکھوں میں کسی بچے کی سی حیرت اور دہشت تھی۔

میں نے لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ماسٹر ریاض سے کہا 'میرا خیال ہے تمہیں اپنے سوال کا جواب مل گیا ہوگا میں اس لڑکی کے لیے یہاں آیا ہوں'۔

ماسٹر ریاض کا چہرہ ایک دم ہی زرد ہوگیا تھا۔ مجھے لگا جیسے وہ ابھی چکرا کر گر جائے گا۔ لڑکی جلدی سے اندر بھاگ گئی تھی۔ ماسٹر ریاض کچھ دیر خالی خالی نظروں سے میری طرف دیکھتا رہا۔ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہ رہا تھا لیکن الفاظ اُس کی زبان تک نہیں آ رہے تھے۔ پھر اُس نے بولنے کا ارادہ ملتوی کردیا اور آگے بڑھ کر دروازے کو اندر سے کنڈی چڑھا دی۔

"آیئے...... انسپکٹر صاحب اندر آجایئے"۔ وہ حیرت انگیز طور پر ٹھہری ہوئی پرسکون آواز میں بولا۔

میں اُس کے عقب میں چلتا مکان کے برآمدے میں پہنچا اور ایک ٹیبل فین کے سامنے بچھی ہوئی چارپائی پر بیٹھ گیا۔ ویسے میں ماسٹر ریاض کی طرف سے پوری طرح ہوشیار تھا۔ وہ بہت گھبرایا ہوا تھا اور گھبراہٹ کی زیادتی میں میرے لیے خطرناک بھی ثابت ہوسکتا تھا۔ اس بات سے انکار نہیں کہ وہ شریف تھا لیکن جو شریف گھر میں ایک خوبصورت جوان رکھیل پال سکتا ہے وہ اپنی جان اور عزت بچانے کے لیے کوئی بڑا جرم بھی کرسکتا ہے۔

دفعتاً اندر سے دھڑام کی آواز آئی۔ یوں لگا کہ کوئی اپنے پورے وزن کے ساتھ نیم پختہ فرش پر گرا ہے۔ ماسٹر ریاض لپک کے اندر گیا۔ میں نے اس افراتفری سے فائدہ اٹھایا اور خود بھی اندر چلا گیا۔ کمرے کے عین وسط میں ایک میز تھی میز پر وہ دو

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تھیلے رکھے تھے جو ماسٹر ریاض میلے سے بھر کر لایا تھا۔ سرخی پاؤڈر' چوڑیاں' چمکیلے گہنے' پراندے' دوپٹے اور اس کے علاوہ کھانے پینے کی چیزیں' بہت سا سامان نکلا تھا اُن دو تھیلوں میں سے لیکن جس کے لیے یہ سامان لایا گیا تھا وہ فرش پر بے ہوش پڑی تھی، اُس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا مٹھائی والا لفافہ گر گیا تھا اور جلیبیاں دُور تک بکھری ہوئی تھیں۔ ماسٹر ریاض نے جیسے تڑپ کر لڑکی کے شانے تھامے اور اُسے جھنجھوڑنے لگا۔ ''تارا.....تارا'' وہ اُسے پکارتا جارہا تھا۔ پھر نہایت بے تابی سے اُس نے لڑکی کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ لڑکی کی پتلیاں اوپر چڑھی ہوئی تھیں اور سارا جسم لرز رہا تھا۔ ہونٹ عجیب سے انداز میں بھینچ گئے تھے۔

ماسٹر ریاض ہانپتی ہوئی آواز میں بولا ''پھر دورہ پڑ گیا ہے''۔

''کیا پہلے بھی ایسا ہوا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں دو دفعہ ہو چکا ہے''۔

''کیسے ٹھیک ہوئی تھی؟''

''بس خود بخود ہو گئی تھی' ماسٹر ریاض نے کہا۔ پھر اُسے شانوں سے تھامتے ہوئے بولا ''آپ اس کی ٹانگیں پکڑیں پنکھے کے سامنے لے چلتے ہیں''۔

ایک طرف سے میں نے اور دوسری طرف سے ماسٹر ریاض نے اُسے اٹھایا۔ وہ کسی گڑیا ہی کی طرح ہلکی پھلکی اور لچکدار تھی۔ جب میں نے اس کی ٹانگیں پکڑیں میری نگاہ اُس کی جوتی پر پڑی۔ یہ بالکل نئے فیشن کی جوتی تھی یوں لگتا تھا کہ پہننے والے نے جوتی کی بجائے کسی مچھلی میں پاؤں گھسیڑا ہوا ہے۔ ہم نے اُسے برآمدے میں لا کر پنکھے کے عین سامنے چارپائی پر ڈال دیا۔ قمیص اُس کے پیٹ سے اوپر ہوئی تھی۔ دودھیا بدن چاندی کی طرح دمک رہا تھا۔ ماسٹر ریاض نے اس کی ہتھیلیاں ملنی شروع کیں جبکہ میں اپنے رومال سے اُس کے ٹخنوں کی مالش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اُس کی پلکوں میں لرزش ہوئی اور اس نے کراہ کر آنکھیں کھول دیں۔ ماسٹر ریاض صراحی میں سے ٹھنڈا پانی لے کر آیا اور گلاس اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ چند گھونٹ لینے کے بعد لڑکی کے حواس بحال ہوئے اس نے ایک اجنبی مرد کے سامنے اپنے جسم کو سمیٹنا اور ڈھانپنا شروع کر دیا۔

''کک.....کون ہیں یہ؟'' وہ اپنی انگلی میری طرف اٹھا کر خوفزدہ لہجے میں بولی۔ اُس کی آواز بھی اُسی کی طرح نازک اور سریلی تھی۔

''چلو تم اندر چلو' ماسٹر ریاض سنی اَن سنی کر کے بولا۔ اُس نے شانوں سے تھام کر لڑکی کو اٹھایا اور پھر سہارا دے کر اندر لے گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد وہ بالکل ٹھیک ٹھاک نظر آنے لگی تھی۔ کسی قسم کی بیماری یا کمزوری کے آثار اُس میں نظر نہیں آتے تھے۔

ماسٹر ریاض کو واپس آنے میں چار پانچ منٹ لگ گئے۔ اس دوران میں گھر کا جائزہ لیتا رہا۔ یہ تین چار مرلے کا نیم پختہ مکان تھا۔ دو کمرے ایک برآمدہ اور چھوٹا سا صحن۔ میں اس وقت برآمدے میں بیٹھا تھا۔ یہاں ٹیبل فین کے سامنے ساتھ ساتھ دو چارپائیاں بچھی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان چارپائیوں پر ماسٹر ریاض اور تارا نامی اُس لڑکی کو سونا تھا۔ ساتھ ساتھ بچھی ہوئی یہ چارپائیاں مجھے بہت کچھ سمجھا رہی تھی۔

ماسٹر ریاض کمرے سے باہر نکلا تو اس کا چہرہ بجھا بجھا تھا۔ ایک گہری سانس لے کر میرے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا اور بولا ''انسپکٹر صاحب! مجھے نہیں معلوم کہ آپ میرے پیچھے کیوں لگے اور کیا سوچ رہے ہیں میرے بارے میں لیکن میں آپ کو جو کچھ بتاؤں گا سچ بتاؤں گا' شاید آپ میرے گھر پر چھاپہ نہ مارتے تو بھی میں چند روز تک خود تھانے پہنچ کر آپ کو سب کچھ بتا دیتا اور میں یونہی خالی خولی بات نہیں کر رہا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

جانڈی پورا کے رہنے والے جانتے ہیں کہ میں نے مشکل سے مشکل وقت میں بھی سچ بولا ہے"۔ اس نے جیب سے سفید بے داغ رومال نکال کر گردن اور سینے سے پسینہ پونچھا اور بولا "اُس لڑکی سے میری پہلی ملاقات کوئی ڈیڑھ مہینہ پہلے ہوئی تھی۔ آپ نے میرا گھر دیکھا ہی ہوا ہے۔ گھر کے پچھواڑے میں کھیت ہیں اور میں نے اس طرف بھی ایک چھوٹا سا دروازہ رکھا ہوا ہے۔ اُس رات تیز آندھی کے بعد بارش ہوئی تھی اور میں چھت سے نیچے کمرے میں آکر سو گیا تھا۔ کوئی دو ڈھائی بجے کا وقت ہوگا۔ اس چھوٹے دروازے پر دستک ہوئی جو کھیتوں کی طرف کھلتا ہے۔ میں نے اُٹھ کر کنڈی اُتاری، میرے سامنے یہی تارا نامی لڑکی ہانپتی کانپتی کھڑی تھی۔ جونہی میں نے دروازہ کھولا یہ تیزی سے اندر آگئی اور خود ہی دروازہ بند کر کے اندر سے کنڈی چڑھادی۔ ہاتھ جوڑ کر مجھ سے کہنے لگی کہ میرے پیچھے غنڈے لگے ہوئے ہیں مجھے پناہ دو۔ میں نے کہا "میں کیسے پناہ دے دُوں مجھے کیا معلوم کہ کہاں سے آئی ہو تم اور کون ہو؟" وہ ہکلا کر بولی "میں سچ کہتی ہوں کہ سخت مصیبت میں ہوں اگر آپ نے میری مدد نہ کی تو صبح میری لاش کسی کھیت میں پڑی ملے گی"۔

میں نے کہا "میں تمہیں مسجد میں لے جاسکتا ہوں یا امام مسجد کے گھر میں چھوڑ آتا ہوں۔ اس گھر میں میں اکیلا رہتا ہوں اس لیے تمہیں یہاں نہیں رکھ سکتا"۔

ایک دم اُس کی حالت غیر ہونے لگی اور اُسے دورہ پڑ گیا۔ میں بڑی مشکل اور کوشش سے اُسے ہوش میں لایا۔ وہ شکل وصورت سے گجراتی لگتی تھی لیکن لباس پنجابیوں والا تھا اور ٹوٹی پھوٹی پنجابی بھی بول لیتی تھی۔ وہ جتنی خوبصورت ہے اُس سے زیادہ بھولی اور معصوم ہے۔ اُس کی باتیں سن کر مجھے یقین ہوگیا کہ اُسے کوئی بھی شخص آسانی سے ورغلا کر اپنے ساتھ لے جاسکتا ہے۔ میں نے اُس کا اتہ پتہ پوچھا اور یہ جاننے کی کوشش کی کہ وہ یہاں تک کیسے پہنچی ہے وہ کچھ بھی بتانے پر تیار نہیں تھی۔ اگر میں زیادہ اصرار کرتا تھا تو رونے لگتی تھی۔ تین چار دن میں ہی وہ مجھ سے اس قدر مانوس ہوگئی کہ میرے لیے اُسے تھوڑی دیر کے لیے اکیلا چھوڑنا مشکل ہوگیا۔ بس وہ بار بار ایک ہی بات کہتی تھی اور اب بھی کہہ رہی ہے میں آپ کے گھر سے باہر نہیں جاؤں گی۔ اگر آپ زبردستی کریں گے تو اُسی وقت جان دے دوں گی۔ اُس کے پاس ایک پڑیا میں سنکھیا ہے۔ پتہ نہیں کہاں سے لیا ہے اُس نے۔ پڑیا کو اپنے لباس کے اندرونی حصے میں چھپا کر رکھتی ہے کہتی ہے کہ فوراً یہ سنکھیا کھالوں گی۔

ماسٹر ریاض کے لب ولہجے میں سچائی جھلک رہی تھی۔ میں نے اُس سے پوچھا۔ لیکن تم تو نادان نہیں تھے۔ تمہیں پتہ ہونا چاہیے تھا کہ یہ کتنا بڑا اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔ بجائے اس کے کہ تم پولیس کو اطلاع کر کے اپنا قانونی فرض پورا کرتے تم نے اسے دس بارہ روز گھر میں چھپائے رکھا اور جب تمہیں خطرہ محسوس ہوا کہ بھید کھل جائے گا تو اسے لے کر یہاں "سلطان کے" آگئے اور کرائے کا مکان لے لیا"۔

ماسٹر ریاض نے بے بسی سے سر ہلایا "انسپکٹر نواز! تم سمجھ نہیں رہے ہو کہ میرے لیے کتنی مشکل بنی ہوئی تھی۔ میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ یہ لڑکی وہی کرتی جو کہہ رہی ہے میں نے بتایا ہے ناں کہ یہ جتنی خوبصورت ہے اتنی ہی نادان اور جذباتی بھی ہے۔ تم خود اُس سے بات چیت کر کے دیکھ لو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کیا چیز ہے وہ"۔

میں نے کہا "بات چیت تو میں کروں گا لیکن تم بھی بتاؤ ناں کہ اُس کے ساتھ کس حیثیت سے رہ رہے ہو؟"

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

میں نے پہلی بار ماسٹر ریاض کے چہرے پر رنگ سالہراتے دیکھا۔ وہ گہری سانس لے کر بولا ''ابھی تک تو کوئی حیثیت نہیں''۔

میں نے کہا ''یہ کیسے ہوسکتا ہے آخر تم نے یہ مکان کرائے پر لیا ہے۔ مالک مکان یا محلے والوں کو کچھ تو بتایا ہوگا کہ یہ لڑکی تمہاری کون ہے''۔

ماسٹر ریاض نے کہا کہ ''لوگوں کی نظر میں تو .....ہم میاں بیوی ہیں''۔

ماسٹر ریاض کے اعتراف کے بعد میں نے لڑکی سے گفتگو کی۔ اُسے دیکھ کر ایک چھوٹی سی ڈری سہمی ہوئی چڑیا کا خیال آتا تھا یا پھر کانچ کی ایک نازک گڑیا جو ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ سکتی تھی۔ اُس نے اپنی ساری ڈوریں ماسٹر ریاض کے ہاتھ میں تھما رکھی تھیں اور اُس کی ہر بات پر ''جی جی'' کہنا اُس کی عادت ہوگئی تھی۔ ماسٹر ریاض نے کہا کہ ''برآمدے میں آؤ'' وہ آگئی۔ ماسٹر ریاض نے کہا ''بیٹھ جاؤ'' وہ بیٹھ گئی۔ ماسٹر ریاض نے کہا ''سیدھی ہوکر آرام سے بیٹھو'' وہ سیدھی ہو کر آرام سے بیٹھ گئی۔ وہ بڑی فرمانبرداری سے میرے مختلف سوالوں کے جواب دیتی رہی لیکن جونہی میں نے پوچھا کہ وہ کہاں سے آئی ہے اور اس کے وارث کون ہیں؟ وہ چپ ہوگئی۔ ماسٹر ریاض نے بتایا تھا کہ کوشش کے باوجود اس چپ کو نہیں توڑ سکا اور جب وہ نہیں توڑ سکا تو میں کس گنتی میں تھا۔ ہم اُس پر زیادہ دباؤ بھی نہیں ڈال سکتے تھے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے بڑی مشکل سے ہوش میں لائے تھے اُسے۔

کچھ عجیب سی لڑکی تھی وہ، اور اس کا حُسن اس سے بھی عجیب تھا۔ یوں لگتا تھا کہ یہ حُسن ہر کسی سے اس کی سفارش کررہا ہے اور اس سفارش کی وجہ سے سنگدل سے سنگدل شخص بھی اس لڑکی پر سختی نہیں کرسکتا۔ کسی حد تک ماسٹر ریاض کی مجبوری بھی میری سمجھ میں آگئی تھی۔ وہ فطرتاً ایک رحمدل شخص تھا۔ اُس کے لیے بے حد مشکل تھا کہ وہ ایک بے سہارا کمزور لڑکی کو گلی کوچوں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیتا اور یہ بھی کوئی بڑی بات نہیں کہ ماسٹر ریاض کی امداد سے محروم ہوکر وہ خودکشی ہی کرلیتی۔

میں نے وقتی طور پر لڑکی کو اُس کے حال پر چھوڑنے کا فیصلہ کیا اور ماسٹر ریاض سے کہا کہ وہ اگلے روز تھانے آکر مجھ سے ملے .....اگلے روز ماسٹر ریاض آیا تو میں نے اسے سمجھایا کہ وہ بہت محبت اور نرمی کے ساتھ تارا سے کچھ اگلوانے کی کوشش کرے اور اس دوران اُن لوگوں سے بھی باخبر رہے جو بقول تارا اُس کا پیچھا کررہے تھے۔

بلال شاہ اس بات پر بہت خوش تھا کہ اُس کا اندازہ درست ثابت ہوا ہے اور ماسٹر ریاض کے گھر سے پھڈا نکل آیا ہے۔ مجھے خدشہ تھا کہ وہ اپنی اس ذہانت کا ڈھنڈورا ہر کس و ناکس کے سامنے پیٹ ڈالے گا۔ میں نے اُسے تنہائی میں بٹھا کر اچھی طرح یہ بات سمجھادی کہ فی الحال ماسٹر ریاض اور لڑکی کے بارے میں کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے۔ یہی بات میں نے اپنے ساتھ جانے والے تانگہ بان اور حوالدار سے بھی کردی۔

قریباً ایک مہینہ اسی طرح گزر گیا۔ ماسٹر ریاض اکثر جانڈی پورا گاؤں سے غائب رہتا تھا۔ اس نے دوست احباب کو بتا رکھا تھا کہ وہ امرتسر میں اپنی بہن کے گھر رہتا ہے اور اس کی بچیوں کو ایف اے کی تیاری کروا رہا ہے۔ سکول میں چونکہ گرمیوں کی چھٹیاں تھیں لہٰذا اس کا جانڈی پورا رہنا اتنا ضروری بھی نہیں تھا۔ ماسٹر ریاض اکثر مجھ سے ملنے آتا رہتا تھا۔ میں نے اُس پر گہری نظر رکھی ہوئی تھی۔ نجانے کیوں مجھے محسوس ہوتا تھا کہ ماسٹر ریاض ایک زبردست امتحان سے گزر رہا ہے۔ ایک کشمکش سی تھی جس میں وہ دن

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

رات مبتلا رہتا تھا۔ وہ ایک پچاس سالہ کنوارا تھا۔ اب تک زندگی کی رنگینیوں سے بہت دُور رہا تھا۔ اُس نے دھیرے دھیرے اپنی خواہشات کا گلا گھونٹ دیا تھا اور خود کو ایک ایسی ڈگر پر لے گیا تھا جہاں شاید اُسے عورت کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی لیکن اب ایک عورت اُس کی اجاڑ سنسان زندگی میں آئی تھی اور عورت بھی ایسی جسے دیکھ کر سو سالہ زاہد خشک بھی توبہ توڑنے پر مجبور ہو جائے۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ لڑکی ایک دھیمی دھیمی آگ کی طرح اُس برف کو پگھلا رہی ہے جو تیس سال سے ماسٹر ریاض کے سینے میں جمی ہوئی تھی۔ ماسٹر ریاض ایک بہت بڑے برفانی تودے کی طرح سخت اور اٹل تھا۔ بہت سی جوان اور نوجوان لڑکیوں نے اس تودے کو اپنے شباب کی کرنوں سے پگھلانا چاہا تھا۔ لیکن ناکام رہی تھیں لیکن اب اس تودے کے "قدم" اُکھڑ چکے تھے اور وہ گزرنے والے ہر دن کے ساتھ پانی بنتا جا رہا تھا۔

میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ماسٹر ریاض کی سخت جانی تھی کہ وہ بھاپ بن کر اُڑ نہیں گیا تھا ورنہ تارا جیسی حسین لڑکی کے ساتھ ایک تنہا مکان میں رات گزارنا اُس کی چارپائی کے ساتھ چارپائی بچھا کر سونا اور صبح اپنا ایمان سلامت لے کر اُٹھ جانا ممکن ہی نہیں تھا۔ آخر ساون کی ایک بڑی سہانی شام کو ماسٹر ریاض نے ہتھیار ڈال دیئے۔ رات سے بارش ہو رہی تھی۔ کھیتوں، کھلیانوں، گلیوں، مکانوں میں ہر طرف جل تھل نظر آ رہا تھا۔ شام سے تھوڑی دیر پہلے ماسٹر ریاض چھتری لیے تھانے میں داخل ہوا۔ اُس کی چھوٹی چھوٹی فیشنی داڑھی بڑی خوبصورتی سے ترشی ہوئی تھی۔ بال بھی سلیقے سے بنے ہوئے تھے۔ اُس نے کیچڑ سے بچنے کے لیے فل بوٹ پہن رکھے تھے۔

میں نے اس کے لیے گرما گرم چائے اور بسکٹ وغیرہ منگوائے۔ وہ بہت کھویا کھویا نظر آتا تھا، آنکھوں میں رتجگے ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک طویل سانس لے کر بولا "انسپکٹر نواز اس تارا سے شادی کرنا چاہتا ہوں"۔

یہ فقرہ اُس کی شکست کا اعتراف تھا جس سے ماسٹر ریاض پچھلے تیس برس سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ یہ فقرہ جلد یا بدیر ماسٹر ریاض کے ہونٹوں سے ادا ہونے والا ہے لہٰذا مجھے یہ فقرہ سن کر زیادہ حیرت نہیں ہوئی۔ میں نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا "لیکن ماسٹر ریاض! وہ تو تم سے تیس پینتیس برس چھوٹی ہے"۔

"وہ بولا" یہ بات میں اُس سے سینکڑوں مرتبہ کہہ چکا ہوں اور وہ باتیں بھی کہہ دی ہیں جو اس وقت تمہارے ذہن میں سر اٹھا رہی ہوں گی، یعنی یہ کہ اُس کا اتہ پتہ کیا ہے، اُس کا ماضی کیا ہے، اس کے والدین کہاں ہیں لیکن وہ مجھے اس کے سوا اور کچھ نہیں بتا رہی کہ وہ مسلمان ہے، اُس کا نام طاہرہ عرف تارا ہے وہ غیر شادی شدہ ہے اور مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے....." ماسٹر ریاض نے حسبِ عادت جیب سے سفید رومال نکال کر اپنے چہرے سے پانی پونچھا اور بولا "انسپکٹر صاحب! آخر میں بھی انسان ہوں اور انسان خطا کا پتلا ہے۔ مجھے خوف آ رہا ہے کہ مجھ سے بھی کوئی ایسی خطا نہ ہو جائے جس کی وجہ سے مجھے ساری عمر آنسو بہانے پڑیں۔ اب میرے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ اُس لڑکی سے جان چھڑا لوں یا اُس سے شادی کر لوں"۔

میں نے کہا "ماسٹر ریاض، لڑکی بالغ اور ہوش مند ہے اگر وہ تم سے شادی کرنا چاہتی ہے اور تم بھی اُسے اپنانا چاہتے ہوں تو پھر کوئی رکاوٹ نہیں ہے لیکن میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ ایک بار پھر اچھی طرح سوچ سمجھ لو"۔

وہ بولا "سوچ سمجھ کر ہی بات کی ہے"۔

میں نے اپنی مسکراہٹ کو بمشکل ہونٹوں تک آنے

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

سے روکا۔ ماسٹر ریاض جیسا پتھر دل مرد پچاس سال کی عمر میں ایک نازک سی لڑکی کے ہاتھوں چاروں شانے چت ہوگیا تھا۔ میں نے سگریٹ کا گہرا کش لیتے ہوئے کہا ''ماسٹر ریاض ایک بات تو بتاؤ؟''۔

''پوچھو'' ماسٹر ریاض نے بھی جوابی طور پر سگریٹ سلگا لیا۔

میں نے کہا ''تم نے اپنی ساری جوانی عورت سے دُور رہ کر گزار دی۔ آخر اس کی کوئی تو وجہ ہوگی''

وہ بولا ''کہانیاں تو لوگوں نے بہت سی گھڑ رکھی ہیں..... لیکن سچی اور مختصر بات یہی ہے کہ میں اپنی پھوپھی زاد سے شادی کرنا چاہتا تھا یہ شادی نہ ہوسکی اور میں نے فیصلہ کرلیا کہ شادی نہیں کروں گا''۔

''پھر اب کیوں کر رہے ہو؟''

''اس لڑکی میں مجھے وہ بات نظر آگئی ہے جسے دیکھنے کو میری آنکھیں ترس گئی تھیں''

''میں کچھ سمجھا نہیں''۔

ماسٹر ریاض نے ایک گہرا کش لے کر کہا ''نجمہ بے حد چالاک' ذہین اور پڑھی لکھی لڑکی تھی اُس کی ماں یعنی میری پھوپھی میں بھی یہ ساری صفات موجود تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نجمہ سے میری شادی نہ ہونے میں صرف زمانے کا قصور نہیں اُس میں نجمہ بھی بڑی حد تک شریک تھی۔ وہ اپنی ماں کے کہے کو حکم کا درجہ دیتی تھی اور اُس کی ماں نے کہہ دیا تھا کہ ریاض جائیداد کا مقدمہ ہار جائے گا اور اُسے اپنے باپ کے ترکے میں سے پھوٹی کوڑی نہیں ملے گی۔ اُس کی ماں بڑی جہاندیدہ عورت تھی۔ اُس نے ٹھیک کہا تھا مجھے جائیداد میں سے پھوٹی کوڑی نہیں ملی لیکن جہاں بہت سوچ سمجھ کر اُس نے بیٹی کی شادی کی وہاں کون سی دودھ کی نہریں بہہ نکلیں۔ نجمہ کا شوہر امرتسر میں کاروبار کرتا تھا۔ اُس کے کارخانے میں آگ بجھانے والے آلات اور سلنڈر وغیرہ بنتے تھے۔ ایک روز اُسی کارخانے میں آگ لگ گئی۔ لاکھوں کا کاروبار جل کر خاک ہوگیا۔ کوڑی کوڑی کو محتاج ہوگئے وہ لوگ۔ میں نے جائیداد کھو کر بھی اپنا حوصلہ نہ کھویا اور اپنی محنت سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہوگیا۔ سکول کی زمین میں نے اپنی محنت کی کمائی سے خریدی اور اسی کمائی سے عمارت کھڑی کی۔ اب تک ہزاروں بچے اس سکول سے علم کی روشنی حاصل کر چکے ہیں اور انشاء اللہ ہزاروں آئندہ کریں گے.....'' سگریٹ کو پاؤں تلے مسل کر ماسٹر ریاض نے کہا ''درحقیقت مجھے نجمہ اور خاص طور پر اُس کی ماں سے شدید نفرت ہو چکی تھی۔ دھیرے دھیرے یہ نفرت میرے اندر جڑ پکڑ گئی مجھے عورت کی چالاکی' ہوشیاری اور دوغلے پن سے گھن آنے لگی۔ اگر مجھے کوئی سیدھی سادی عام عورت بھی ملتی تو میں اُس میں عقلمندی اور چالاکی کے جراثیم ڈھونڈ لیتا اور اُس سے نفرت کرنے لگتا اور میں سچ کہتا ہوں میں نے سیدھی سادی معصوم عورتیں دیکھی بھی بہت کم ہیں۔ جو نظر آتی ہیں وہ اکثر ایسی نہیں ہوتیں۔ عورت فطرتاً خرانٹ اور دُور اندیش ہے، مرد عام طور پر جذباتی اور نادان ہوتے ہیں..... میرے من کے مندر میں ایک معصوم اور حد سے زیادہ بھولی بھالی لڑکی کی مورت سجی تھی اور میں اُس کا پجاری ہوں''۔

ماسٹر ریاض بڑے جذباتی انداز میں بول رہا تھا۔ اُس کا گلا رندھ گیا اور آنکھوں میں آنسو چمک اُٹھے۔ وہ کہنے لگا ''میں نے بہت غور کیا ہے انسپکٹر نواز اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے قدرت کی طرف سے ہو رہا ہے اور اُسی کی دین ہے، ورنہ میں اس قابل کہاں تھا کہ تارا جیسی لڑکی مجھ جیسے بڈھے کو پسند کرتی، شادی پر اصرار کرتی، اور شادی نہ ہونے کی صورت میں خودکشی پر کمربستہ ہو جاتی اور اس سے بھی بڑی بات

Waqar Azeem Pakistanipoint

یہ ہے کہ قدرت نے اب میرے دل میں اُس لڑکی کی محبت ڈال دی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں انسپکٹر! کہ پچھلے تین ماہ میں میں نے اپنے ساتھ ایک زبردست جنگ لڑی ہے۔ بہت زور مارا ہے لیکن تارا کی محبت کے جال سے نکل نہیں سکا''۔

.....

ایک ہفتے بعد ماسٹر ریاض اور تارا کی شادی نہایت خاموشی اور سادگی سے ہوگئی۔ ماسٹر ریاض کے چند قریبی دوستوں اور عزیزوں نے ہی اس شادی میں شرکت کی۔ اگلے روز ماسٹر ریاض نے چھوٹا سا ولیمہ کردیا۔ یوں ایک نیا گھر آباد ہوگیا اور ماسٹر ریاض کی خزاں رسیدہ زندگی میں بہار آگئی۔

میں نے اس شادی کے سلسلے میں ماسٹر ریاض سے ہر طرح کا تعاون کیا تھا۔ دیکھا دیکھی گاؤں کے چند معتبر لوگ بھی اس تقریب میں پیش پیش نظر آنے لگے تھے لیکن گاؤں کی اکثریت ماسٹر ریاض کو تمسخر اور طنز کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ لوگوں نے طرح طرح کی باتیں بنائیں۔ کسی نے کہا ''بوڑھا گھوڑا لال لگام'' کوئی بولا ''بیٹی سے چھوٹی عمر کی لڑکی سے شادی رچالی ہے'' کسی نے طعنہ دیا کہ شادی سے پہلے ہی ماسٹر صاحب دل پشاوری کررہے تھے۔ بہرحال سچائی چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے۔ ماسٹر ریاض نے کوئی غلط کام نہیں کیا تھا۔ تارا سے شادی کے لیے اُس نے تمام اخلاقی اور قانونی تقاضے پورے کیے تھے۔ اب ''میاں بیوی'' راضی تھے۔ اس لیے ''قاضی'' نے اور لوگوں نے کیا کرنا تھا۔ دھیرے دھیرے خود ہی لوگوں کے منہ بند ہو گئے۔ جو چند ایک رہ گئے اُن کے منہ تارا کے حُسن اخلاق اور ماسٹر ریاض کی ملنساری نے بند کردیے۔

عمروں میں بہت فرق ہونے کے باوجود وہ دونوں ایک مثالی جوڑا نظر آرہے تھے۔ بلال شاہ چونکہ اُن دونوں کا ہمسایہ تھا لہٰذا اس کی زبانی مجھے اکثر ماسٹر ریاض اور تارا کے حالات کا علم ہوتا تھا۔ تارا نے ماسٹر ریاض کا گھر آئینے کی طرح چمکا دیا تھا اور اس جگمگاتے گھر میں وہ کسی رنگین تتلی کی مانند لہراتی پھرتی تھی۔ محلے بھر کی عورتیں اُس گھر کی معصومیت اور سادگی کی گرویدہ تھیں اور ماسٹر ریاض تو جیسے اُس میں کھو کر رہ گیا تھا۔ وہ خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین شخص سمجھ رہا تھا اور ایسا سمجھ کر وہ کوئی غلطی نہیں کررہا تھا۔ اس عمر میں اتنی خوبصورت خوش اخلاق اور راہوں میں آنکھیں بچھانے والی بیوی کا مل جانا خوش بختی نہیں تو اور کیا تھا۔

بلال شاہ کا جل جل کر اور کڑھ کڑھ کر بُرا حال تھا۔ گھر والی سے اُس کے تعلقات پہلے بھی کچھ اتنے اچھے نہیں تھے اب اور کشیدہ ہو گئے تھے۔ ظاہر ہے اس کی وجہ خوش باش پڑوسی ہی تھے۔ وہ بیوی کو ہر وقت پڑوسیوں کی مثالیں دیتا تھا جواب میں وہ بھی اُسے پڑوسیوں کی مثالیں دیتی تھی کبھی کبھی یہ لفظی جنگ خطرناک صورت اختیار کر جاتی تھی اور بلال شاہ کو دو تین دن تھانے میں یا مسجد میں سونا پڑتا تھا۔ وہ سنجیدگی سے غور کررہا تھا کہ ایک اور شادی کرلے۔ اگر ماسٹر ریاض کو اس عمر میں تارا جیسی بیوی مل سکتی تھی تو اُسے بھی کوئی ''درمیانی'' سی ہاتھ لگ سکتی تھی۔ ایک روز مجھ سے کہنے لگا ''خان صاحب! آپ کے سر کی قسم میں بہت..... بہت سنجیدگی سے غور کررہا ہوں کہ دوسری شادی کرلوں۔ مجھے ذہنی سکون کی ضرورت ہے اور یقین کریں یہ سکون مجھے اس گھر میں نہیں مل سکتا۔ پتہ نہیں کون سا گناہ آگے آیا ہے کہ یہ عورت میرے پلے پڑی ہے۔ نہ شکل نہ عقل، نہ موت، بات کرو تو کھانے کو دوڑتی ہے۔ ہر وقت سر پر دوپٹہ باندھے مُردار کی طرح پڑی رہتی ہے''۔

میں نے کہا ''تم نے پھر بھی اُس میں سے درجن

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کے قریب بچے پیدا کر لیے ہیں"۔

وہ بُرا سا منہ بنا کر بولا "بچوں کا کیا ہے جی وہ تو گائے بھینسوں کے بھی ہو جاتے ہیں اصل چیز ہوتی ہے آپس کی محبت اور..... اور ذہنی سکون اب ماسٹر ریاض کو ہی دیکھیں....."۔

"بس بس" میں نے اُس کی بات کاٹی "آدھے گھنٹے میں یہ تم دسویں دفعہ ماسٹر ریاض کی مثال دینے لگے ہو۔ بھائی میرے وہ نئی نئی شادی ہے اور پھر دونوں سمجھ دار ہیں تمہارا اُن کا کوئی مقابلہ نہیں"۔

"دونوں سمجھ دار ہیں' کیا مطلب؟" بلال شاہ نے آنکھیں نکالیں "کیا آپ مجھے بے وقوف سمجھ رہے ہیں"۔

میں نے کہا "میں تمہاری نہیں تمہاری گھر والی کی بات کر رہا ہوں"۔

بلال شاہ منہ بنا کر بولا "خان صاحب! آپ جان بوجھ کر ایسی بات کرتے ہیں جس کے دو مطلب نکلیں، بہرحال میں نے اپنے دل کی بات آپ کو بتادی ہے، میں بہت سنجیدگی سے دوسری شادی کے بارے میں سوچ رہا ہوں"۔

.....

ڈیڑھ دو ماہ بعد کی بات ہے کہ ایک کیس کے سلسلے میں میرا امرتسر جانا ہوا۔ دوپہر کا وقت تھا بڑا خوشگوار موسم تھا۔ امرتسر مرکزی تھانے جانے کے لیے میں پیدل ہی کمپنی باغ کے قریب سے گزر رہا تھا۔ دفعتاً ایک عورت پر میری نگاہ پڑی اور میں بُری طرح چونک گیا۔ وہ سیاہ ریشمی برقعے میں لپٹی تیزی سے چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتی سڑک پار کر رہی تھی۔ وہ کوئی نوجوان لڑکی نظر آتی تھی اسے دیکھ کر میرے چونکنے کی وجہ لڑکی کی باریک اونچی ایڑی والی سینڈل تھی۔ اس مچھلی نما سینڈل کو میں اچھی طرح پہچانتا تھا۔ چند ماہ پہلے جب "سلطان کے" کے مکان میں تارا بے ہوش ہوگئی تھی اور میں نے ماسٹر ریاض کے ساتھ مل کر اُسے بستر پر لٹایا تھا تو اس عجیب و غریب سینڈلوں پر میری نگاہ پڑی تھی پلک جھپکتے میں یہ بات میرے ذہن میں آئی کہ برقعے میں لپٹی ہوئی لڑکی طاہرہ ریاض ہے۔ اگلا منظر دیکھ کر مجھے پھر چونکنا پڑا۔ طاہرہ عرف تارا سڑک پار کر کے ایک ریستوران کے سامنے پہنچی۔ یہاں سرخ و سپید رنگ کا ایک اُدھیڑ عمر شخص کھڑا سگریٹ پی رہا تھا۔ تارا کو دیکھ کر اُس کی آنکھیں چمک اُٹھی تھیں۔ اُس کے قریب پہنچ کر تارا نے کوئی بات کی۔ وہ مسکرایا اور تارا کو لے کر ریستوران کے اندر چلا گیا۔ یہ عام ریستوران تھا۔ باہر چولہوں پر بہت سے دیگچے رکھے تھے اور ایک طرف تندور پر گرم گرم روٹیوں کا ڈھیر لگا تھا۔ میں کچھ دیر تذبذب میں ریستوران کے سامنے کھڑا رہا پھر محتاط انداز میں آگے بڑھ کر اندر جھانکا۔ میں چونکہ سادہ لباس میں تھا اس لیے کسی نے میری طرف خصوصی توجہ نہیں دی۔ ریستوران کے ہال نما کمرے میں بہت سے لوگ دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے لیکن تارا اور ادھیڑ عمر شخص کہیں دکھائی نہیں دیئے۔ پھر میری نگاہ فیملی کیبنوں پر پڑی۔ ایک کیبن کے دروازے پر پردہ جھول رہا تھا۔ پردے کے نیچے سے مجھے کالے برقعے کا کچھ حصہ اور وہی جوتی نظر آئی جس نے مجھے شک میں مبتلا کیا تھا۔ تارا اور ادھیڑ عمر شخص فیملی کیبن میں موجود تھے۔ میں باہر آ کر ایک بس سٹاپ پر کھڑا ہوگیا اور اُن دونوں کے نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ قریباً ایک گھنٹے بعد فارغ ہوئے۔ پہلے ادھیڑ عمر شخص باہر نکلا اُس نے سڑک کنارے کھڑے ہوکر ایک موٹر رکشا رکوایا۔ بعدازاں وہ اندر جا کر تارا کو لے آیا۔ اُسے رکشے میں سوار کرانے کے بعد وہ خود بس سٹاپ کی طرف چلا آیا۔ یہ ایک خوش آئند بات تھی اگر وہ بس پر سوار ہوتا تو اُس کا تعاقب کیا جاسکتا تھا لیکن اچانک بنا بنایا

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

کھیل بگڑ گیا۔ ادھیڑ عمر شخص نے ایک ٹیکسی کو ہاتھ دے کر روکا اور اُس میں سوار ہوا ہو گیا۔

اُس روز جانڈی پورا واپس پہنچ کر میں نے تارا کا پتہ کروایا تو وہ گھر میں تھی لیکن یہ بھی پتہ چلا کہ وہ تھوڑی دیر پہلے کہیں سے آئی ہے۔ یہ معلومات مجھے بلال شاہ نے فراہم کی تھیں۔ میں نے بلال شاہ سے کہا کہ وہ مکمل تفصیل معلوم کرے اور پتہ چلائے کہ ماسٹر ریاض آج کہاں تھا اور تارا کہاں سے ہو کر آئی ہے۔ بلال شاہ ایسے کاموں میں بڑی پھرتی دکھایا کرتا تھا۔ اُس نے ایک گھنٹہ کے اندر اندر ساری بات معلوم کر لی۔ اس کی ''تفتیش'' کے مطابق ماسٹر ریاض اپنے سکول میں ایک بڑا جلسہ کر رہا تھا۔ اس جلسے میں وہ ایک صوبائی وزیر کو مہمان خصوصی بنانا چاہتا تھا۔ اسی سلسلے میں وہ لاہور گیا ہوا تھا۔ لاہور جاتے جاتے وہ تارا کو امرتسر میں اپنی بہن صادقہ کے پاس چھوڑ گیا تھا اور اپنے بھانجے کو کہہ گیا تھا کہ اگر وہ اگلے دن سہ پہر تک واپس نہ آسکا تو وہ اپنی ممانی یعنی تارا کو جانڈی پورا چھوڑ آئے۔ اب تارا اپنے بھانجے کے ساتھ ہی واپس جانڈی پورا پہنچی تھی۔

اس ساری روداد میں کہیں اُس اُدھیڑ عمر شخص کا ذکر نہیں تھا جو آج دوپہر کمپنی باغ کے سامنے تارا سے ایک ریستوران میں ملا تھا اور ایک گھنٹہ تنہائی میں اُس کے ساتھ رہا۔ ایک دم مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے تارا وہ نہیں جو دکھائی دے رہی ہے۔ وہ اپنی بھولی بھالی صورت کا فائدہ اٹھا رہی ہے ورنہ اس کے اندر ایک عورت چھپی ہوئی ہے یہ عورت نظر آنے والی عورت سے بہت مختلف ہے۔

یہ بات تو میرے علاوہ ماسٹر ریاض بھی جانتا تھا..... اور سب لوگ جانتے تھے کہ تارا کا ماضی پردہ راز میں ہے لیکن تارا کی اصلیت اتنی جلدی ظاہر ہو جائے گی کم از کم مجھے اُمید نہیں تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ تارا پر گہری نگاہ رکھی جائے۔ یہ نہ ہو کہ یہ پراسرار لڑکی ماسٹر ریاض کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر کوئی ایسا کام کر جائے جس کے لیے ہمیں دیر تک پچھتانا پڑے۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ میں نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ ماسٹر ریاض کو ابھی کچھ نہ بتاؤں۔ اس مرحلے میں ابھی کچھ بھی یقین سے کہنا مشکل تھا اور جب تک میں خود حتمی نتیجے پر نہ پہنچ جاتا میں ماسٹر ریاض کے آنگن میں آئی ہوئی بہار کو خزاں میں بدلنا نہیں چاہتا تھا۔

تارا پر نگاہ رکھنے کے لیے بلال شاہ سے موزوں شخص اور کون ہو سکتا تھا۔ میں نے بلال شاہ کو بلا کر حقیقت حال سے آگاہ کیا اور اُسے کہا کہ وہ تارا کے روزہ مرہ معمولات پر گہری نظر رکھے۔ حالات کی اس تبدیلی سے بلال شاہ کے ارادے بھی کچھ ڈانواں ڈول ہو گئے تھے اور وہ جو دوسری شادی کے سلسلے میں بڑا پُرجوش نظر آتا تھا کچھ ڈھیلا پڑ گیا۔ غالباً سوچنے لگا تھا کہ گھر والی جیسی بھی ہے بھلی مانس اور عزت کی رکھوالی تو ہے۔ یا پھر کوئی اور بات اُس کے ذہن میں آ گئی تھی۔

ایک دن بلال شاہ تھانے میں آیا تو جوش سے پھٹا پڑ رہا تھا۔ آتے ساتھ ہی اُس نے بڑے دھڑلے سے سنتری کو دو گلاس ٹھنڈا دودھ لانے کا آرڈر دے دیا۔ اس دیدہ دلیری کا ایک ہی مطلب تھا اُس کے پاس کوئی اہم خبر ہے۔ وہ پہلے تو اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا پھر جب اُس نے دودھ پی لیا اور دودھ میں ڈوبی ہوئی مونچھوں کو اچھی طرح چوس لیا تو اصل موضوع پر آ گیا۔ اُس نے اُٹھ کر دفتر کا دروازہ اندر سے بند کیا اور بولا ''خان صاحب! مجھے تو پہلے ہی شک تھا کہ یہ جو اتنی خوبصورت جوان لڑکی پکے ہوئے پھل کی طرح ماسٹر کی جھولی میں آن گری ہے ضرور اس میں کوئی چکر ہے۔ توبہ..... توبہ۔ آج اپنی اِن گناہ گار آنکھوں سے میں نے جو کچھ دیکھا ہے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تمام اہل وطن کو کوٹلہ شوز کی جانب سے جشنِ آزادی مبارک۔
ہماری اور آپ کی بات تو پیچھے رہ گئی
اب تو
جنگل کا بادشاہ بھی کوٹلہ کے سیفٹی شوز
پہن کر شکار کو نکلتا ہے!
Kótlaa Shoes.
Fax: 7225293
E-mail: kotlay@wol.net.pk

آپ دیکھتے تو چکرا کر رہ جاتے۔ استغفار ......کوئی حد ہوتی ہے بے حیائی اور بے غیرتی کی‘‘ وہ بار بار اپنے کانوں کو ہاتھ لگانے لگا۔

میں نے کہا’’ کچھ بتاؤ گے بھی یا یونہی سسپنس پیدا کرتے جاؤ گے‘‘۔

وہ بولا’’ آج پھر ماسٹر ریاض گھر میں نہیں تھا اور آج پھر وہ کنجری ایک یار سے ملنے نکلی تھی ......آج تو شک شبے کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہ گئی ہے جی تو پورا یقین ہوگیا ہے کہ ماسٹر کے گھر کا صفایا کرنے کے ارادے سے یہاں آئی ہوئی ہے۔ جس روز اسے موقعہ ملا اور لمبا مال اس کے ہاتھ لگ گیا وہ ماسٹر کا صفایا کرکے یہاں سے بھاگ جائے گی‘‘۔

’’لیکن تم نے دیکھا کیا ہے؟‘‘ میں نے جھنجھلا کر پوچھا۔

’’اُس بے حیا کے چھن دیکھے ہیں اور کیا‘‘ بلال شاہ نے کہا’’ میں نے بتایا ہے ناں کہ ماسٹر ریاض آج گھر میں نہیں تھا وہ کسی دفتری کام سے لاہور گیا ہوا ہے۔ اس کے جانے کے دو گھنٹے بعد تارا ایک سہیلی کے ساتھ گھر سے نکلی۔ اُس کی سہیلی اُسے بس پر چڑھا کر واپس آگئی۔ یہ امرتسر جانے والی بس تھی۔ میں بھی نظر بچا کر بس پر سوار ہو گیا اور منہ سر لپیٹ کر ایک پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ تارا امرتسر کے لاری اڈے پر اُتری۔ اڈے کے باہر ایک ہیرو ٹائپ نوجوان چم چم کرتی سرخ گاڑی میں اُس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اُس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ خوش قسمتی سے پاس ہی ایک ٹیکسی کار کھڑی تھی۔ میں اللہ کا نام لے کے اس میں گھس گیا۔ میں نے ٹیکسی والے پر پولیس کا رُعب ڈالا اور اُس سے کہا کہ وہ کار کا پیچھا کرے۔ ٹیکسی کو زیادہ دیر کار کے پیچھے نہیں بھاگنا پڑا۔ کار والے، نہر کے بڑے پل کے پاس پہنچ کر رُک گئے۔ تارا نے اپنا برقعہ کار کے اندر ہی اُتار کر رکھ دیا تھا۔ اس نے بھڑکیلے کپڑے پہن رکھے تھے اور بڑی بنی سنوری نظر آتی تھی۔ آپ نے دیکھا ہوگا نہر کے بڑے پل کے پاس ہی ایک باغیچہ ہے۔ اُس میں بچوں کے لیے جھولے وغیرہ لگے ہوتے ہیں۔ تارا اور وہ نوجوان باغیچے میں چلے گئے اور بڑی بے تکلفی سے بانہوں میں بانہیں ڈال کر گھومنے لگے۔ میں زیادہ دیر وہاں نہیں رُک سکا مجھے ڈر تھا کہ تارا کی نظر مجھ پر پڑ جائے گی۔ وہ بڑے معشوقانہ انداز میں نوجوان سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔ اگر رات کا وقت ہوتا تو وہ اُس باغیچے میں نجانے کیا کچھ کر گزرتے۔ میں واپس آکر ٹیکسی کار میں بیٹھ گیا۔ قریباً آدھے گھنٹے بعد وہ وہاں سے برآمد ہوئے اور کار میں بیٹھ کر روانہ ہوگئے۔ راستے میں ایک مارکیٹ سے انہوں نے کچھ خریداری کی۔ ایک شاپ سے سوڈا واٹر پیا اور بڑی آزادی سے کھڑے باتیں کرتے رہے۔ تارا بالکل بدلی ہوئی نظر آرہی تھی۔ یوں لگتا تھا دہلی یا بمبئی کی کوئی فیشن ایبل کالجیٹ لڑکی ہے...... ہاں ایک بات میں بتانا بھول ہی گیا نوجوان جس گاڑی پر گھوم رہا تھا اُس پر دہلی کا نمبر تھا...... تھوڑی دیر مارکیٹ میں رُکنے کے بعد وہ پھر گاڑی میں سوار ہوئے اور لاری اڈے پہنچ گئے۔ نوجوان نے تارا کو بس میں سوار کرایا۔ جب بس چل پڑی تو وہ بھی گاڑی لے کر روانہ ہوگیا۔ اس کا رُخ شہر کے بارونق حصے کی طرف تھا۔ اس مرتبہ اس کا تعاقب کامیابی سے جاری نہ رکھ سکا۔ بڑے ڈاک خانے کے قریب ٹیکسی کار کو ایک اشارے پر رُکنا پڑا اور نوجوان گاڑی سمیت اوجھل ہوگیا‘‘۔

میں نے پوچھا’’ تارا اب کہاں ہے؟‘‘

’’وہ گھر واپس پہنچ چکی ہے۔ ابھی جب میں آیا ہوں تو وہ دوپٹہ کمر سے باندھے آستینیں چڑھائے بڑے زور وشور سے دیواروں کی لیپائی کر رہی تھی۔ میں نے اپنی گھر والی سے کہا کہ پوچھ کر آؤ تارا کہاں

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

گئی ہوئی تھی۔ میری گھر والی نے آکر بتایا کہ اُس کا پاؤں بھاری ہے۔ امرتسر ہسپتال میں ایک لیڈی ڈاکٹر کو دکھانے گئی تھی۔ اس سفید جھوٹ پر میں استغفار پڑھنے کے سوا اور کیا کرسکتا تھا"۔

بلال شاہ ویسے تو ڈینگیں مارتا رہتا تھا لیکن جب کوئی قانونی معاملہ ہوتا تھا، وہ اپنی رپورٹ پوری ایمانداری سے دیتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ جو کچھ بتا رہا ہے سچ بتا رہا ہے اور اس "سچ" کے بعد شک شبے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی تھی۔ تارا دہرے کردار کی مالک تھی۔ اُس کا اصل روپ اپنے اُس روپ سے بہت مختلف تھا جو وہ ماسٹر ریاض کے سامنے پیش کررہی تھی۔

ابھی ہم اس معاملے پر غور وفکر کررہے تھے کہ ایک اور سنگین واقعہ رونما ہوگیا۔ یہ اگلے روز کی بات ہے، صبح سویرے بلال شاہ ایک اخبار تھامے ہانپتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اُس نے تہہ شدہ اخبار میرے سامنے پھینکا اور ایک خبر پر انگلی رکھ دی "یہ دیکھیں خان صاحب!" وہ سرسراتے لہجے میں بولا۔

یہ قتل کی خبر تھی۔ تیں کالمی سرخی میں لکھا تھا "امرتسر کے پیراڈائز ہوٹل میں پراسرار قتل۔ کمرہ نمبر 18 کے غسل خانے میں نامعلوم نوجوان کی لاش پائی گئی۔ لاش کی تصویر بھی ساتھ ہی لگی تھی۔ ایسی ایک دو خبریں اخبار میں روزانہ ہوتی تھی۔ مجھے بلال شاہ کی پریشانی سمجھ میں نہیں آئی۔ میں نے سوالیہ نظروں سے اُس کی طرف دیکھا۔ وہ سنسنی خیز لہجے میں بولا "جناب یہی وہ نوجوان ہے جس سے کل تارا ملی ہے"۔

چند لمحے کے لیے میں بھی سناٹے میں رہ گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ کوئی بہت گہرا چکر چلا ہوا ہے۔ عین ممکن تھا کہ نوجوان کے قتل میں تارا کا ہاتھ ہو۔ اگر ایسا تھا تو وہ کسی بھی وقت ماسٹر ریاض کے گھر سے اُڑن چھو ہوسکتی تھی۔ میں نے فوری طور پر سادہ لباس میں دو پولیس والے ماسٹر ریاض کے گھر کی نگرانی پر لگا دیئے اور خود ایک ہیڈ کانسٹیبل اور بلال شاہ کے ساتھ امرتسر روانہ ہوگیا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد جب ہم امرتسر کے پیراڈائز ہوٹل میں پہنچے لاش موقعے سے اٹھائی جا چکی تھی اور مقامی پولیس کے اہلکار جائے واردات کا نقشہ تیار کرنے اور ثبوت اٹھانے میں مصروف تھے۔ مقتول کے کمرے میں اُس کا واحد سوٹ کیس کھلا پڑا تھا۔ اس سوٹ کیس میں روزمرہ کے استعمال کا سامان تھا۔ کپڑے کے چند جوڑے، موی لفافے میں لپٹی ہوئی چپل، صابن، تولیہ، ٹارچ اور گولڈن رنگ کی ایک ولائتی تھرماس۔ تفتیش کرنے والے سب انسپکٹر نے مجھے پہچان لیا اور بڑی مروت سے پیش آیا۔ اس نے مجھے تمام ضروری تفصیلات سے آگاہ کیا..... واردات کا پتہ سب سے پہلے ہوٹل کے بیرے بھوشن کمار کو چلا تھا۔ وہ شام سے غسل خانے میں پانی گرنے کی آواز سن رہا تھا۔ اُس نے دروازے پر کئی بار دستک دی لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ پھر یوں ہوا کہ پانی کمرے میں پھیل گیا اور دروازے کی نچلی درز سے باہر بہنے لگا۔ اب بھوشن کمار کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ ڈپلی کیٹ چابی استعمال کرکے کمرے میں داخل ہوگیا۔ اُس نے غسل خانے میں امیت مکرجی نامی نوجوان کی برہنہ لاش دیکھی۔ اُس کے منہ اور ناک سے بہنے والا خون دیکھ کر صاف اندازہ ہوتا تھا کہ اُس کی موت زہر خورانی کے سبب ہوئی ہے۔ لاش اس ڈھنگ سے گری تھی کہ غسل خانے سے پانی کی نکاسی کا راستہ جزوی طور پر بند ہوگیا۔ چونکہ شاور کھلا تھا اس لیے پانی پہلے غسل خانے میں جمع ہوتا رہا پھر کمرے کے قالین پر پھیلا اور آخر باہر بہہ نکلا۔

سب انسپکٹر نے بتایا کہ مقتول کی گاڑی نیچے ہوٹل کی پارکنگ میں کھڑی ہے۔ اُس میں سے مقتول کا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

لائسنس بھی ملا ہے۔ لائسنس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا تعلق صوبہ گجرات سے ہے۔ یہ گاڑی اُس کی اپنی نہیں ہے بلکہ اُس نے دہلی میں اپنے کسی جاننے والے سے حاصل کی ہے۔ لائسنس پر مقتول کا مکمل ایڈریس بھی موجود تھا اور پولیس کے لیے قطعی مشکل نہیں تھا کہ وہ اگلے چند گھنٹوں میں مقتول کے وارثوں سے رابطہ قائم کرسکتی۔ اس کیس میں میری دلچسپی اب عروج پر پہنچ چکی تھی۔ میں نے مقامی ڈی ایس پی سے مشورہ کیا اور مشورے میں فیصلہ ہوا کہ اس معاملے کی تحقیق کے لیے میں خود گجرات کے شہر بڑودہ جاؤں گا۔ لاش پوسٹ مارٹم کے مرحلے سے گزر رہی تھی۔ ٹیلی فون پر مقتول کے وارثوں کو اطلاع بھی دے دی گئی تھی۔ ایک پولیس پارٹی دہلی روانہ ہوگئی تاکہ اُس شخص سے پوچھ گچھ کی جائے جس کی گاڑی پر مقتول امیت امرتسر پہنچا۔ دوسری پارٹی کے میں ساتھ بڑودہ روانہ ہوگیا۔

.....

امرتسر سے گجرات کے شہر بڑودہ تک ریل کا ایک طویل اور کٹھن سفر کرنا پڑتا ہے۔ ہم قریباً 48 گھنٹے بعد بڑودہ پہنچ سکے۔ بڑودہ کی ایک جانب بھڑوچ اور دوسری طرف احمد آباد کے مشہور شہر ہیں۔ بڑودہ خود بھی ایک بارونق اور اہم شہر ہے۔ ہم سب سے پہلے مقامی تھانے کے ایس ایچ او سے ملے اور اُس سے اپنا تعارف کرایا۔ اُسے ٹیلی فون پر ہماری آمد کی اطلاع ہوچکی تھی۔ وہ ہمارے آنے سے پہلے ہی مقتول کے بارے میں ضروری معلومات بھی حاصل کرچکا تھا۔ مقتول کا اصل نام امیت نہیں وجے آنند تھا۔ وہ بڑودہ کے ایک مشہور سینما کا مالک تھا اور فلمیں وغیرہ خریدنے کا کام بھی کرتا تھا۔ وہ قریباً دو ہفتے سے بڑودہ میں موجود تھا۔ اُس کے دوست احباب کی زبانی پتہ چلا تھا کہ وہ کاروبار کے سلسلے میں دہلی گیا ہوا ہے۔ وجے آنند کے والدین رہتے پیٹتے امرتسر کے لیے روانہ ہوچکے تھے اور یہاں بھی وجے آنند کی اچانک موت پر سخت حیرت کا اظہار کیا جارہا تھا۔

ایس ایچ او رزاق خاں نے کہا ”کچھ لوگ وجے آنند کے قتل کے ڈانڈے گجراتی فلموں کی ایک خوبصورت ایکٹرس شیلا ٹنڈن کی گمشدگی سے ملا رہے ہیں۔ شیلا ٹنڈن پانچ چھ ماہ پہلے اچانک غائب ہوگئی تھی اور ابھی تک اُس کا کچھ پتہ نہیں چلا۔

یہ ذکر سُن کر میرے کان کھڑے ہوگئے۔ میں نے رزاق خاں سے اس بارے میں تفصیلات پوچھیں۔ رزاق خاں نے بتایا۔ پچھلے دنوں یہاں کے مقامی اخباروں میں شیلا کی گمشدگی کا بہت چرچا رہا ہے۔ یہ نوخیز اداکارہ گجراتی فلموں کے مشہور ہدایت کار مہیش رامپوری کی پوتی تھی۔ اُس نے ایک دو گجراتی فلموں میں بڑے یادگار کردار ادا کیے ہیں اور بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ وہ بہت جلد ممبئی کی ہندی فلموں تک پہنچ جائے گی لیکن ایک روز اچانک لاپتہ ہوگئی۔ اُس کے والدین تو فوت ہوچکے ہیں دادا ہی سرپرست ہے۔ اس نے پوتی کو بہت تلاش کرایا لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ پچھلے دنوں میں نے ایک اخبار میں اُس کے بارے میں پڑھا تھا کہ وہ اپنے کسی بوائے فرینڈ کے ساتھ ملک سے باہر جاچکی ہے“۔

نجانے کیوں میرا دل گواہی دینے لگا کہ یہی شیلا ٹنڈن وہ لڑکی ہے جو تارا بن کر ماسٹر ریاض کے گھر میں رہ رہی ہے۔ میں نے رزاق خاں سے کہا ”انسپکٹر صاحب! میں شیلا ٹنڈن کے دادا سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیا نام بتایا ہے آپ نے اُس کے دادا کا؟“

”مہیش رامپوری“ انسپکٹر رزاق نے جواب دیا ”لیکن آپ کیوں ملنا چاہتے ہیں اُس سے؟“

میں نے کہا ”میرا خیال ہے انسپکٹر ریاض کہ وجے آنند کے قتل اور شیلا ٹنڈن کی گمشدگی میں واقعی گہرا

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

ربط ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ اس وقت وہ شخص کہاں مل سکتا ہے؟''

انسپکٹر رزاق نے دو تین جگہ ٹیلی فون کیا۔ سادے کاغذ پر ایک دو پتے لکھے پھر گہری سانس لے کر بولا ''مہیش صاحب اس وقت بڑودہ میں ہی ہیں۔ انہوں نے نہر کنارے ایک محل نما مکان بنا رکھا ہے۔ بعض اوقات فلموں کی شوٹنگ بھی وہاں کرتے ہیں۔ وہ محل دیکھنے کی چیز ہے۔ اس وقت وہ وہیں پر ہیں میرا خیال ہے آپ چلے جائیں ملاقات ہو جائے گی اُن سے''۔

میں نے اُسی وقت انسپکٹر رزاق سے مکمل ایڈریس حاصل کیا اور اُس کے ایک ہیڈ کانسٹیبل کو ساتھ لے کر مہیش رامپوری کی طرف روانہ ہو گیا۔ عبدالرزاق نے اپنی گاڑی بھی خوش دلی سے میرے استعمال میں دے دی تھی۔ بڑودہ کی چند ایک بھری پری سڑکوں سے گزر کر ہم شفاف پانی والی ایک نہر پر پہنچے۔ یہاں باغات اور سبزے کی کثرت تھی (حالانکہ بڑودہ میں بہت کم سبزہ دیکھنے میں آیا تھا) درختوں کے درمیان ایک بلند و بالا عمارت دیکھ کر ہم ٹھٹھک گئے۔ وہ واقعی کسی محل سے کم نہیں تھی۔ بلند برجیاں' محرابی دروازے' خوبصورت فوارے اور بیلوں سے ڈھکی ہوئی دیواریں، بہت بڑے گیٹ کے سامنے باوردی دربان موجود تھے ایک دربان میرا شناختی کارڈ لے کر اندر گیا اور پانچ منٹ بعد واپس آیا۔ باریابی کی اجازت مل گئی تھی۔ ایک طویل اور خوشنما راستہ طے کر کے ہم عمارت کے اندرونی حصے میں پہنچے۔ یہاں بھی آرائش و زیبائش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی تھی۔ ایک وسیع کمرے میں بہت بڑے فانوس کے نیچے منقش کرسی پر ایک عمر رسیدہ شخص بیٹھا کوئی موٹی سی کتاب پڑھ رہا تھا۔ ہماری آہٹ سن کر اُس نے اپنا رُخ پھیرا۔ میں سکتے میں رہ گیا یہ وہی شخص تھا جو تین چار ہفتے پہلے یہاں سے سینکڑوں میل دُور امرتسر کے کمپنی باغ کے سامنے ایک معمولی ریستوران میں تارا سے ملا تھا اور اُس کے ساتھ ایک گھنٹہ تک ایک کیبن فیملی میں بیٹھا رہا تھا۔ میں اُسے پہچانتا تھا لیکن اُس کے لیے میں اجنبی تھا۔ اب اس بات میں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی تھی کہ تارا ہی شیلا ٹنڈن ہے۔

''آؤ انسپکٹر'' اُس نے مجھے کرسی پیش کرتے ہوئے کہا ''وجے آنند کے قتل کی اطلاع مجھے ہو چکی ہے۔ مجھے توقع تھی کہ جلد ہی کسی پولیس اہلکار سے ملاقات ہو گی''۔

اُس نے اپنا چشمہ اُتار کر میز پر رکھ دیا اور بولا ''جس بات کا علم تم کو ایک آدھ روز میں ہو جانا ہے' بہتر ہے کہ وہ میں تمہیں ابھی بتا دوں۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہو گا کہ وجے آنند ایک سنیما کا مالک تھا اور فلم لائن سے اُس کا تھوڑا بہت تعلق موجود تھا۔ پچھلے ڈیڑھ دو برس سے میری پوتی شیلا ٹنڈن میں دلچسپی لے رہا تھا اور اُس سے بیاہ کرنا چاہتا تھا۔ میری طرف سے اس سلسلے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ وجے آنند سمارٹ اور نوجوان تھا، صاحب جائیداد بھی تھا لیکن شیلا اُس کے بارے میں تذبذب کا شکار تھی...... وہ دُور خلا میں دیکھتے ہوئے بولا ''وہ عجیب لڑکی تھی انسپکٹر انسانوں کی بھیڑ میں سب سے جدا اور انوکھی۔ اُس کے اپنے نظریات اور زندگی گزارنے کا اپنا اسلوب تھا۔ نجانے کیوں کبھی کبھی مجھے محسوس ہوتا تھا کہ اپنے والد کی طرح وہ بھی مجھ سے چھن جائے گی۔ کسی اور دنیا میں جا بسے گی اُسے زندگی کی سہولتوں اور آسائشوں سے نفرت تھی۔ بہت مشکل ڈھنگ سے جینا چاہتی تھی وہ''۔

مہیش رامپوری کے چہرے پر دنیا جہان کی اُداسی سمٹ آئی تھی اور آنکھیں جیسے دھندلا سی گئی تھیں۔ اگر مجھے یہ علم نہ ہوتا کہ وہ صرف چند ہفتے پہلے اپنی پوتی

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

سے مل چکا ہے اور کافی وقت اُس کے ساتھ گزار چکا ہے تو میں واقعی اسے ایک ''دُکھی دادا'' سمجھتا جس کی پوتی چھ ماہ سے لاپتہ ہے اور وہ اُس کی پریشانی کو دل کا روگ بنائے ہوئے ہے۔ وہ اداکاری کررہا تھا اور اچھی اداکاری کررہا تھا..... اور کیوں نہ کرتا وہ ایک کہنہ مشق فلم ڈائریکٹر تھا۔

میں نے کہا ''کہیں آپ کی پوتی اس وجہ سے غائب تو نہیں ہوئی کہ آپ اُس کی شادی وجے آنند سے کرنا چاہتے تھے اور وہ اس شادی کے حق میں نہیں تھی''۔

مہیش رام پوری نے انکار میں سر ہلایا ''ہمارے خاندان میں لڑکیوں کو مرضی چلنے کی آزادی ہوتی ہے۔ میرے خیال میں شیلا کے لاپتہ ہونے میں وجے آنند والے معاملے کا کوئی تعلق نہیں تھا''۔

میں نے کہا ''پھر آپ نے یہ کیوں سوچا کہ وجے کی موت کے بعد پولیس آپ سے رابطہ کرے گی''۔

مہیش بولا ''فلم لائن میں یہ بات بہت سے لوگوں کو معلوم تھی کہ وجے آنند، شیلا کو چاہتا ہے اور اُس کو اپنانے کی کوشش کررہا ہے۔ ظاہر ہے اس حوالے سے پولیس سوچ سکتی ہے کہ شیلا کی گمشدگی اور وجے کے قتل میں کوئی تعلق نہ ہو''۔

میں نے اچانک پینترا بدلتے ہوئے کہا ''لیکن میرا خیال ہے کہ شیلا گم نہیں ہوئی''۔

''کیا مطلب؟'' مہیش نے حیران ہوکر کہا۔

''یہی مطلب ہے کہ وہ گم نہیں ہوئی۔ وہ امرتسر میں ہے اور وہاں طاہرہ ریاض کے نام سے رہ رہی ہے''۔

مہیش رام پوری کے سر پر جیسے کسی نے دستی بم پھینک دیا تھا۔ وہ حیرت زدہ نظروں سے میری طرف دیکھتا رہا پھر قدرے سنبھل کر بولا ''لل..... لیکن تمہیں کیسے پتہ چلا؟''

''جیسے آپ کو پتہ چلا اور آپ اُس سے ملنے امرتسر پہنچے''۔ میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ مہیش کی حالت ایسی ہورہی تھی جیسے ابھی دل کا دورہ پڑ جائے گا۔ ایک دربان ابھی تک دروازے کے قریب کھڑا تھا۔ اُس نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے کہا کہ وہ باہر چلا جائے۔ دربان خاموشی سے باہر نکل گیا۔ اب میں اور مہیش ہال نما کمرے میں اکیلے تھے۔ مہیش نے مجھے پہلی بار غور سے دیکھا اور سرتاپا اچھی طرح گھورا ''تم کو کس نے بھیجا ہے یہاں؟''

''میں خود آیا ہوں'' میں نے اعتماد سے کہا ''مجھے کسی سے ہدایات لینے کی ضرورت نہیں''۔

''تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں امرتسر گیا ہوں یا شیلا سے ملا ہوں''۔

''میں یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں اور اس بارے میں ٹھوس ثبوت فراہم کرسکتا ہوں''۔

ایک دم مہیش رام پوری ڈھیلا پڑتا ہوا محسوس ہوا۔ اُس نے عینک اٹھا کر اُس کے شیشے صاف کیے اور اُسے دوبارہ آنکھوں پر جمالیا ''میں تمہارا مکمل تعارف حاصل کرسکتا ہوں'' اُس نے پوچھا مجھے بھلا کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ میں نے مکمل تعارف کرادیا۔ جواب میں اُس نے بھی تفصیل سے اپنے بارے میں بتایا۔ وہ گجراتی فلموں کا سب سے پرانا ہدایت کار تھا اور کئی ایک شہرت یافتہ فلمیں بنا چکا تھا۔ اُس کی عمر ستر سال سے اوپر تھی لیکن اچھی صحت کی وجہ سے پچپن ساٹھ کا نظر آتا تھا۔ شیلا کا والد اور والدہ ٹریفک کے ایک حادثے میں جاں بحق ہوگئے تھے اور مہیش نے شیلا کو اپنے بچوں کی طرح پالا پوسا اور پروان چڑھایا تھا۔

مہیش نے میرے لیے چائے اور اپنے لیے بلیک کافی منگوائی۔ کافی کی چسکیاں لیتے ہوئے وہ بولا انسپکٹر نواز! آج میں تمہیں ایک ایسی بات بتانے جارہا ہوں جو اب تک صرف میرے اور بھگوان کے درمیان تھی۔ اس بات کا تعلق شیلا اور اس کی زندگی سے ہے۔ سب سے پہلے تو میں تمہاری ان معلومات

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

کو درست قرار دیتا ہوں کہ میں بیس پچیس روز پہلے امرتسر گیا تھا اور وہاں شیلا سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ دوسری تمہاری یہ اطلاع بھی بالکل درست ہے کہ شیلا امرتسر میں طاہرہ بن کر رہ رہی ہے اور اس نے وہاں ماسٹر ریاض نامی شخص سے شادی کرلی ہے لیکن اس شادی کے پس پردہ کیا حالات ہیں ان کا علم میرے اور شیلا کے سوا اب تک کسی کو نہیں تھا۔ شاید تمہیں میری یہ باتیں کچھ عجیب سی لگیں کیونکہ ان کا تعلق فلم لائن سے ہے۔ بہرحال میں جو کچھ تمہیں بتا رہا ہوں وہ سو فیصد درست ہے۔ شیلا نہ تو گھر سے بھاگی تھی نہ اُسے کسی نے اسے اغوا کیا تھا اور نہ وہ لاپتہ ہوئی تھی۔ اسے میں اور میرا اسسٹنٹ انوار علی خود امرتسر چھوڑ کر آئے تھے۔ اب تم پوچھو گے کہ ایک نوجوان تنہا لڑکی کو امرتسر میں چھوڑ کر آنے کی کیا وجہ تھی؟ اس کی وجہ بہت اہم تھی لیکن شاید تمہیں زیادہ اہم نہ لگے۔ دراصل میں ایک فلم بنا رہا تھا۔ یہ میری اپنی فلم تھی۔ اسکی کہانی میں نے مشہور گجراتی کہانی کار من موہن جی سے لکھوائی تھی۔ یہ فلم ایک لڑکی کے گرد گھومتی ہے اور اس میں مرکزی کردار خود شیلا ادا کر رہی تھی۔ شیلا ایک زبردست فن کارہ ہے اور اس کی صلاحیتوں کا اعتراف ہر فلم کے لوگ کر رہے ہیں اور کسی کی تعریف بے وجہ نہیں کی جاتی۔ شیلا نے واقعی اب تک اپنے ادا کیے ہوئے کرداروں میں جان ڈالی ہے اور فن کے پرستاروں کو اپنی تعریف پر مجبور کیا ہے۔ وہ فلم کے کردار میں ڈھل جاتی ہے۔ کہانی میں ڈوب کر کہانی کا حصہ بن جاتی ہے۔ اس سے پہلے وہ ایک فلم میں مچھیرے کی بیٹی اور دوسری میں کلب ڈانسر بنی ہے۔ یہ دونوں کردار ٹھیک سے نبھانے کے لیے اُس نے بے حد محنت کی تھی۔ مچھیرن کا کردار ادا کرنے کے لیے وہ پورے دو ہفتے مچھیروں کی بستی میں رہی اور اُن کے رنگ ڈھنگ و طور اطوار دیکھے۔ کلب ڈانسر کا کردار ادا کرنے کے لیے وہ خاموشی سے بمبئی چلی گئی اور کسی کو بتائے بغیر وہاں کے ایک معروف کلب میں ایک مہینہ ملازمت کرآئی۔ جس ذاتی فلم کا میں تم سے ذکر کر رہا ہوں اس میں شیلا کا کردار ایک ایسی لڑکی کا تھا جو حیدرآباد سے لاہور جا رہی ہے۔ وہ ٹرین میں اپنے وارثوں سے بچھڑ جاتی ہے اور بھٹک کر ایک پنجابی سکول ماسٹر کے گھر میں پہنچ جاتی ہے یہ سکول ماسٹر اسے بیٹی بنالیتا ہے اور اُس کے وارثوں کی تلاش شروع کرتا ہے۔ لڑکی چونکہ بہت کم عمر اور سادہ لوح ہے، اُسے اپنا پتہ تو درکنار اس شہر یا گاؤں کا نام بھی معلوم نہیں جہاں سے وہ آئی ہے۔ وہ ماسٹر کے اپاہج بیٹے سے محبت کرنے لگتی ہے لیکن ماسٹر اس کی شادی بیٹے سے نہیں کرتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے اس طرح دنیا والے اس پر انگلیاں اٹھائیں گے اور اُسے خودغرض گردانیں گے۔ آخر میں لڑکی خودکشی پر آمادہ ہو جاتی ہے اور یوں ماسٹر کے بیٹے سے اس کی شادی ہو جاتی ہے۔ یہی کردار تھا جسے بہت اچھے طریقے سے ادا کرنے کے لیے اور اپنی اداکاری کو حقیقت کا رنگ دینے کے لیے شیلا نے گجرات سے پنجاب کا رُخ کیا اور امرتسر کے ایک سکول ماسٹر کے گھر میں عین اُسی طرح وارد ہوئی جس طرح وہ فلم میں وارد ہوئی۔ اس مقصد کے لیے اُس نے ایک ایسا سکول ماسٹر منتخب کیا تھا جو عمر میں اس کا بزرگ لگتا تھا۔ بس یوں سمجھو کہ وہ اپنے کام کے سلسلے میں خبطی سی ہو جاتی تھی اور اس کا یہی خبط تھا جو اُس کے کرداروں کو زندگی بخش دیتا تھا۔ جب اُس نے امرتسر آنے کا ارادہ کیا تو میں نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی لیکن جب دیکھا کہ وہ اپنے فیصلے پر مضبوطی سے قائم ہے اور اگر میں نے اُس کا فیصلہ بدلنے کی کوشش جاری رکھی تو وہ فلم میں کام کرنے سے ہی انکار کردے گی تو اُس کی یہ ''فن

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

کارانہ" ضد قبول کرلی۔ شیلا تارا کے روپ میں ماسٹر ریاض کے گھر چلی گئی۔ فلم میں بھی اُس کا نام تارا ہی تھا اور وہ اسی طرح غنڈوں سے بچتی ہوئی ماسٹر کے گھر میں پہنچتی ہے، لیکن اس سے آگے کی کہانی فلم کی کہانی سے بالکل مختلف ہوگئی۔ میرے اور میرے اسسٹنٹ کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اس گھر میں جانے کے بعد شیلا جیسی سمجھ دار اور تعلیم یافتہ لڑکی اس تیزی اور اس انداز سے بدل جائے گی۔ میں تو کہوں گا کہ جو کچھ بھی ہوا ہے کسی بھی سنسنی خیز فلم سے بڑھ کر حیرت انگیز اور ڈرامائی ہے۔ پروگرام کے مطابق شیلا کو قریباً ایک ماہ ماسٹر ریاض کے گھر میں رہنا تھا اس کے بعد اُسے بتدریج ماسٹر صاحب کو سب کچھ بتا دینا تھا اور اُن کو دی جانے والی زحمت پر بہت بہت معذرت کرکے واپس آجانا تھا یہ بھی توقع تھی کہ وہ ہفتے دو ہفتے میں ہی لوٹ آئے۔ ہم اس بات کی پوری طرح تسلی کر چکے تھے کہ ماسٹر ریاض بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی شریف اور بے ضرر شخص بھی ہے لہٰذا اُسے چھوڑ کر میں بزودہ واپس آگیا۔ صرف میرا اسسٹنٹ انوار علی کسی ہنگامی ضرورت کے لیے امرتسر میں موجود رہا۔

پورا ایک ماہ گزر گیا لیکن شیلا واپس نہیں آئی۔ پھر دو مہینے بھی گزر گئے۔ نجانے کیوں میری چھٹی حس مجھے کسی خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔ پھر ایک روز مجھے شیلا کی طرف سے ایک خط ملا وہ امرتسر بلا رہی تھی۔ ماسٹر ریاض کے گھر میں بلانے کی بجائے اُس نے مجھے کمپنی باغ کے سامنے ایک ریستوران کا ایڈریس دیا تھا اور ملاقات کا وقت بھی بتایا تھا۔ لاڈلی پوتی کی کال پر میں بھاگم بھاگ امرتسر پہنچا اور مقررہ مقام پر اس سے ملاقات کی مجھے معلوم نہیں تھا کہ جیسے ڈرامائی اور سنسنی خیز موڑ میں فلموں میں دیتا ہوں ایسا ہی ایک ناقابل گمان موڑ میری اپنی زندگی میں بھی آئے گا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ شیلا میرے سامنے زار وقطار رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی "دادو! تم نے ہی تو مجھے محبت کرنا سکھایا تھا اور یہ بتایا تھا کہ محبت دنیا کا سب سے انمول جذبہ ہے اور جب محبت ہو جائے تو سر جھکانا نہیں چاہیے۔ سر اٹھانا چاہیے کہ ہاں ہمیں محبت ہے..... مجھے بھی محبت ہوگئی ہے دادو! میں ماسٹر صاحب سے محبت کرنے لگی ہوں اور دل کی گہرائیوں سے کہہ رہی ہوں کہ میں نے اُس سے شادی کرلی ہے"۔ میں سکتے کی حالت میں شیلا کے ساتھ رہا تھا۔ شیلا نے بتایا کہ ماسٹر ریاض اُسے ایک بھولی بھالی لاوارث اور غریب لڑکی کے روپ میں جانتے ہیں اور وہ چاہتی ہے کہ ماسٹر صاحب کے سامنے ہمیشہ اُس کا یہی روپ رہے۔ اُس نے خدشہ ظاہر کیا کہ اگر کبھی ماسٹر صاحب کو بھنک بھی پڑ گئی کہ شیلا وہ نہیں جو نظر آرہی تھی تو وہ ہمیشہ کے لیے اُسے اپنی زندگی سے نکال دیں گے۔ انہیں دنیا میں جس چیز سے سب سے زیادہ نفرت ہے وہ عورت کی چالاکی اور ہوشیاری ہے اور سب سے پیاری چیز عورت کی سادگی اور معصومیت ہے۔ شیلا نے ہاتھ جوڑ کر مجھ سے درخواست کی میں اُسے اُس کے حال پر چھوڑ کر چلا جاؤں اور کم از کم دو تین برس کے لیے اُسے بالکل بھول جاؤں۔ میں نے مختصر سے وقت میں ساری بات سمجھ لی تھی اور یہ بھی جان گیا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے۔ مجھے صبر کرنا تھا اور خاموشی سے واپس لوٹ آنا تھا..... اور میں نے ایسا ہی کیا۔ دل پر ایک بہت بھاری پتھر رکھا۔ میں نے شیلا کی جدائی قبول کرلی اور وہ ساری باتیں بھی سن لیں جو لوگوں نے اُس کے حوالے سے کیں۔ فلم لائن کے لوگوں میں ایسی باتوں کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی لیکن شیلا چونکہ ایک سپر سٹار بننے والی تھی اور

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

لوگ اُس سے بہت امیدیں رکھتے تھے۔ اس لیے اُس کا اچانک فلمی دنیا چھوڑ کر منظر سے غائب ہو جانا انہیں شاق گزرا۔ کئی اخباری نمائندوں نے جستجو کی کہ وہ اچانک کہاں چلی گئی ہے۔ وہ اُسے بڑودہ اور احمد آباد وغیرہ میں ڈھونڈتے رہے لیکن وہ تو سینکڑوں میل دُور امرتسر کے اُس چھوٹے سے گاؤں میں ماسٹر ریاض کے گھر میں تھی۔ دھیرے دھیرے لوگ سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ مثلاً گمشدگی کو بھی لوگ بھولنے لگے۔ میرے علاوہ اگر کوئی شخص اُس کی حیران کن گمشدگی کو نہیں بھولا تو وہ وجے آنند تھا۔ وہ امیرزادہ شیلا کو جنون کی حد تک چاہتا تھا اور اس کو اپنانا اس کی ضد بن چکا تھا......" ایک لمحے کے توقف کے بعد مہیش رامپوری نے کہا "لیکن ایک بات میں تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں اگر تمہارے دماغ کے کسی بھی کونے کھدرے میں یہ خیال موجود ہے کہ وجے آنند کے قتل میں شیلا کا کوئی ہاتھ ہوسکتا ہے تو یہ خیال دل سے نکال دو۔ میں اپنی پوتی کو اتنا جانتا ہوں کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو اتنا نہیں جانتی ہوگی۔ وہ...... کسی کا خون نہیں کر سکتی"۔ شیلا کے دادا نے آخری فقرے کے ایک ایک لفظ پر زور دیا تھا۔

اگلے دس بارہ گھنٹوں میں ہم نے اس [illegible] لوگوں سے بیانات قلمبند کیے۔ اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ وجے آنند کے قتل کا تعلق شیلا کی گمشدگی سے ہو سکتا ہے تاہم فلم لائن کے ہی بعض لوگوں کا یہ خیال بھی تھا کہ یہ قتل کسی دشمنی وغیرہ کا شاخسانہ ہے۔ شیلا کے بارے میں کسی کو کانوں کان خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ اگر بیان دینے والوں کو پتہ چل جاتا کہ شیلا، طاہرہ کے روپ میں امرتسر میں ہی ہے اور اپنے قتل سے صرف چند گھنٹے پہلے وجے آنند نے شیلا سے ملاقات کی تھی تو یقیناً وہ آنکھیں بند کر کے اس قتل میں شیلا کو ملوث کر دیتے۔

میرا اور ایس ایچ او رزاق خاں کا بھی یہی خیال تھا کہ شیلا اس قتل میں ملوث نہیں ہے۔ یہ بات عین ممکن ہے کہ وجے آنند نے شیلا کی ازدواجی زندگی تباہ کرنے کی کوشش کی ہو یا کسی طریقے سے اُسے بلیک میل کیا ہو اور شیلا نے اُسے زندگی کی سرحد پار کرادی ہو۔ لیکن یہ کوئی چھوٹا اقدام نہیں تھا کسی کو قتل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا اور وہ بھی کسی عورت کے لیے اور عورت بھی ایسی کہ جو محبت کر رہی تھی اور کسی کی زندگی میں بہار بن کر ٹھہرنا چاہتی تھی۔

....

ضروری بیانات حاصل کرنے کے بعد میں ایک روز بعد بڑودہ سے روانہ ہوا اور ٹرین کا طویل سفر کرنے کے بعد امرتسر واپس پہنچ گیا۔ وجے آنند کے قتل کی تفتیش شروع ہوئی۔ میں نے شیلا کے دادا سے وعدہ کیا تھا کہ جب تک مجھے شیلا کے خلاف کوئی بہت ٹھوس ثبوت نہیں مل جائے گا میں اسے اس معاملے سے الگ تھلگ رکھوں گا اور اس کی جمی جمائی زندگی میں کسی طرح کی دخل اندازی نہیں کروں گا۔

وجے آنند کی پوسٹ مارٹم رپورٹ آچکی تھی۔ اس رپورٹ کے مطابق اس کی موت زہر خورانی سے ہوئی تھی۔ یہ زہر اُسے کسی مشروب غالباً گنے کے رس میں ملا کر دیا گیا تھا۔ رپورٹ میں اس زہر کا مشکل سا نام اور کیمیکل فارمولا لکھا تھا۔ یہ زہر دو تین گھنٹے کے بعد اثر کرنا شروع کرتا ہے اور تین چار گھنٹے کے دوران اپنے شکار کو راہی عدم کر دیتا ہے۔ میں نے جو نتیجہ اخذ کیا وہ یہ تھا کہ شیلا نے باغ کی سیر کے دوران یا اُس کے بعد وجے آنند کو زہر پلا دیا۔ بعد ازاں وہ اطمینان سے گھر آگئی اور وجے اس ہوٹل میں پہنچ گیا جہاں وہ ٹھہرا ہوا تھا۔ ڈیڑھ دو گھنٹے بعد اُس کی طبیعت خراب ہونا شروع ہوئی۔ تلخی اور حرارت حد سے بڑھی تو وہ کپڑے اتار کر غسل خانے میں گھس گیا اور نہانے

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

لگا۔ نہانے کے دوران ہی اُس نے خون کی قے کی اور فرش پر گر کر دم توڑ گیا۔

شیلا عرف تارا کے خیال میں اس بات کا کوئی گواہ موجود نہیں تھا کہ وہ امرتسر میں وجے آنند سے ملی ہے بلکہ یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی تھی لہٰذا وہ بالکل مطمئن ہو کر گھر آگئی تھی۔ بہرحال اس سارے معاملے میں ایک بات توجہ طلب بھی تھی۔ جو کچھ بلال شاہ نے دیکھا تھا اُس کے مطابق شیلا عرف تارا قریباً گیارہ بجے تک وجے آنند کے ساتھ رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ اگر اُس نے زہر پلایا ہے تو اُس کا اثر دو ڈھائی بجے تک ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن زہر کا اثر پانچ بجے کے قریب ہوا تھا۔ وجے کی موت اندازاً سات بجے سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔ میں نے پولیس سرجن سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ مثلاً اگر کسی شخص نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا ہو اور زہر خورانی کے بعد وہ زیادہ مشقت کا کام بھی نہ کرے تو زہریلے اثرات کے شروع ہونے میں دو سے تین گھنٹے کی تاخیر ہو سکتی ہے۔

جو پارٹی دہلی بھیجی گئی وہ اُس شخص کو اپنے ساتھ ہی لے آئی جس کی کار میں مقتول امرتسر پہنچا تھا اور جو مقتول کا گہرا دوست بتایا جاتا تھا۔ اس شخص کا نام امرسنگھ تھا۔ امرسنگھ پراپرٹی کا کام کرتا تھا۔ پتہ چلا کہ امرسنگھ سے مقتول کا شدید قسم کا جھگڑا چل رہا تھا۔ اور مقتول امرسنگھ سے کار مانگ کر نہیں بلکہ ایک طرح سے چھین کر لایا تھا۔ امرسنگھ نے مقتول کے چالیس پینتالیس ہزار روپے دینے تھے اور ادائیگی سے انکار کر رہا تھا۔ مقتول نے بڑودہ میں بھی اپنے ایک ہمراز دوست سے کہا تھا کہ اگر امرسنگھ نے رقم نہیں دی تو وہ اُس کی گاڑی ضرور لے آئے گا۔

ہم نے اس لائن پر تفتیش شروع کی تو چند ایک مزید انکشافات ہوئے لیکن قتل کا سرا پھر بھی ہاتھ نہیں آیا۔

اسی دوران میرے ''ہونہار'' مخبر بلال شاہ کی کوششوں سے تفتیش کا ایک اور راستہ کھلا۔ معلوم ہوا کہ اپنے قتل سے ایک روز قبل مقتول کا کچھ مقامی غنڈوں سے جھگڑا بھی ہوا تھا۔ یہ جھگڑا ایک کال گرل یعنی پیشہ ور لڑکی کی وجہ سے ہوا۔ مقتول نے اس لڑکی کو عیاشی کے لیے اپنے کمرے میں بلایا تھا۔ نشے میں دھت ہو کر اس نے کوئی ایسی حرکت کی یا ایسی بات کہی کہ لڑکی بھڑک کر باہر نکل آئی۔ وہ اُسے واپس اندر کھینچنے لگا۔ اسی دوران لڑکی کا ایک ''نگران'' بھی موقعے پر پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ وجے کی ہاتھا پائی ہو گئی۔ ہوٹل کے مالکوں نے اس معاملے کو فوری طور پر دبا دیا اور ''لڑکی والوں'' کو ڈانٹ ڈپٹ کر وہاں سے بھیج دیا۔ میرے اے ایس آئی فرزند علی نے اس معاملے کی تفتیش کی اور یہ معلوم کرنا چاہا کہ آیا مقتول اور لڑکی والوں میں پھر بھی بڑھ بھیڑ ہوئی ہے یا نہیں۔

تین مختلف لائنوں پر دو ڈھائی ماہ اس کیس کی تفتیش جاری رہی لیکن کوئی ٹھوس ثبوت ہاتھ نہیں آیا۔ سوچنے والی بات یہ تھی کہ اگر مقتول کو گنے کے رس میں زہر ملا کر دیا گیا تو وہ رس اُس نے کہاں پیا۔ جس باغ میں اُس نے شیلا کے ساتھ چہل قدمی کی تھی وہاں آس پاس کوئی ''رس والا'' موجود نہیں تھا۔ راستے میں بھی بلال شاہ نے انہیں کہیں رس وغیرہ پیتے نہیں دیکھا۔ ہاں سوڈا واٹر انہوں نے ضرور پیا تھا..... تفتیش کے دوران ہی ایک دو دفعہ شیلا اور ماسٹر ریاض سے بھی میری ملاقات ہوئی۔ شیلا عرف تارا کا پاؤں اب بھاری تھا۔ پھلدار شجر کی طرح وہ کچھ اور بھی خوشنما ہو گئی تھی۔ وہ پروانے کی طرح ماسٹر ریاض کے گرد گھومتی رہتی تھی۔ اس کی ایک آواز پر ''آئی جی'' کہتی ہوئی لپکتی تھی''۔ آخری مہینوں کے باوجود وہ ماسٹر صاحب کا سارا کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھی۔ میں اسے دیکھ دیکھ کر سوچتا تھا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کہ وہ واقعی ایک زبردست گجراتی فلموں کی ایک کامیاب ہیروئن ہے اور اُس کی عقل مندی اور فن میں اُس کی سوجھ بوجھ کا ایک زمانہ اعتراف کرتا ہے۔ ایک عجیب گورکھ دھندہ تھی یہ لڑکی۔

وجے آنند کو قتل ہوئے اب چھ مہینے گزر چکے تھے۔ کوشش کے باوجود میں کوئی اہم سراغ نہیں پا سکا تھا اور اب مجھ پر ایک طرح کی مایوسی طاری ہونے لگی تھی۔ ایک روز میں کیس کی ادھوری فائل سامنے رکھے کمرے میں بیٹھا تھا اور سگریٹ پر سگریٹ پھونک رہا تھا۔ دفعتاً ایک ایسی بات میرے ذہن میں آئی جو بہت پہلے آجانا چاہیے تھی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ میں اور میرا عملہ اب تک کیوں اس بات کو فراموش کیے ہوئے تھا..... تارا یعنی شیلا ٹنڈن جب مقتول وجے آنند سے ملنے چوری چھپے گاؤں سے روانہ ہوئی تو اُس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی جو اُسے بس پر چڑھا کر گاؤں واپس آگئی تھی عین ممکن تھا کہ وہ لڑکی تارا کی ہمراز ہو اور اُس سے کوئی اہم بات معلوم ہو سکے۔ یہ خیال آتے ہی میں اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

قریباً آدھ گھنٹے بعد میں جانڈی پورا گاؤں کے پٹواری کی بیٹی سیتا کا بیان لے رہا تھا یہی لڑکی تارا کو بس پر چڑھانے کے لیے پختہ سڑک تک گئی تھی۔ پٹواری پیارے لال بھی وہاں موجود تھے۔ سیتا کا رنگ ہلدی کی مانند زرد ہو رہا تھا اور کچھ یہی حال پٹواری کا بھی تھا۔ صرف دو روز بعد سیتا کی شادی ہو رہی تھی۔ گھر میں مہمان آنا شروع ہو گئے تھے اور دلہن پولیس کے چکر میں پھنس گئی تھی۔ میں نے سیتا کی ''مجبوری'' سے بڑے مناسب طریقے سے فائدہ اٹھایا تھا اور پندرہ منٹ کے اندر اُسے سب کچھ اُگلنے پر راضی کر لیا تھا۔ پٹواری پیارے لال کو باہر بھیجنے کے بعد میں نے تارا کی ہمراز سیتا سے جو کچھ معلوم کیا وہ کچھ اس طرح تھا۔

''وجے آنند نے تارا کا کھوج لگانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا رکھی تھی۔ آخر ایک روز وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوا اور اس حد تک کامیاب ہوا کہ ایک رات ماسٹر ریاض کے گھر پہنچ گیا۔ تارا اُسے یوں اپنے سامنے دیکھ کر بے حد خوفزدہ ہوئی اور ہاتھ پاؤں جوڑ کر بمشکل اُسے وہاں سے ٹالا۔ اگلی رات وجے پھر آدھمکا۔ اس نے نہ صرف تارا سے دست درازی کی بلکہ گھر سے باہر ملنے پر اصرار کیا۔ وہ دونوں برآمدے میں کھڑے تھے اور اندر کمرے میں تارا کا شوہر سو رہا تھا۔ اس ڈر سے کہ شوہر کی آنکھ نہ کھل جائے تارا نے سب کچھ برداشت کیا اور وجے سے یہ وعدہ بھی کر لیا کہ وہ کسی روز اُسے گھر سے باہر ملے گی۔ آخر وہ دن بھی آگیا۔ ماسٹر ریاض کو کسی کام سے لاہور جانا پڑا۔ اس کی روانگی سے صرف ایک رات پہلے وجے پھر دیوار پھاند کر ماسٹر ریاض کے گھر آیا۔ تارا نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ کل نو بجے کے لگ بھگ اُسے امرتسر کے بس اڈے پر ملے گی۔ اگلے روز وہ وجے سے ملنے روانہ ہوئی۔ اس ملاقات کے لیے اُس نے خود کو بنایا سنوارا تھا لیکن اس کے علاوہ بھی ایک تیاری کی تھی۔ زہر کی وہ پڑیا جو وہ اکثر اپنے ''اندرونی لباس'' میں رکھتی تھی اُس روز بھی اس کے لباس میں تھی۔ (ماسٹر ریاض کا اندازہ غلط تھا کہ وہ سنکھیا ہے۔ یہ وہی زہر تھا جس کی نشاندہی پوسٹ مارٹم رپورٹ میں ہوئی تھی) یہ زہر تارا نے گنے کے اُس رس میں گھول دیا جو تھرماس میں بند وجے کی گاڑی میں پڑا تھا۔ اس رس کے چند گھونٹ وجے نے واپس ہوٹل میں جا کر لیے اور بعد میں تھرماس دھو کر اپنے سامان میں رکھ دیا۔ یہ تھرماس ہم نے دیکھی بھی تھی لیکن اُس وقت

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

سیارہ ڈائجسٹ کی ایک اور عظیم الشان ایمان افروز پیشکش

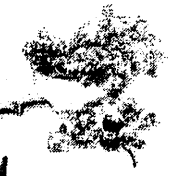

طبِ نبوی ﷺ نمبر

جسمانی اور روحانی امراض کا نبوی ﷺ طریق علاج

☆ رسول اکرم ﷺ نے حسب ضرورت خود بھی دوا استعمال فرمائی اور آپ ﷺ نے بعض بیماریوں کا علاج بھی تجویز فرمایا۔

☆ رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی غذائیں، مشروبات، پرہیز اور جڑی بوٹیاں۔

☆ دل کی بیماریوں، بخار، پیچش، قبض، آشوب چشم، پھوڑے پھنسیاں، درد سر اور شقیقہ، کھجلی اور بہت سی بیماریوں کا نبوی ﷺ طریقہ علاج۔

☆ مرگی، جادو، نظر بد، جلدی امراض، بے چینی، بے خوابی اور دیگر امراض کا روحانی علاج۔

سیارہ ڈائجسٹ 240 مین مارکیٹ ریواز گارڈن، لاہور
فون: 37245412

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہمارے ذہن میں نہیں آیا کہ یہ تھرماس اس کیس میں ایک اہم ثبوت کی حیثیت رکھتی ہے۔

.....دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو چکا تھا۔ یہ لڑکی جو ماسٹر ریاض کی خزاں رسیدہ زندگی میں بہار بن کر آئی ہے قاتلہ ثابت ہو چکی تھی۔ اُسے گرفتار کر کے حوالات میں پہنچانا اور کیے کی سزا دلانا میرا اوّلین فرض تھا۔ تھانے آ کر میں تادیر سوچ میں غرق رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح ماسٹر ریاض کے گھر جاؤں اور اُس سے کہوں کہ اُس کی بیوی وہ نہیں جو نظر آتی ہے..... اُسے معصومیت اور سادگی کا فریب دینے والی ایک 'قاتل اداکارہ' ہے اور میں اُسے قتل کے الزام میں گرفتار کرنے آیا ہوں۔

.....شام چار بجے تک مجھے اس کی گرفتاری کے لیے پہنچ جانا چاہیے تھا لیکن چھ بج چکے تھے اور میں الجھنوں میں جکڑا ہوا اپنی کرسی پر بیٹھا تھا۔ ہر بار جب میں اٹھنے کا ارادہ کرتا تھا ایک دیواری میرے سامنے آجاتی تھی۔ آخر میں نے ہمت کی اور دو ہیڈ کانسٹیبلوں اور ایک ہتھکڑی کے ساتھ تھانے سے نکل آیا۔ ابھی میں گلی میں ہی پہنچا تھا کہ بلال شاہ قریباً بھاگتا ہوا آیا۔ اُس کی پگڑی گلے میں پڑی تھی اور رنگ فق تھا۔ ''خان صاحب! ماسٹر کی گھر والی مر گئی'' اُس نے دھماکہ خیز انکشاف کیا۔ میں سکتے کی حالت میں کھڑا رہ گیا۔ بلال شاہ نے رندھی ہوئی آواز میں کہا'' اُسے بچہ ہونے والا تھا۔ آج صبح سویرے ماسٹر ریاض اُسے تحصیل ہسپتال لے کر گیا تھا سہ پہر ساڑھے تین بجے اُس نے دم دے دیئے''۔

میں نے کانسٹیبل بھگتو سنگھ کے ہاتھ میں جھولتی ہوئی ہتھکڑی کو دیکھا مجھے یوں لگا کہ یہ ہتھکڑی بے جان ہونے کے باوجود اپنے آپ سے شرمندہ ہے۔

.....تارا مر گئی۔ اُسے مسلمانوں کی طرح نہلا دھلا کر اور کفن میں لپیٹ کر اُس کے مُردہ بچے سمیت منوں مٹی کے نیچے دفن کر دیا گیا۔ اُس کے دادا مہیش راجپوری کو اُس کی موت کی خبر کر دی گئی تھی لیکن اُس نے اپنی لاڈلی پوتی سے کیا ہوا آخری وعدہ نبھایا۔ وہ پوتی کی آخری رسومات میں شریک نہیں ہوا۔ نہ ہی اُس نے اپنے داماد سے کسی طرح کا رابطہ کیا۔ جانڈی پورا میں میرے سوا کسی کو تارا کی کہانی کا علم نہیں تھا اور میں نے اپنے لبوں پر مہر لگالی۔ بلال شاہ کو میں پہلے ہی رازداری کا پابند کر چکا تھا۔ اب میں نے پٹواری اور اس کی بیٹی سیتا کو بھی پابند کر دیا کہ وہ تارا کے سلسلے میں اپنی زبان بالکل بند رکھیں۔ وہ زبان کھولتے تو خود بھی پھنستے تھے لہٰذا انہوں نے زبان بند کر لی..... میں نے وجے آنند قتل کیس کی فائل بند کر دی.....اور یوں ماسٹر ریاض سمیت کسی کو علم نہ ہو سکا کہ وجے کی موت کی ذمے دار تارا تھی۔ شاید کبھی نہ کبھی یہ بات ماسٹر ریاض کے سامنے کھل ہی جاتی لیکن کچھ عرصے بعد وہ خود ہی جانڈی پورا چھوڑ گیا۔ تارا کی یادیں سینے میں بسائے اُس کے غم آنکھوں میں چھپائے وہ ایک روز یوں سر جھکا کر گاؤں سے نکلا جیسے کہیں سے جنازہ نکلتا ہے۔ پھر جانڈی پورا میں کبھی کسی نے اُس کی صورت نہیں دیکھی۔ جاتے جاتے اُس نے اپنا سکول گاؤں کی پنچایت کے سپرد کر دیا تھا اور سکول کی پیشانی پر ایک سبز رنگ کا بورڈ لگوا دیا تھا۔ اُس پر لکھا تھا ''طاہرہ ہائی سکول''۔

ماسٹر ریاض کو ہوشیار چالاک اور پڑھی لکھی عورتوں سے نفرت تھی لیکن اس کی زندگی میں آنے والی واحد لڑکی ہوشیار بھی تھی' چالاک بھی تھی اور پڑھی لکھی بھی تھی۔ ماسٹر ریاض پھر بھی اس سے پیار کرنے پر..... اور ساری زندگی اس کی یاد میں آنسو بہانے پر مجبور ہوا۔ شاید یہی قدرت کی کاریگری ہے۔

.....❁.....❁.....

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

حق

عائشہ خان

''یہ لوگ ہماری خوشیاں چھیننا چاہتے ہیں..... ایسا کبھی نہیں ہوسکتا'' عاشی ان کی باتیں سن رہی تھی۔ اُسی وقت اُس نے منصوبہ بنایا اور وجاہت کو زور ڈالنے لگی ''میں اس گھر میں نہیں رہوں گی، مجھے علیحدہ گھر لے کر دو..... ویسے بھی ماں نے اپنی ساس کو نہیں رکھا تو میں کیوں رکھوں.....'' میاں بیوی میں تکرار جاری تھی۔

ایک عورت کی کہانی جس کو اپنے حقوق کا حصول بہت جدوجہد کرنا پڑا

دل کے ارمان وہ سارے کے سارے پورے کر لینا چاہتی تھی۔ بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ بھلا ترنم بیگم دو دو ہاتھ سے روپیہ کیوں نہ لوٹاتی۔ پہلے شوہر کا سارے کا سارا بزنس اس نے بیٹے کے حوالے کر دیا تھا۔ شوہر کی وفات کو چند مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ اس نے شوکت مرزا سے شادی رچالی اور عارضی طور پر بزنس کی دیکھ بھال اس کے ذمے لگا دی۔ شوکت مرزا حالات کا ستایا ہوا تھا۔ بیوہ ماں کی پرواہ نہ کی اور ترنم بیگم کے گھر سکونت پذیر ہوگیا..... کبھی کبھی بیوہ ماں کی یاد ستاتی تو بڑے بھائی کے گھر چلا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

جاتا چند روپے ماں کے ہاتھ میں تھما کے اپنے فرائض سے سبکدوش ہو جاتا۔

بہنوں اور بڑے بھائی نے گاہے بگاہے کہا کہ شوکت مرزا اماں کو کچھ دنوں کے لئے اپنے گھر لے جایا کرو..... مگر..... اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ ترنم بیگم ان کو اپنے گھر میں کبھی نہیں رکھیں گی۔ ترنم کے گھر کا عیش و آرام اس کو ترنم کی ہر بات ماننے کے لئے مجبور کر رہا تھا۔ ماں تھی، جو بڑی مشکلات اور غربت کی حالت میں دونوں بچوں کو پال رہی تھی ..... جونہی بڑے ہوئے تو دونوں نے اپنی مرضی سے شادیاں رچالیں۔

ایک شام لان میں بیٹھے ہوئے ترنم کے ساتھ چائے پی رہا تھا۔ پھولوں سے بھری ہوائیں سارے لان کو معطر کر رہی تھیں ..... سامنے بہتی آب شار ..... عجب سماں پیدا کر رہی تھی ..... یوں شوکت مرزا کو لگ رہا تھا جیسے مختلف ساز بج رہے ہوں ..... وہ دل ہی دل میں الفاظ ڈھونڈ رہا تھا کہ کس طرح ماں کے بارے میں بتائے کہ ہمارے بھی فرائض ہیں۔ ترنم نے اسے سوچتے دیکھا..... تو پوچھا۔

"کیا بات ہے شوکت لگتا ہے کہ تم کچھ کہنا چاہتے ہو" شوکت نے اُداس آنکھوں سے دیکھا..... اور کچھ بولنا چاہتا تھا مگر زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی ..... مگر ہمت کر کے اٹک اٹک کر بولا جیسے گہرے کنوئیں سے غوطے کھاتے ہوئے باہر نکلا ہو"..... وہ" پھر چپ ہو گیا۔

"بولو بھی" ترنم ایک لحاظ سے مطمئن تھی اسے شوکت جیسے غلام کی ضرورت تھی جو اس کے کاروبار کی صرف نگرانی کرے باقی سارا عمل دخل اس کا اپنا ہو۔ بیٹا پیدا ہوا پھر دو بیٹیاں بھی آ گئیں ..... دیکھتے ہی دیکھتے بچے جوان ہو گئے تھے۔ مگر شوکت مرزا کی ماں اس گھر میں داخل نہ ہو سکی۔ آج شوکت نے اس کا اچھا موڈ دیکھ کر کہا۔

"ترنم ..... میری ماں مجھے بہت یاد کرتی ہے..... اگر تم چاہو تو چند دن کے لئے میں اسے لے آؤں"

ترنم کو یوں لگا جیسے سانپ نے اُسے کاٹ لیا ہو۔

"کیا ..... کیا ..... دیکھو شوکت میں نے شادی کے وقت ہی تم سے وعدہ لے لیا تھا ..... کہ ماں تمہارے بڑے بھائی کے پاس رہے گی ..... ویسے ہی بوڑھی عورت ہے ..... رات بھر ہمارے گھر کھانستی ہی رہے گی ..... تم تو جانتے ہو ..... بوڑھے لوگوں کی کھانسی ..... رات بھر جاری رہتی ہے، میں سو نہیں سکوں گی ..... تم کبھی نہ کبھی جا کر مل آیا کرو ..... چاہو تو چند روپے بھی دے دیا کرو ..... پلیز یہاں مت لانا"

ماں کا تصور اس کے پورے وجود میں سنہری شعاؤں کے تیز دھارے کی طرح پھیل گیا ..... بچپن کی یادیں ..... اس کا لوریاں دے کر سُلانا ..... پیار سے لپٹنا ..... یاد آنے لگا۔

شام کا سناٹا دھیرے دھیرے گہرا ہوتا گیا ..... دفعتاً ہواؤں کے غمگین راگ سنائی دینے لگے۔ شام کی ہواؤں میں ابھی خنکی باقی تھی۔ ترنم چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے اپنا حکم صادر کر چکی تھی۔ آبشار کا پانی ..... گرتا ہوا اس کے من کو جل تھل کر رہا تھا۔ وہاں ..... غمگین راگ سنائی دے رہے تھے ..... وہ خاموشی سے وہاں سے اُٹھ گیا۔

تینوں بچوں کو اس نے اعلیٰ تعلیم دلوائی ..... جونہی اپنی تعلیم سے بیٹا فارغ ہوا تو اس نے سارا بزنس اس کو سونپ دیا ..... اور آج کل اس کی پسند

PakistanPoint www.pakistanipoint.com

سے شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں..... برسوں کے ارمان پورے ہو رہے تھے.....

ترنم نے دل کھول کر روپیہ خرچ کیا..... رشتہ داروں، دوست احباب سے سبقت لینے کے لئے اس نے کئی فنکشن کیے..... شوکت مرزا کی بہنوں اور بھائی کو نہ جانے کون سے دل کے ساتھ مدعو کر لیا..... اتنا پیسہ خرچ کیا۔ یہ بھی بھول گئی کہ دو بیٹیاں اس کی اور بھی ہیں ان کی اعلیٰ تعلیم سے ہی مطمئن ہوگئی تھی۔ بازار سے شاپنگ کر کے آئی ہی تھی کہ شوکت مرزا نے ڈھیر سارے پیکٹ اس کے ہاتھ میں دیکھ کر کہا۔

''روپیہ سوچ سمجھ کر خرچ کرو..... دو بیٹیوں کی شادی بھی کرنی ہے۔''

''تم نہ جانے کیوں جیلس ہو رہے ہو..... سب روپیہ میں خود خرچ کر رہی ہوں۔ کوئی امید تم سے نہیں ہے۔''

وہ باہر لان میں چلا گیا۔ اُسے اپنی ہستی بہت ہی لاچار محسوس ہو رہی تھی۔ آب شار کے تالاب میں ہواؤں کی وجہ سے پھول کی پتیاں پانی میں گر رہی تھیں..... اس کی حیثیت ایک غلام سے زیادہ نہیں تھی۔ پھر اچانک اس نے سرو کے درخت کے پیچھے ماں کی دو مسکراتی آنکھوں کو دیکھا..... چاند اپنے جوبن پر چمک رہا تھا۔ وہ اُٹھا..... اور درخت کے پاس چلا گیا..... اس کے تصور میں ایک چہرہ سامنے آ گیا تھا۔ گلابی دمکتا ہوا..... ماں کی آنکھوں میں کئی کہانیاں چھپی ہوئی تھیں..... دو آنسو اس کی آنکھوں میں سے بہہ نکلے..... جب وہاں کسی کو نہ پایا تو..... واپس اپنی جگہ پر آن بیٹھا۔ وقت اسی رفتار سے چلنے لگا..... اور شوکت مرزا کی ماں ایک مرتبہ بھی اس گھر میں قدم نہ رکھ سکی۔

وجاہت نے بزنس سنبھالا ہوا تھا اور اپنی بیوی کا اس قدر کہا مانتا تھا کہ ایسی کوئی مثال نہ ملتی تھی۔ بیوی کو بے حد چاہتا تھا جو بلاوجہ کہتی رہتی کہ اگر تم نے فلاں چیز نہ دلائی تو میکے چلی جاؤں گی۔ پسند کی شادی تھی..... وہ عاشی کی جائز اور ناجائز خواہش بھی پوری کرتا۔

وقت تیزی سے بھاگنے لگا..... وجاہت بھی تین بچوں کا باپ بن گیا..... اور دفتر کرسی پر بیٹھتے ہوئے روز بروز اپنی من مانی کرنے لگا۔

اب ترنم کو اپنی بیٹیوں کی شادی کی فکر تھی۔ مگر جو بھی رشتہ آتا وجاہت کو پسند نہ آتا..... لمبا چوڑا جہیز دینے کے لیے ان کی شادیاں رُکی ہوئی تھیں۔ ایک روز شوکت مرزا نے ترنم سے کہا۔

''یہی اعتبار مجھ پر کیا ہوتا تو آج اپنی بیٹیوں

کنجوس

ایک کنجوس آدمی جب گھر میں داخل ہوا تو کوشش کے باوجود اُسے کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی جس پر کنجوسی کا فتویٰ لگا سکتا۔ عادت سے مجبور تھا اس لیے بیوی سے بولا:

''بیگم اتنی فضول خرچی نہ کیا کرو۔ اب دیکھو، جب ایک چٹیا سے کام چل سکتا ہے تو پھر دو باندھنے کی کیا ضرورت ہے؟؟

وجہ

ایک شخص اپنے زخمی دوست کی عیادت کرنے ہسپتال پہنچا۔ اُس کی بُری حالت دیکھ کر بولا:

''یار کیا تمہارا ایکسیڈنٹ ہوا ہے؟''

دوست: نہیں یار! بس تمہاری بھابھی کو میرے فیس بک اکاؤنٹ کا پاس ورڈ پتا چل گیا تھا، پھر ہسپتال پہنچ کر ہی ہوش آیا ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کی شادیاں میں دھوم دھام سے کرتا..... مجھ سے زیادہ تم نے بیٹے کو ترجیح دی ہے..... اور وہ مالک بن بیٹھا ہے۔''

''اور اب بیوی پر لٹا رہا ہے۔'' ترنم کو بھی غلطی کا احساس ہونے لگا تھا۔

وہ دونوں بے خبر تھے کہ ایک طوفان اُن کے قریب ہی موجود ہے۔

''یہ لوگ ہم سے ہماری خوشیاں چھیننا چاہتے ہیں..... ایسا کبھی نہیں ہوسکتا'' عاشی ان کی باتیں سُن رہی تھی۔ اُسی وقت اُس نے منصوبہ بنایا اور وجاہت کو زور ڈالنے لگی ''میں اس گھر میں نہیں رہوں گی..... مجھے علیحدہ گھر لے کر دو..... ویسے بھی ماں نے اپنی ساس کو نہیں رکھا تو میں کیوں رکھوں.....'' میاں بیوی میں تکرار جاری تھی۔

گھر میں ہر وقت لڑائی جھگڑا رہنے لگا۔ تناؤ کے ماحول میں سب کی زندگی اجیرن ہوگئی تھی۔ آخر ایک روز ترنم نے اجازت دے دی..... اور بیٹا الگ گھر میں رہنے لگا۔

جب بھی والدہ کو لانے کے لیے کہتا تو عاشی یہی کہتی ہم خود مل آیا کریں گے۔

وجاہت کو عاشی کی یہ بات بھی من کو لگی..... اور وہ مصروفیات زندگی میں مگن رہا۔ کچھ عرصے کے بعد شوکت مرزا اس دنیا سے کوچ کر گئے..... ترنم بیٹیوں کی شادیوں کے لئے وجاہت سے جب بھی کہتی تو وہ یہی کہتا۔

''ماں اتنا سارا روپیہ بزنس سے نکالنا عقل مندی نہیں ہے' کچھ حالات بہتر ہو جائیں تو ان کی شادیاں کر دیں گے۔'' اسی کش مکش میں ان لڑکیوں کی عمر نکل گئی..... سر پر چاندی کی تاریں چمکنے لگیں..... اور ترنم دھیرے دھیرے بیمار رہنے لگی شدید کھانسی کا شکار..... بیٹیاں ماں کی دلجوئی کرتیں اور پھر ترنم نے مجبوراً متوسط گھرانے میں ان کی شادیاں کر دیں..... مگر وہ لوگ اپنے گھروں میں لمبا چوڑا جہیز نہ پا کر ان سے بہت بُرا سلوک کرنے لگے۔

ترنم اکیلے گھر میں کھانستی رہتی ..... ایک روز ماں کو تنہا تڑپتے دیکھ کر وجاہت نے نوکرانی کا بندوبست کر دیا لیکن وہ جب بھی وجاہت کے گھر میں رہنے کا مطالبہ کرتی تو وجاہت ٹال دیتا۔ ایک روز اس نے ترنم سے کہہ دیا:

''ماں میں بہت مجبور ہوں ..... آپ کھانستی ہیں..... اور عاشی کو کھانسی سے چڑ ہے..... میں آتا رہوں گا..... ہر حقوق پورے کروں گا۔ میں..... اس عمر میں اپنا گھر خراب نہیں کرسکتا۔'' اور وہ چلا گیا۔

شہر خموشاں کا اندھیرا بھیگی ہوا میں سائیں سائیں کر رہا تھا۔ شہر نیلگوں اندھیروں میں دُور بہت دُور ترنم کو اپنی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہی آواز جو شوکت مرزا کو اکثر بے چین کرتی تھی۔ مجھے بوڑھوں کی کھانسی سے رات بھر نیند نہیں آتی..... اور بہتر یہی ہے کہ تم جا کر مل آیا کرو..... کھڑکی سے جھانکا تو اُداس چاند آسمان پر چمک رہا تھا ..... کھانسی کا دورہ پڑا تو تازہ ہوا میں سانس لینے کے لئے باہر چلی گئی ..... سیڑھیوں پر بیٹھ کر گزرے وقت کو یاد کرنے لگی..... زندگی ایک خواب کی مانند لگ رہی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی مکافاتِ عمل اسی دنیا میں ہی شروع ہو جاتا ہے..... اور اس کی گالوں پر دو آنسو ڈھلک پڑے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

حامد مشہود

لیجئے 73 سال کا قصہ تمام ہوا

تہتر سالہ جشنِ آزادی پر ایک مہیب اندھیرے کے بھی مالک ہیں۔ اندرونی و بیرونی خلفشار ہمارے درپے ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کہ بروقت سرکاری کارروائی اور دل چسپی کئی اہم معاملات میں صفر اور مایوس کن رہی مگر من حیث القوم بھی ہم کیا بنے؟؟ ہمیں جلد از جلد نشاۃ ثانیہ کی ضرورت ہے۔

قیامِ پاکستان سے اب تک کے حالات کا احاطہ کرتی جامع تحریر

لیجئے 73 سال کا قصہ تمام ہوا.....

مکرم قارئین! 73 سال کم نہیں ہوتے۔ 73 سال کے دوران ایک ہی لڑی میں چار نسلیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ اور یوں ہم اپنی آزادی کی سلور، روبی، گولڈن، ڈائمنڈ، سفائر جوبلی اور پلاٹینم جوبلی گزار کے، صدی کے قریب آگئے ہیں اور ایک صدی بھی یوں ہی چپکے سے بیت جائے گی۔ صدی میں تو ابھی 27 برس باقی ہیں۔ ہم فی الحال ان 73 سالوں کی ہی بات کرلیتے ہیں جو ادوار ابتلا سے اَٹے پڑے ہیں۔

یہ واضح رہے کہ مُلک صرف ایک فرد، ایک اِدارے یا ایک سرکار سے نہیں چلتے۔ ہر

فرد، ہر ادارہ اور ہر سرکار اس کی اکائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ سطور ہم سب کا احاطہ کریں گی اور ہمیں صدقِ دِل سے اپنا محاسبہ کرنا ہوگا ورنہ اپنی مدح سرائی کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ ایک طائرانہ جائزہ ہے ورنہ اس مدت کا عمیق مطالعہ کرنے کے لیے اس رسالے کے صفحات کم پڑ جائیں گے۔

یہ مُلک دُنیا کے سب سے زیادہ مصلح مذہب اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ مگر اقرار کیا جاتا ہے کہ متحدہ ہند کی ناانصافی پر مبنی تقسیم قبول کی گئی اور ایک بہت ہی بڑی نقل مکانی نے جنم لیا..... جس کے دل دوز جرائم کے اثرات اب تک قائم ہیں۔ اس سے مُلک مالی طور پر بھی بہت متاثر ہوا۔ صحافی اور مصنف سید حسن ریاض اپنی معروف تصنیف ''پاکستان ناگزیر تھا'' میں درج کرتے ہیں کہ ریاست کشمیر میں اسّی فی صد آبادی مسلم تھی۔ کشمیر کا ہند سے الحاق کرنے کے لیے مشرقی پنجاب کی ایک طویل پٹی بھارت کو دے دی گئی۔ جس سے بہت بڑی اور اذیت رساں نقل مکانی کا وقوع ہوا۔

تسلیم کہ آزادی کے وقت ہمارے پاس قومی وسائل بہت ہی کم تھے۔ قطع نظر کھانڈ کے کارخانوں اور فوجی اسلحہ کی کمی کے، ہمارے پاس منصوبہ بندی بھی کوئی نہ تھی۔ ہماری تحریکِ آزادی کی بالائی جماعت کے مشائخ میں علما و فضلا کی بھاری اکثریت تھی: نواب خواجہ سلیم اللہ، فضل الحق، سہروردی، سر فیروز خان نون، خواجہ ناظم الدین، خلیق الزمان، لیاقت علی خان، محمد علی بوگرہ، جناح، رحمت علی، جوہر، سر ظفراللہ خان اور سر آغا خان سوم نیز سر اقبال وغیرہ..... ان میں متعدد اصحاب انگلستان سے سند یافتہ تھے مگر چالیس سال میں کوئی ایک ورق منصوبہ بندی اور آئین کا نہ لکھا گیا تھا۔ سارے خواب خام و خیالی ہی تھے۔ پھر 1949ء میں قراردادِ مقاصد پیش کر کے اِتمامِ حُجت کی گئی۔ کس قدر عجیب بات ہے؟؟؟؟

مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان: مُلک کے یہ دونوں حصے ایک دُوسرے سے بہت دُور تھے۔ اور ان اُمور پر، ایک دانش ور ممتاز کھگا نے اپنے انٹرویو میں، مجھے کہا تھا...... ''دونوں حصوں کے بیچ، دُشمن مُلک حائل تھا اور ہمارے زمینی، فضائی اور بحری راستے بھارتی حدود کے محتاج تھے۔ بنگال کا ایک بہت بڑا طبقہ ہمارے ساتھ رہنے کو راضی نہ تھا۔''

اور ہمیں پہلے دِن سے ہی بنگال اور بنگالی کو برابر کا حِصہ دینا چاہیے تھا۔ مانا کہ جناح صاحب نے ڈھاکا جا کر اُردُو کا جو اِعلان کیا تھا، وہ غلط تھا، بنگالی کے ساتھ اُردُو کو رکھا جاتا۔ پھر 1956ء میں بنگالی کو اُردُو کے برابر قومی درجہ دیا گیا۔ تب تک کیا کچھ نہ ہو چکا تھا۔ سقوطِ بنگال کے موضوع پر محی الدین نواب کا مؤقر ناول 'جُرمِ وفا' جب تصویر کے دونوں رُخ دِکھاتا ہے تو اُن پچاس افراد کا ذِکر کرنا نہیں بھولتا جو بنگلا بھاشا کے حق میں مظاہرہ کرنے پر فائرنگ سے مار دیے گئے تھے اور بنگالیوں نے ان سب کا ایک علیحدہ قبرستان بنایا تھا۔ ناول میں ہم اُس عورت کے بیٹے کا کردار بھی دیکھ سکتے ہیں جو اُردُو سے بے پناہ نفرت کرتا ہے کہ اُس کی ماں اس مظاہرے میں ماری گئی تھی۔ کیا ایسے اور کردار وہاں اور نہ ہوں گے؟

اب ہم انٹرنیٹ سے ڈھاکا میڈیکل کالج کے قرب میں موجود اس ''شہید مینار'' کا جائزہ لے سکتے ہیں، جس پر مرنے والوں کے نام کندہ ہیں۔ یہ پہلے بھی موجود تھا مگر 72ء میں، نفرت کے تحت پھر اسے مزین و تعمیر کیا گیا۔

لیکن اس کے بعد دیگر اُمور میں مغربی پاکستان

کی قیادت نے دونوں حصوں میں عدم اِنصاف بھی روا رکھا۔شہاب نامہ میں قدرت اللہ شہاب نے ذکر کیا ہے کہ جب ہمارے ایوان اور ایوان کی رہائش گاہوں کے لیے، باہر سے قیمتی فلش اور کموڈ منگوائے گئے تو مشرقی پاکستان کے ایوان کے متعلق کہا گیا کہ جنگل پانی کے لیے، دھان کی فصل اور کیلے کے درختوں کی اوٹ ہی اُن کے لیے کافی ہے۔مکرم قارئین! اسی طرح قحطِ بنگال کی مدد سے ''بھوکے بنگالی'' جیسی ایک تضحیک آمیز اِصطلاح بھی گڑھ لی گئی تھی۔

ہمارا ایک طبقہ اُن کے رنگ و رُوپ کا مذاق اُڑاتا رہا......اُردو کا ایک شعر ہے کہ بنگال میں وہ حسین کہلاتا ہے جو میت کے کنویں کا بوکا ہوتا ہے۔اسی سے ہی اِس طبقے میں موجود تکبر ظاہر ہے جب کہ میرا رنگ نہ میرے اِختیار میں ہے اور نہ آپ کے پاس اپنا کوئی جواز ہے۔بھارت تو پہلے ہی تاک میں تھا،اُس نے نفرت کا لاوا دہکتے ہی مکتی باہنی بنانے میں بنگالیوں کی بھرپور مدد کی۔تربیت،اسلحہ اور پیسا،پروپیگنڈا اور شرارت......قصہ مختصر کسی شے کی کمی نہیں رہنے دی۔

کئی عوامل سے حالات ایسے بگڑے کہ تب ہماری مسلح افواج کو بنگالی باغیوں کی یورش دبانے کے لیے آگے آنا پڑا۔یہیں ایک مسئلہ بن گیا۔گیہوں کے ساتھ گھن کچھ زیادہ ہی پس گیا۔چہار دانگ عالم میں ہم لہو بہانے پر بدنام ہوئے۔وہاں بغاوت نے اور سر اُٹھایا۔

آپ آج ہی اِنٹرنیٹ کے معروف سرچ انجن گوگل پر لکھ دیں، بُچر آف بنگال (بنگال کا قصائی)......وہ جرنیل ٹکا خان کی معلومات پیش کر دے گا۔سرچ لائٹ آپریشن میں کیا ہوا تھا؟میدانِ جنگ سے فرار پر اِسلام سزائے موت تجویز کرتا ہے مگر جرنیل نیازی نے ہتھیار پھینکے،اپنے ساتھ بانوے ہزار فوجیوں کو بھارت کا جنگی قیدی بنایا اور صاحب ہنستے مسکراتے واپس آئے؟؟اس سارے سانحے کے وقت،ہمارے ملٹری کمانڈر،چیف آف آرمی سٹاف جرنیل یحییٰ خان ان احکامات میں شریک مگر شراب اور عورت میں اتنا غفیل تھے!

بھٹو نے مجیب الرحمان کے ووٹ بنک کو کیوں جھٹلایا تھا؟ بھٹو نے اُدھر تُم،اِدھر ہم کا نعرہ کس مذموم مقصد کے تحت بُلند کیا تھا؟......بلکہ بھٹو نے پاکستان پیپلز پارٹی کی حمایت پر ٹکا خان کو چیف آف آرمی سٹاف بنائے رکھا......بے نظیر بھٹو نے بعد ازاں ٹکا خاں کو گورنر پنجاب مقرر کیا تھا۔عدلیہ نے بالکل چپ سادھ لی۔ان جرائم پر عسکری اور سیاسی قیادت کو کیا سزائیں دی گئیں؟؟ایک نسل تو حمود الرحمان کمیشن رپورٹ کے اِنتظار میں ہی کوچ کر گئی۔

محی الدین نواب کا تاریخی ناول ''جُرمِ وفا'' اس سقوط کے بڑے ذمہ دار ان پانچ افراد کو ٹھہراتا ہے، جس سے ہم انکار نہیں کر سکتے۔اُن کا کہنا ہے، اس فہرست میں سے پہلے تین افراد غیر فطری موت مرے: بھٹو، مجیب الرحمان اور اندرا گاندھی...... جرنیل یحییٰ اور جرنیل نیازی۔

آخر کار دسمبر 71ء میں ملک بٹ گیا اور ہماری معیشت کو شدید دھچکا لگا۔بنگال لکڑی، کیلا، انناس، پٹ سن، چاول، مچھلی، جھینگا، سنگھاڑا، بانس، چائے، چمڑا، قیمتی بوٹیوں اور معدنیات کا خزانہ تھا۔جن میں سیل گیس، لائم سٹون اور کوئلہ کا نام تو سب سے پہلے اور واضح طور پر لے سکتے ہیں۔بنگال بید کا بھی گڑھ ہے، یا بڑے دریا کنارے اُگنے والی وہ بڑی بڑی گھاس ہوتی ہے جس سے رسیاں اور دریاں بنتے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہیں۔ بڑوں سے سُنا ہے کہ تب ہم دیا سلائی سازی میں بالکل بھی خود کفیل نہ تھے اور بنگال سے یہ مضمون آنا بند ہوگیا۔ کئی سال تک پاکستان ماچس باکس یورپی اور دیگر ممالک سے برآمد کرتا رہا۔ اس سانحے کے بعد کئی کاریگر بستیاں دوبارہ ہمارے بازار سے ختم ہو گئیں۔

بنگال فن کا گھر تھا... ہماری فلمی صنعت محدود ہوگئی اور نمائش کے لیے تیس فی صد سکرینیں کم پڑ گئیں۔ اگلے مرحلے میں، وی سی آر آیا اور بھارتی فلم نے غلبہ پالیا۔ تب ہمارا فلمی زوال شروع ہوا جس کی نوبت اب غنڈی رن اور کھوتے خیرا تک آپہنچی ہے۔ فلم تفریح ہی نہیں، ایک ذریعہ تعلیم بھی ہے۔ ہم فلم سے اپنا نظریاتی ابلاغ کر ہی نہیں رہے اور نہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ بھارت کی ایک فلم سے اس کا نکتۂ نظر ہمارے ملک کے کچے اذہان میں بھی زہر گھول سکتا ہے کیوں کہ ہمارے ہاں وہ فلم وسیع پیمانے پر دیکھی جارہی ہے۔

سب سے بڑی بات کہ ہم نے اپنا ایک مکمل بازو کھو دیا، اپنا نظریۂ پاکستان کم زور کیا۔

حاکمیت کے ادوار کے لحاظ سے ہم اپنی تاریخ دیکھیں تو 47ء میں دُنیا کی دو سُپر پاورز رُوس اور امریکا آمنے سامنے تھیں۔ ہم نے امریکا کا اِنتخاب کیا اور بھارت نے رُوس چُن لیا۔ اس کے بعد جناح صاحب کی زندگی نے وفا نہ کی۔ پھر جلد ہی مارشل لاء نے اپنا چہرہ دِکھایا۔ خامیوں کے ساتھ جنرل محمد ایوب خان کے دور میں کچھ خُوبیاں بھی تھیں۔ کوئی وجہ تھی تو خائن رات کو کچرا گھر میں ملاوٹ کی گئی۔ اجناس پھینک جاتے تھے اور حرام خوروں نے اپنی جان بچانے کے لیے سونے کی تھیلیاں سمندر بُرد کر دیں۔ ایوب نے سن 65ء کی جنگ میں بھارت کے سامنے، نامساعد وسائل کے باوجود بہترین کمانڈ سے ان کے دانت کھٹے کیے۔ ہم اس دور میں بھی امریکا کے زیرِ نگیں تھے۔ جنرل ایوب نے اس امریکی بالادستی سے کراہت کا اِظہار ایک کتاب "فرینڈز ناٹ ماسٹرز" لکھ کر کیا ہے جس کا اُردُو ترجمہ معروف افسانہ نگار غُلام عباس نے "جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی" کے نام سے کیا اور آکسفورڈ پریس پاکستان نے شائع کیا۔ کتاب کا عنوان ہی اس کی طرز و نوعیت کا مظہر ہے۔

پھر فطین بھٹو نے اسی ایوبی دور میں سیاسی رکاب پر پاؤں رکھا اور وزارتِ عظمیٰ تک کی دوڑ مکمل کی۔ مُلک توڑنے میں ان کے کارنامے شامل ہیں۔ اس کے بعد اپنی حکومت بچانے اور دوام حاصل کرنے کے لیے، بھٹو نے ہر ممکن اقدام اُٹھایا۔ مفلسوں کے اندر اپنا سوشلسٹ نعرہ "روٹی، کپڑا اور مکان" گھول کے اپنی جائیداد بچائی جو ہزار ہا کھیتوں پر مبنی ہے۔ تاہم دوسروں کی جائیداد مُلکی مفاد میں "قومیانہ" کی آڑ میں ہتھیا لی گئی۔ یہ بہت بڑا مضمون ہے۔ اس ضمن میں زبردست اصنعات کا بیڑا غرق بھی کیا گیا۔ البتہ بھٹو نے اپنے گروہ کی جائیداد بچائے رکھی۔ اپنے کوئی دو ہزار کھیت وہ غریب ہاریوں میں بانٹ دیتے تو ہم انہیں بورژوائیت کے خلاف سچا اِنقلابی مان لیتے۔

یہ ایک آزاد خیال دور تھا۔ شراب اور طوائف پر پابندی نہ تھی۔ طوائفیں اپنے بالا خانے کے چھجے پر کھڑی ہوکر، گاہکوں کو اپنی قیمت بتا بتا کر آوازیں دیتی تھیں۔ فلمی سینسر بہت ہی نرم کر دیا گیا تھا۔ عصمت دری جیسے مکمل مناظر کو سین کی ڈیمانڈ کا نام دیا گیا۔ ننگی فلموں کی نمائش کے مراکز الگ سے تو قائم ہی تھے۔ بڑے بُوڑھے بتاتے ہیں کہ ان مراکز کے صحنوں میں، جن ریڑھیوں پر دہی بڑے اور

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

فروٹ چاٹ بکا کرتی تھی، ان پر بھی ننگی تصاویر اور اگلی فحاشی کے اشتہارات سرِعام آویزاں ہوتے تھے۔ کئی سینما گھر اُردو اور پنجابی فلموں کے درمیان میں، اچانک مختصر جنسی فلمیں بھی دکھاتے تھے تاکہ اگلا ہفتہ کھڑکی توڑ رش رہے۔

البتہ روٹی، کپڑا اور مکان میں چند اقدامات کیے گئے۔ سرکاری سطح پر، کپڑا تیار کیا گیا اور سستا فروخت ہوا۔ کپڑوں کے رنگ برنگ تنوع میں یہ کام یاب نہ رہا۔ متعدد کچی آبادیوں کو مالکانہ حقوق بھی ملے۔ بھٹو کا رُجحان امریکا سے ہٹ کر، رُوس کی طرف بھی تھا۔ پس رُوسی مشینری پر مشتمل پاکستان روٹی کارپوریشن نے پکی پکائی روٹی پیش کی۔ مگر اس کارپوریشن پر خرچ بہت ہی زیادہ ہو رہا تھا۔ اسی دور میں، رُوس کے تعاون سے، کراچی کی ایک تاریخی مِل 'پاکستان سٹیل مِل' کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ اب بھی وہاں پندرہ سو رُوسی کام کرتے ہیں۔ بھٹو نے ایٹمی طاقت کے حصول کے لیے منصوبہ شروع کرایا۔

جمہوریت پسند بھٹو نے اپنے مخالفین قتل کرائے اور ایک وقت میں پولیس کو مظاہرے دبانے کے لیے فری ہینڈ بھی دیا گیا تھا۔

یوگوسلاویا کے رہ نما اور حکم ران مارشل ٹیٹو کا قول ہے کہ مارشل لاء جس ریاست میں ایک بار نافذ ہو جائے، وہاں بار بار نافذ ہوتا ہے۔ پس اس سے اگلا دور پھر جنرل ضیاء الحق کا تھا۔ اس دور کے آغاز میں، بھٹو کو قتل کی اِعانت کے جُرم میں پھانسی ہوئی۔ ضیاء الحق نے جماعتِ اِسلامی کے علاوہ تمام سیاسی جماعتوں اور طلبہ تنظیموں پر پابندی عائد کر دی۔ اس کے ساتھ ہی 25 دسمبر 1979ء کی رات تب افغانستان میں سوویت یونین کی فوج داخل ہوئی جب آدھی سے زیادہ دُنیا کرسمس کے کیکوں پر

منزل

لڑکا: میں پانچ سال کا ہوں اور تم؟

لڑکی: میں چار سال کی ہوں۔

لڑکا: تو پھر چلیں بائیک پر۔

لڑکی: شرماتے ہوئے: کہاں؟

لڑکا: پولیو کے قطرے پینے۔

(سائرہ ناز۔ گوجرانوالہ)

مے نوشی کے بعد دھت سوئی پڑی تھی۔ اس جنگ میں ہماری غلط حکمتِ عملی نے ہمارے لیے ایسے کانٹے بوئے جو آج بھی ہمارے لیے راہِ خارزار سجائے ہیں۔

ایک مُستند تاریخ کے مطابق، سوویت یونین نے افغانی سرکار کے ساتھ بڑے بڑے ترقیاتی منصوبوں پر کام کیا تھا اور رُوس نواز افغانیوں نے ہی رُوسی فوج کو دعوت دی تھی۔ رُوس تجارت کے لیے گرم پانیوں کی تلاش میں تھا، اُس کے سمندر سرما میں جم جاتے ہیں۔ ہم تب بھی اور اس۔ سے پہلے بھی گوادر سے سونا کما سکتے تھے مگر ہم امریکی دھڑے میں مست رہے۔ ہم نے کرتے کراتے سو جوتوں کے ساتھ سو پیاز بھی کھالیں، اس کی تفصیل رفتہ رفتہ دی جا رہی ہے۔

سعودی شہزادے نے پچھلے سالوں یہ راز افشا کر دیا ہے کہ امریکا نے اُن کی خطیر مالی مدد کی اور تاکید کی کہ مسلم دُنیا کے دینی مدارس و مساجد میں یہ رقوم بہم پہنچا کر یہ تعلیم عام کی جائے کہ رُوس کا کمیونزم سراسر کفر ہے..... اس کے خلاف جہاد کیا جائے۔

اور امریکا ہماری سرزمین سے افغانی گوریلوں کو اسلحہ، کمبل، گرم کپڑے، ادویہ اور پیسے مہیا کرتا رہا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

امریکی مدد سے وادی پنج شیر، قندھار اور کابل میں افغانی اور رُوسی خُون بہتا رہا۔ امریکا کے سینگر میزائیلوں سے بھاری بھرکم رُوسی ہیلی کوپٹرز مِسل مِی“ تباہ ہوتے رہے۔ آخرکار رُوس دس سال بعد ہزیمت اُٹھا کر واپس لوٹ گیا اور کمیونسٹ یونین کی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر گیارہ محکوم ریاستوں تاجکستان، بیلارُوس، سربیا اور بوسنیا وغیرہ نے بھی اِس سے رہائی پالی۔ یُوں رُوس اِقتصادی طور پر اور کم زور ہوا، بقاء کی خاطر اُس نے اپنا اسلحہ فروخت کیا اور دُنیا میں امریکا دندنانے لگا۔ گویا طاقت کا توازن خراب ہوگیا۔

ضیاء کے بعد صدر غُلام اسحاق نے منتخب حکومتیں گرانے کے لیے آئینِ پاکستان کے آرٹیکل 58 (b) 2- کا بار بار ایسا اِستعمال کیا کہ باقاعدہ مہارت حاصِل کی۔ آئے سال اربوں رُوپے کے خرچ سے اِنتخابات ہوتے رہے تاوقت یہ کہ جرنیل پرویز مشرف نے نواز شریف کو گرفتار کر کے تخت پر پاؤں دھر دیا۔ اُدھر سانحہ ٹائن الیون کے بعد، امریکا اور طالبان میں ٹھن گئی۔ یہ وہ ہی ”بے چارے اور مظلوم “مجاہدین تھے، جنھیں کبھی امریکا رُوس کے خلاف پالتا تھا۔ تب وہ قوی طالبان بن چکے تھے۔ یہاں جنرل مُشرف نے بھی وہ ہی تاریخی غلطی کی جو جنرل ضیاء نے 1979ء میں کی تھی۔ پاکستان نے پھر پرائی جنگ میں، اپنے اڈے امریکا کے حوالے کیے۔ امریکا نے ڈیزی کٹر بموں سے تورا بورا جیسے کئی علاقے نابُود کر ڈالے جو کنکریٹ میں بھی گہرائی تک تباہی مچاتے ہیں۔ طالبان بیس سال سے اب تک ہم پر اسی اِنتقام میں بارُودی حملے کر رہے ہیں کہ پاکستان نے قتال میں امریکا کا ساتھ دیا۔

اب امریکا ہم سے زیادہ بھارت کے قریب ہے جب کہ اُس کی محبت میں ہم نے اپنا نشیمن جلا ڈالا ہے۔ مالی بالادستی دُنیا کی ایک بہت بڑی حقیقت ہے۔ اسی لیے امریکی بالادستی چین بالکل قبول نہیں کرتا۔ امریکا نے پچھلے سال پابندی عائد کی کہ اِیران سے کوئی مُلک تیل نہیں خریدے گا، چین نے ببانگِ دُہل کہا، مگر ہم اِیران سے تیل خریدیں گے۔ ......اس کے پیچھے مالی طاقت کارفرما ہے۔ ہم امریکا کے مقروض ہیں، وہ ہم سے ”ڈُو مور“ کا تقاضا کرتا ہے۔ امریکا بلا مُبالغہ دُنیا کا امیر ترین مُلک ہے۔ ساری دُنیا ڈالر کی مقامی قیمت پر انحصار کرتی ہے۔ امریکا کے سامنے ہماری نااِتفاقی بھی رنگ لائی ہے۔ ایک دانش ور نے خُوب صورت بات کی کہ اگر امریکا ایک سو سال کے لیے سو جائے اور ہم دِن رات ایک کر دیں ......تب ہم اُس کے قریب پہنچیں گے، برابر نہیں۔

اور ہماری غربت کی کئی وجوہات بیان ہو چکی ہیں۔ فرض کریں پچاس سال پہلے ہی گوادر پر چین کے بیجنگ اور رُوس کے کریملن کی مدد سے جہازوں کے 120 برتھ تیار ہو جاتے تو دبئی کی بندرگاہ بھی ماند پڑ چکی ہوتی۔ مگر اب ہم تہتر سالہ جشنِ آزادی پر ایک مہیب اندھیرے کے بھی مالک ہیں۔ اندرونی اِنتشار اور بیرونی خلفشار ہمارے درپے ہے۔ اس بات سے اِنکار نہیں کہ بروقت سرکاری کارروائی اور دِل چسپی کئی اہم معاملات میں صفر اور بہت مایُوس کن رہی مگر من حیث القوم بھی ہم کیا بنے؟؟ کیا فوج اور کیا سیاست دان...... کیا عوام اور عدلیہ، ہمیں جلد از جلد نشاۃ ثانیہ کی ضرورت ہے کیوں کہ یہ مُلک دُنیا کے سب سے زیادہ مصلح مذہب اِسلام کے نام پر حاصِل کیا گیا تھا۔

دیکھو یہ میرے خواب تھے، دیکھو یہ میرے زخم ہیں
میں نے تو سب حِسابِ جاں برسرِ عام رکھ دیا

......❋......❋......

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اے وطن تو ہمیشہ سلامت رہے

فرحت قادر

اس سال یوم آزادی پر قوم [illegible] ہیروز کو سیلوٹ پیش کیا جائے جو کرونا وائرس کے جان لیوا خطر[illegible] جود بے خوف ہو کر ملک و قوم کی خدمت اور تحفظ کے لیے فرنٹ لائن پر جنگ لڑ رہے ہیں۔

ایک یادگار تحریر جس کی ہر سطر وطن سے محبت کے جذبے کی آئینہ دار ہے

قارئین کرام! ہم میں سے کون اس بات سے واقف نہیں کہ اگست کا مہینہ ہم پاکستانیوں کے لئے خصوصی اہمیت اور خوشی و مسرت کا حامل ہے۔ وہ اس لئے کہ ہماری یہ دھرتی 14 اگست 1947ء کو معرض وجود میں آئی اور اسے پاکستان کا نام دیا گیا۔

پاکستان کا قیام برصغیر بلکہ عالم اسلام کی تاریخ کا سنہرا باب ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کی امیدوں اور تمناؤں کا مرکز ہے۔ یہ ایک نظریاتی ملک ہے اور اسلامی ریاست ہے اس کی بنیاد اسلامی نظریۂ حیات ہے۔ دراصل پاکستان عالم اسلام کے لئے اور

برصغیر کے مسلمانوں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے۔ پاکستانی اپنے ملک میں اور دنیا میں جہاں کہیں بھی روزگار کے سلسلہ میں نقل مکانی کر کے رہائش پذیر ہیں 14 اگست کو ہر سال یوم آزادی کے نام سے مناتے ہیں۔

ہر طرف جشن کا سماں ہوتا ہے۔ تاریخ پاکستان کے حوالے سے تقریری مقابلے، بیت بازی اور قومی ترانے جیسے پروگرامز تشکیل دیئے جاتے ہیں جن کا انعقاد سرکاری و غیر سرکاری سطح پر ہوتا ہے۔ گھروں، بازاروں، سرکاری اور غیر سرکاری عمارات پر پاکستانی جھنڈے لہراتے دکھائی دیتے ہیں۔ رات کو چراغاں سے بڑا ہی خوبصورت سماں ہوتا ہے۔ بچے بڑے بوڑھے سب اپنے اپنے سینے پر بھی جھنڈا سجاتے ہیں اور بڑے مسرور شاداں دکھائی دیتے ہیں۔ محب وطن پاکستانیوں کو انعامات ایوارڈز، تعریفی سرٹیفکیٹ اور تمغہ جات سے نوازا جاتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں مٹھائی بھی تقسیم کی جاتی ہے۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ محمد اقبال کے مقبروں پر حاضری دی جاتی ہے۔ وہاں پر تعینات افواج کی ڈیوٹی بدلی جاتی ہے اعلیٰ سطح کا حکومتی عہدیدار اپنی ٹیم کے ساتھ خود مزار پر حاضری دیتا ہے اور فاتحہ خوانی کے ساتھ ساتھ مزار پر پھولوں کی چادر بھی چڑھائی جاتی ہے تعلیمی اداروں میں بھی ہفتوں پہلے تجربہ کار اساتذہ کی زیرنگرانی طلباء و طالبات کو باقاعدہ تیاری کروائی جاتی ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی پر بھی بہت خوبصورت پروگرام بشمول قومی ترانے، تاریخی ڈرامے و مشاعرے پیش کئے جاتے ہیں۔

بہت سے ہم وطن پاکستانیوں کو اس بات پر فخر محسوس کرتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے پایا کہ ان کا جنم ایک آزاد مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہوا یہ احساس ان میں غیر ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے مظالم اور ناروا سلوک کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

خوش قسمتی سے راقم الحروف کا شمار بھی مذکورہ شاکر و فاخر افراد میں ہوتا ہے۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ میرا اور میرے دیس پاکستان کا بچپن ایک ساتھ گزرا۔ اگر میں اپنے آپ کو اپنے دیس کی ہمجولیوں میں شمار کروں تو بے جا نہ ہوگا۔ ایسا بیان کرنے کا مطلب قارئین کو یہ بتانا ہے کہ چونکہ ہمجولیاں ایک دوسرے کا حال خوب جانتی ہیں اگر یہ کہوں کہ اس کی اوائل العمری سے اس کا حال جانتی ہوں تو بھی غلط نہ ہوگا۔ سب سے پہلے پاکستانیوں کو جو بہت بڑا دھچکا لگا وہ قیام پاکستان کے تھوڑی مدت کے بعد ہی قائداعظم محمد علی جناح کا انتقال تھا۔

پاکستان وجود میں آنے کے سبب ہندو سکھ اور مسلمانوں کو اپنے اپنے علاقوں کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ نقل مکانی کے دوران قتل و غارت، اغوا، عورتوں اور بچیوں کے ساتھ زیادتی مال اسباب کی لوٹ مار جیسے واقعات کثرت سے پیش آئے۔ ایک طویل مدت تک پاکستان میں ہندوستان سے آئے ہوئے مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ درپیش رہا۔ ملک میں وسائل کی بہت زیادہ کمی تھی اور معیشت کمزور تھی دشمن ملک ہندوستان کی طرف سے حملے کے امکانات بھی بہت زیادہ تھے جس کی وجہ سے کثرت سے بلیک آؤٹ کی مشقیں کی جاتیں ہمارے پڑھے لکھے بوڑھے اور جوان بے لوث رضاکارانہ ڈیوٹیاں سرانجام دیتے۔ عوام بھی بھرپور تعاون کرتے۔ کیا مجال کہ کسی کے گھر سے کوئی آواز

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

سننے میں آئے یا روشنی دکھائی دے یا کوئی رضا کار اپنے گھر میں کسی دکھ بیماری کا بہانہ کر کے رضا کارانہ ڈیوٹی سے فرار حاصل کرے۔

مجھے یاد ہے ایک رات بلیک آؤٹ کے موقع پر میرے کان میں شدید درد تھا۔ گو میرے والد مرحوم اپنی اولاد کے لئے انتہائی شفیق تھے مگر انہوں نے میری تکلیف کو پس پشت ڈالتے ہوئے میرے جوان بھائیوں کے ساتھ رضا کارانہ ڈیوٹی دی۔ جیسا کہ میں نے گزشتہ پیراگراف میں تحریر کیا ہے کہ ملکی وسائل کی شدید کمی تھی۔ لوگ لالچی اور حریص بالکل نہ تھے۔ اپنی چادر کے اندر رہ کر انہیں بخوبی جینا آتا تھا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ گھر کا باورچی خانہ چلانے کے لئے اپنے افراد خانہ کے حساب سے راشن خریدنا ہے یا اپنے مالی وسائل کے مطابق۔ یقیناً ہمارے وسائل کے مطابق ہی ہر گھر کا بجٹ ہوتا۔ سرکاری اداروں کی تعداد بہت کم تھی اور کام کرنے کے لئے ملازمین کا فقدان، تعلیمی ادارے، اساتذہ، طبی عملہ و ہسپتال بلحاظ آبادی نہ ہونے کے برابر۔ ہر محلے میں مہاجرین کی آبادکاری کی وجہ سے گو آپس میں کچھ زیادہ شناسائی نہ تھی تب بھی سب ایک دوسرے کا بہت خیال رکھتے۔ ان کے دکھ درد میں کام آتے۔ ہمارے قومی شاعر علامہ محمد اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

اُس دور میں قومی یکجہتی کچھ ایسی ہی دکھائی دیتی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اقوالِ زریں

☆ مومن کے لئے ہر وہ دن عید ہے جس میں اس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔
☆ موت سے ڈرو کیونکہ موت ہی اصل زندگی ہے۔
☆ تین چیزیں انسان کو کھا جاتی ہیں۔ حسد، غرور اور حرص۔
☆ خواہشوں کی پیروی حق سے روک دیتی ہے اور اُمیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بھلا دیتا ہے۔
☆ فکر سے محروم قومیں بالآخر تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔
☆ عقل مند وہ ہے جو ہر حال میں سچ بولے۔
☆ آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے۔ کل حساب کا دن ہوگا لیکن عمل نہ ہو سکے گا۔
☆ جو اچھی بات سنو لکھ لو اور جو لکھو اس کو حفظ کر لو جو حفظ ہیں ان کو بیان کر دو۔
☆ جب بادشاہ کی صحبت میسر ہو تو اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو جس طرح عاقل عورت بے وقوف شوہر کو راضی کرتی ہے۔
☆ میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا ہے کہ گفتگو کرنے سے پہلے جس کی ہیبت مجھ پر چھا گئی ہو۔ البتہ اگر وہ شخص فصیح ہے تو میرے دل میں اس کی عظمت ہوتی ہے ورنہ وہ میری نظروں سے گر جاتا ہے۔
☆ تین کاموں سے کبھی حیاء نہ کرنی چاہیے۔ مہمان کی خدمت، باپ اور استاد کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا اور حق کی تلاش کرنا۔

تھی۔ بزرگوں کا احترام بلاتفریق رشتہ داری اور ذات پات و خاندان کیا جاتا۔ آپس میں بھائی چارہ اور ہمدردیاں دیکھ کر انصار مدینہ کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ حرص و ہوس سے میرا انتہائی سادہ لوح ہمارے ہم وطنوں کی دیانتداری کی زندہ مثال اس سے بڑی اور کیا ہوگی کہ غیر مسلموں کی نقل مکانی سے ہر علاقہ میں جو مکان بمعہ مال و اسباب مہاجرین کی آبادکاری کے لئے مقفل کیے گئے تھے اور گورنمنٹ نے چابیاں بھی اہل محلّہ کے بزرگوں کے حوالے کررکھی تھیں۔ کیا مجال کہ کسی کی رال ٹپکی ہو یا بددیانتی اور ہیرا پھیری کا دل میں خیال تک آیا ہو۔

گورنمنٹ نے حصول تعلیم کے لئے بڑی عمر یعنی بالغ لڑکے لڑکیوں کو مدارس میں لا بٹھایا تھا۔ میری اپنی جماعت میں چند ایسی خواتین کا داخلہ ہوا جو ہماری معلّمہ کی تقریباً ہم عمر ہی لگتی تھیں۔ ایسی خواتین تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ معلمات کی بہت اچھی مددگار بھی ثابت ہوئیں۔ خواتین کے باقاعدہ پردہ کرنے کا رواج تھا۔ خریداری کی جملہ ذمہ داریاں سربراہ خاندان پر تھیں۔ نہ صرف مشترکہ خاندانی نظام کا رواج تھا بلکہ مکانات کی قلت کی وجہ سے کہیں کہیں ایک ایک عمارت میں کئی کئی خاندان آباد تھے۔ صبح صادق سے پہلے ہی جاروب کش اپنی اپنی جائے ڈیوٹی پر آجاتے اور سورج طلوع ہونے تک پورا شہر صاف ستھرا دکھائی دیتا۔

اس زمانے میں گٹر سسٹم کے بجائے نالیوں کا رواج تھا۔ نالیوں کی صفائی کے لئے الگ جمعدار تعینات ہوتے اور ان کے ساتھ ماشکی بھی۔ ماشکی کا کام اپنے چمڑے کی مشک میں پانی بھر کے جمعدار کے ساتھ نالیوں میں پانی ڈالنا تھا۔ ہر شہری گورنمنٹ کے احکامات کی بجاآوری کو فرض عین سمجھتا۔ ہر محلّہ میں وہاں کے مکین بزرگ شہریوں میں سے چناؤ کرکے محلّہ کمیٹی ہوتی تھی جو تھانہ کچہری کے بجائے چھوٹے موٹے معاملات کا گھر کی دہلیز پر ہی فیصلہ کرلیتے اور محلے دار ان کے کیے ہوئے فیصلوں کو قبول کرتے۔ بڑے پیمانے پر چوری، لوٹ مار اور دھوکے بازی یا ہیرا پھیری کا رواج نہ تھا۔

ہر علاقہ میں رہنے والے محنت کش مثلاً دھوبی، نائی، مستری، ماچھی، بھٹیارے گھروں میں کام کرنے والی ماسیاں بہت ہی فرمانبردار اور دیانت داری سے کام کرنے والے ہوتے اور اہل محلّہ اور ان کے بچیاں بچے بھی ان کو ادب سے بلاتے اور ان کی عزت کرتے۔ تعلیم یافتہ لوگ اردگرد کے بچوں کو اکٹھا کرکے پڑھانے میں خوشی محسوس کرتے۔ اس کے بدلے میں فیس یا کسی قسم کے نذرانے یا تحائف وغیرہ کی توقع بالکل نہ کی جاتی۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحبان بیماروں کو مفت چیک کرتے۔ لوگ کتنی کتنی دُور پیدل سفر کرتے۔ دہشت گردی، ڈاکہ زنی یا قتل و غارت کا کوئی خوف نہ تھا۔ مہنگائی کا کوئی تصور نہیں تھا نہ ہی ناپ تول میں کمی کی شکایت تھی۔ نہ ہی بجلی کے غلط بل عوام کو موصول ہوتے۔

اللہ رب العزت کی خاص کرم نوازی اور ہمارے بزرگوں کی دعاؤں کے طفیل دھیرے دھیرے پاکستان میں ترقی کی قندیلیں روشن ہوتی دکھائی دینے لگیں۔ ہماری انڈسٹری نے بھی خوب ترقی کی۔ خوراک و زراعت میں بھی خود کفیل ہوئے۔ تعلیمی میدان میں بھی پاکستانی قوم اپنی ذہانت و محنت کے سبب کسی سے پیچھے نہ رہی۔ ہم لوگ فخر سے پاکستانی مصنوعات استعمال کرتے۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

یہاں کے باسی جب دیار غیر میں جاتے تو اپنے پیاروں کے لئے پاکستانی مصنوعات ہی بطور تحفہ لیکر جاتے۔ یہ سب بہت مضبوط اور پائیدار ہوتیں اور بہت پسند کی جاتیں۔

اس سال 2020ء ماہ اگست میں پاکستان کا 73 واں یوم آزادی منایا جارہا ہے۔ ایسے موقع پر ایک تو ہم عالمی سطح پر ایک ایسی وباء کا شکار ہوئے ہیں جسے کرونا وائرس کی وباء COVID-19 کا نام دیا گیا ہے۔ جس کا علاج امریکہ جیسا ترقی یافتہ ملک بھی نہ جان سکا نہ ہی کوئی علاج ابھی تک دریافت ہوسکا ہے۔ اس وباء سے محفوظ رہنے کے لئے عوام کو قرنطینہ' فاصلہ' آئسولیشن اور ماسک کی پابندی کی ہدایات کی گئیں۔ حکومت وقت اور میڈیا پوری قوم کے لئے بہت متفکر دکھائی دیئے۔ خود وزیراعظم جناب عمران خان نے بار بار میڈیا پر آکر نہ صرف عوام کی حوصلہ افزائی کی بلکہ ضروری مشورے بھی دیتے رہے۔ تعلیمی ادارے بند کردیئے گئے۔ لاک ڈاؤن کی وجہ سے پورے پاکستان میں مارکیٹیں بند ہوگئیں۔ لوگ قرنطینہ اور فاصلے کی وجہ سے اپنے گھروں میں مقید ہوگئے۔ عوام اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ کیسے کیسے لوگ اس وباء کا شکار ہوکر قرنطینہ میں گئے اور کون سی ہستیاں لقمہ اجل بنیں۔ ملازمین کو گھر پر رہ کر ہی بذریعہ انٹرنیٹ اپنے فرائض سرانجام دینے کو کہا گیا۔ بینکوں کے اوقات کار بھی مختصر کردیئے گئے اور کسٹمرز کے لئے فاصلہ' مصافحہ نہ کرنا اور ماسک کو ضروری قرار دیا گیا۔ ادھر ہمہ وقت پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا پر اس وباء سے بچاؤ کے طریقے بتانے سے کئی لوگ خوف و ہراس میں مبتلا ہوگئے ہیں اور کئی ڈیپریشن کا شکار ہیں۔

مرد حضرات کے گھر میں رہنے سے میاں بیوی کے جھگڑوں میں اضافہ ہوا ہے۔ بوجہ لاک ڈاؤن بے روزگاری میں بے پناہ اضافہ ہوچکا ہے۔ دیہاڑی داروں کے گھروں میں نوبت فاقوں تک آگئی ہے۔ بچے بچیوں میں مطالعے کا عدم رجحان ہے۔ اس بات کا قوی امکان ہے کہ تعلیم کے میدان میں ایک بہت بڑا خلاء پیدا ہوگا۔

پرائیویٹ ہسپتال اس قدر مہنگے ہیں کہ عام آدمی کا یہاں علاج ناممکن ہے۔ ملک دشمن عناصر کی سازشوں اور منصوبہ بندیوں اور دہشت گردی کے واقعات نے پہلے ہی پاکستانی عوام کو تشویش میں مبتلا کرکھا ہے۔ ایسے ایسے لٹیرے' غاصب' کرائے کے قاتل اور ڈکیت منظر عام پر آئے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ان عناصر نے پاکستان کی مضبوط بنیادوں کو کھوکھلا کردیا ہے۔ معیشت تباہ کردی ہے۔ انڈسٹری نہ ہونے کے برابر ہر چیز امپورٹ کی جارہی ہے۔ سبزی تک تو ہمارے دشمن ملک ہندوستان سے آتی ہے۔ آج دشمن سے دوستی دیدنی ہے۔ وہ جس مقصد کے لئے قائداعظم محمد علی جناح نے شب و روز کی انتھک جدوجہد سے پاکستان حاصل کیا تھا آج وہ سب چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔

اگر حکومت وقت اپنے دیس کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا چاہتی ہے اس کے لئے کوئی لائحہ عمل تیار کرتی ہے تو کچھ عناصر تعاون نہیں کرتے۔ جس کی زندہ مثال یہ ہے کہ گورنمنٹ کی تمام تر کوششوں کے باوجود مہنگائی عروج پر ہے۔ دکانداروں نے اپنی دکان کے آگے کئی کئی فٹ پر اپنا سامان سجا رکھا ہے جس سے تنہا' ضعیف العمر افراد اور باپردہ خواتین کا مارکیٹ میں جانا بہت مشکل ہے۔ ان کے بھتہ خور

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سر پرستوں کیخلاف قانونی کارروائی کرنا بہت ضروری ہے۔

کرونا وائرس کی وباء سے بچنے کے لئے انفرادی صفائی گھر کے اندر اور باہر صفائی ستھرائی کو بہت اہمیت دی جارہی ہے۔ میرے گھر کے عین سامنے واقع گراؤنڈ جو کہ PHA کے زیرِ تحت ہے گندگی اور غلاظت کی بہت بڑی مثال ہے۔ اعلیٰ حکام کو اپنی کارکردگی کی فرضی رپورٹ دینے والے یقیناً محبِ الوطن نہیں کہلا سکتے۔ مزید برآں ایسے عناصر انسانوں کی زندگیوں کے ساتھ کھلونوں کی طرح کھیل رہے ہیں۔ کوئی ہے جو ان کو خواب غفلت سے بیدار کر سکے۔ ان کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلائے۔ بڑے بڑے مگرمچھوں کو دیکھ کر غریب عوام کا مورال تباہ ہوگیا ہے۔ ان کا بھی دل چاہتا ہے کہ وہ لوٹ مار اور کرپشن، چوری، ڈاکہ زنی، ناجائز قبضوں سے اپنا معیارِ زندگی بہتر بنائیں۔ جب اور جیسے یہ موقع ملتا ہے خوب جی بھر کر یہ سب کر گزرتے ہیں کیونکہ ہمارے دیس میں حسب نسب ذات پات خاندان تعلیم یہ سب پیچھے رہ گئے ہیں صرف دولت ہی شناخت رہ گئی ہے اور دولت مند ہی عزت دار ہے۔

پہلے یہ واویلا تھا کہ نابالغ بچے رکشہ، چنگ چی، سکوٹر اور گاڑی لیکر نکلتے ہیں اور حادثات کا باعث بنتے ہیں۔ اب تو پائلٹ حضرات کی بھی جعلی ڈگریاں اور لائسنس سننے میں آرہے ہیں واللہ اعلم۔ بوجہ پب جی گیم بچوں کا خودکشی کرنا، پورنوگرافی، بچے بچیوں کا اغوا اور خرید و فروخت، پبلک مقامات پر خواتین سے بداخلاقی سے پیش آنا، عدم تحفظ، محرومی اور بے سکونی کے احساس نے ہر ایک کو پریشان کر رکھا ہے۔ اس سال آٹا، چینی کا اتنا بڑا اسکینڈل منظر عام پر آیا ہے۔ تعلیمی گراف اپنے معیار سے کہیں نیچے چلا گیا ہے۔ ہماری نوجوان نسل تعلیم یافتہ او ہنرمند ہونے کے باوجود ملازمتوں کی منتظر ہے۔

ہر چینل پر دکھائے جانے والے گیم شوز پر مبنی فراڈ کی پشت پناہی کون کر رہا ہے؟ کیا میں اور قارئین سب مل کر بیک آواز یہ نہیں کہہ سکتے کہ اے پاکستانی قوم کے نوجوانوں اس سال 14 اگست 2020ء یوم آزادی کے دن اپنے پیارے قائد، قائداعظم محمد علی جناحؒ کے سامنے شرمندہ ہونے کے ساتھ ساتھ سال 2020ء میں پاکستانی ڈاکٹرز، نرسز، طبی عملے اور پولیس کے کارنامے بھی بتاؤ جو حالات کی سختی کے باوجود وباء کیخلاف برسرِ پیکار ہیں۔ خوف قضا بھی جنہیں فرائض کی ادائیگی سے نہ روک سکا۔ ان کے ساتھ ساتھ ہمارے پولیس افسران اور ملازمین کی کاوشیں بھی قابلِ ستائش ہیں اور حکومت وقت کہ جس نے عوام کو مفید معلومات بروقت فراہم کر کے عوام کو ایک بڑی آفت سے حتی الامکان بچانے کی کوشش کی ہے۔ اور عوام جنہوں نے ماہرین کے بتائے ہوئے مشوروں پر عمل کر کے اپنے آپ کو بچایا، اپنے ملک کو بچایا۔ کیوں نہ ہم ان سب کو سلیوٹ پیش کریں۔ یقیناً ہماری پوری قوم کرونا وائرس کی وباء سے نکلنے کے بعد اللہ رب العزت کا شکر بجا لائے گی اور پھر پورے جذبے کے ساتھ اپنے ملک کی تعمیر و ترقی میں از سرِ نو حصہ لیگی۔ انشاء اللہ اسے بہتر سے بہتر بنائے گی۔ اے وطن تو ہمیشہ سلامت رہے آمین۔ پاکستان زندہ باد۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

Pakistanipoint.com

الخدمت فاؤنڈیشن.....قربانی فی سبیل اللہ پراجیکٹ

عبدالشکور

عیدقربان حقیقی معنوں میں ایسے طبقے کیلئے خوشیوں کا پیغام لے کر آتا ہے جنہیں سارا سال گوشت میسر نہیں آتا۔ گزشتہ عید الاضحیٰ پر الخدمت فاؤنڈیشن نے 2823 جانور قربان کئے مجموعی طور پر 97 ہزار خاندان مستفید ہوئے۔ کورونا کے پیش نظر SOP's کی مکمل پابندی کو ممکن بنایا جارہا ہے۔

دنیا کے تمام تہواروں کی مشترک بات خوشی اور مسرت کا اظہار ہے۔ اسلام نے انسانی فطرت کے اس پہلو کو سامنے رکھ کر ملت اسلامیہ کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دو تہوار عطا کیے ہیں۔ دنیا بھر کے تہواروں میں خوشی کے حصول، کھیل کود اور عیش وعشرت کو اولیت دی جاتی ہے لیکن اس سب کے برعکس عیدین کے تہوار کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ انسانی زندگی کے بنیادی مقصد سے جوڑ دیا گیا ہے تاکہ اسے مناتے ہوئے ہم اس حقیقی خوشی سے ہمکنار ہوں جو بندوں کو اللہ کی مرضی کے آگے سر جھکانے سے حاصل ہوتی ہے۔ عید قرباں پر رسم قربانی جہاں رضائے الٰہی کے حصول کا موجب بنتی ہے وہیں پر اُن کروڑوں غریب اور مستحق افراد کے

لئے بھی مسرت کا باعث ثابت ہوتی ہے جو گوشت خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ قربانی فی سبیل اللہ کا مقصد نمود و نمائش کے بجائے خالصتاً اللہ کی رضا اور مستحقین کی مدد ہونا چاہئے اور یہی اس کی اصل روح ہے۔ صدقہ و خیرات کے لئے تو کوئی دن مقرر نہیں ہے لیکن اس کے لئے ایک خاص دن مقرر کیا گیا ہے جسے یوم النحر یا یوم الاضحیٰ کہا جاتا ہے۔

دین اسلام میں قربانی:

قربانی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور جلیل القدر نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور اسلام کے شعائر میں سے ایک ہے۔ اسلام کے نظامِ عبادت میں بہ ہر لحاظ قربانی کا وجود پایا جاتا ہے یعنی نماز اور روزہ انسانی ہمت اور طاقت کی قربانی ہیں، زکوٰۃ انسان کے مال و زر کی قربانی ہے، اسی طرح حج بیت اللہ بھی انسان کے استطاعت و ہمت اور مال و دولت کی قربانی ہے۔

قرآن و حدیث میں متعدد مقامات پر قربانی کی اہمیت و فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

''تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو''۔ (سورۃ الکوثر)

''اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کر دی ہے تاکہ وہ اللہ کا نام لیں، ان جانوروں پر جو ہم نے ان کو عطا کئے ہیں''۔ (سورۃ الحج)

حدیث مبارکہ میں ہے کہ: ''جس شخص نے استطاعت کے باوجود قربانی نہ کی وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ پھٹکے''۔ (سنن ابن ماجہ)

اسی طرح ایک حدیث شریف میں ہے کہ: ''جس نے خوشی اور اخلاص کے ساتھ قربانی کی وہ اس کے لیے جہنم سے آڑ اور رکاوٹ بن گئی''۔ (طبرانی)

''حضرت علیؓ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے ان قربانی کے جانوروں کے جھول اور ان کے چمڑے کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا جن کی قربانی میں نے کر دی تھی''۔ (صحیح بخاری)

موجودہ معاشی صورت حال اور قربانی:

ایسا ملک جہاں لوگوں کی اکثریت غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہو، ننھے ننھے کتنے ہی بچے بھوکے پیٹ سوتے ہوں وہاں اسلام کے اس فلسفۂ قربانی کو بہ آسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ اس موقع پر دنیا بھر میں بھائی چارے اور غریب نوازی کا فقید المثال مظاہرہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ وہ افراد جو سال بھر دو وقت کی روٹی کے لئے ترستے ہیں ان کو بھی اس مذہبی تہوار پر پیٹ بھر کر گوشت کھانا نصیب ہوتا ہے۔ یہ تہوار حقیقی معنوں میں ان پسے ہوئے افراد کے لئے خوشیوں کا پیغام لاتا ہے۔

انفرادی طور پر صاحبانِ استطاعت قربانی کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور اس کے گوشت کے تین حصوں کیے جاتے ہیں جس میں سے ایک غربا و مساکین کے لئے مختص کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے اب بھی ایسے بہت سے رفاہی ادارے موجود ہیں جو کسی بھی ذاتی مفاد کو پسِ پشت ڈالے خالصتاً رضائے الٰہی کے حصول کے لئے میدانِ عمل میں کوشاں ہیں۔ یہ ادارے بڑے پیمانے پر بہت منظم انداز میں قربانی فی سبیل اللہ کا اہتمام کرتے ہیں، انہی میں سے ایک ادارہ الخدمت فاؤنڈیشن ہے۔

الخدمت فاؤنڈیشن کا قربانی فی سبیل اللہ پراجیکٹ:

الخدمت فاؤنڈیشن پاکستان بلا تفریق رنگ و نسل، ذات پات اور مذہب کے غریب اور بے سہارا افراد کی خدمت کے لئے ہر دم مصروفِ عمل اداروں میں ایک نمایاں نام ہے۔ قربانی پراجیکٹ الخدمت فاؤنڈیشن کی سماجی خدمات کا ایک اہم حصہ ہے۔ الخدمت کے تحت عید الاضحیٰ کے موقع پر ملک کی سب سے بڑی قربانی فی سبیل اللہ کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں الخدمت فاؤنڈیشن ہر سال مصیبت زدہ اور دور دراز پسماندہ علاقوں میں قربانی کا گوشت پہنچانے کے ساتھ ساتھ شہری علاقوں میں بھی بیواؤں، یتامیٰ اور مساکین میں گوشت تقسیم کرنے کا اہتمام کرتی ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

دور حاضر کے رجحانات کے پیش نظر اب ملک گیر جانوروں کی قربانی کرنے اور اس کے بعد ان کا گوشت ملک کے دور دراز پسماندہ علاقوں میں مستحق افراد تک پہنچانے کے لئے جدید طریقہ کار اپنائے جا رہے ہیں۔ کراچی، لاہور سمیت چند دیگر شہروں میں جدید سلاٹر ہاؤسز کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں جہاں جانوروں کی قربانی، چرم قربانی الگ کرنے اور گوشت کو پیکٹوں میں پیک کرنے تک کا عمل نہایت منظم اور حفظانِ صحت کے تمام تر اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے شفاف طریقے سے سرانجام دیا جاتا ہے۔ اس گوشت کو بحفاظت دور دراز علاقوں تک منتقل کرنے کے لئے چلر ٹرکوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

بیرونِ ملک سے قربانی:

الخدمت فاؤنڈیشن کو ملنے والی قربانیوں کا ایک بڑا حصہ بیرونِ ممالک مقیم پاکستانیوں اور تنظیموں کی بھیجی گئی قربانیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پاکستان اور تیسری دنیا کے ممالک کے برعکس یورپ، امریکہ اور ایسے ممالک جہاں جانور خریدنا، اس کی دیکھ بھال کرنا، قربانی کرنا اور اس کا گوشت تقسیم کرنا قدرے مشکل ہے یا قربانی کی سہولتیں میسر نہیں اور وہاں کے قوانین بھی اس حوالے سے سخت ہیں، تو وہاں کے مسلمان قربانی کی رقم پاکستان یا دیگر ایسے ممالک بھجوا دیتے ہیں جہاں الخدمت ایسی تنظیمیں ان کی قربانی مستحقین تک پہنچانے کا اہتمام کرتی ہیں۔ کچھ ایسے صاحبانِ استطاعت بھی موجود ہیں جو اپنی قربانی آفت زدگان کے لئے وقف کرنا چاہتے ہیں یا ایک سے زائد قربانی کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی اس سلسلے میں الخدمت فاؤنڈیشن سے رجوع کرتے ہیں۔ الخدمت فاؤنڈیشن ملک بھر میں پھیلے رضاکاروں کے منظم نیٹ ورک کی بدولت نہ صرف ملک بھر سے بلکہ دیگر ممالک سے بھی مسلمان اور برادر تنظیمیں قربانی بھجواتی ہیں۔ گزشتہ سالوں میں بھی الخدمت فاؤنڈیشن نے سیلاب، زلزلہ، تھرپارکر اور (سابقہ) فاٹا کے بے گھر افراد سمیت گلگت بلتستان، آزاد کشمیر، خیبر پختونخوا، پنجاب، سندھ، بلوچستان سمیت ملک بھر میں قربانی کا گوشت تقسیم کیا۔ گزشتہ سال عید الاضحیٰ پر الخدمت فاؤنڈیشن نے 1765 بڑے جانور اور 1058 چھوٹے جانور قربان کئے جس سے مجموعی طور پر 97 ہزار سے زائد خاندان مستفید ہوئے۔

روہنگیا اور شامی مہاجرین کے لئے قربانی فی سبیل اللہ

شام میں خانہ جنگی اور میانمار میں حکومتی سرپرستی میں روہنگیا مسلمانوں پر جاری مظالم سے لاکھوں کی تعداد میں مہاجرین ترکی اور بنگلا دیش ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے اور عارضی کیمپوں میں نہایت کسمپرسی کی حالت میں زندگی کے شب و روز بسر کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے ان بہن بھائیوں کو بھی عید کی خوشیوں میں شریک کریں۔ الخدمت فاؤنڈیشن کے تحت گزشتہ چند سالوں سے پاکستان کے ساتھ ساتھ روہنگیا اور شام کے مصیبت زدہ بہن بھائیوں کیلئے بھی قربانی فی سبیل اللہ کا سلسلہ جاری ہے۔ گزشتہ سال مظلوم شامی اور روہنگیا مہاجرین کے لئے مجموعی طور پر 264 جانوروں کی قربانی کی گئی۔ امسال بھی غریب و مستحق افراد میں قربانی کا گوشت پہنچانے کے ساتھ ساتھ شامی اور روہنگیا مہاجرین کے لئے قربانی فی سبیل اللہ کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

چرم قربانی کا حصول:

علاوہ ازیں الخدمت قربانی کی کھالیں اکٹھی کرنے والا بھی سب سے بڑا ادارہ ہے۔ ان سے حاصل شدہ رقم سارا سال بھر جاری رہنے والے الخدمت کے رفاہی کاموں مثلاً ہسپتال، کلینک، سکول، ہیواؤں میں راشن کی تقسیم، پسماندہ علاقوں میں طلبہ میں سٹیشنری اور سکول بیگز کی تقسیم، دور دراز علاقوں میں پینے کے صاف پانی کے کنویں کھدوانے وغیرہ پر خرچ کی جاتی ہے۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

کورونا کی عالمی وبا:

اس سال پوری دنیا کورونا کی وبائی آفت میں گھری ہوئی ہے۔ دنیا بھر کی طرح پاکستان میں بھی غیر معمولی اثرات مرتب کیے جس کے نتیجے میں جہاں ایک طرف عوام الناس میں آگاہی نہ ہونے کے باعث کورونا کے پھیلاؤ کا اندیشہ تھا تو دوسری طرف خدانخواستہ اس وبا کے پھیلنے کی صورت میں ہسپتالوں میں دستیاب ناکافی طبی سہولتوں کا خوف اور سب سے بڑھ کر لاک ڈاؤن کے باعث لاکھوں بے روزگار افراد کی خوراک کی فکر جن کا گزر بسر روزانہ کی محدود آمدن میں ہوتا تھا۔ ایسے میں عید قربان بھی سادگی سے منائی جارہی ہے جبکہ گزشتہ کئی ماہ کے لاک ڈاؤن کے باعث بیشمار لوگوں کی قوت خرید میں کمی آئی ہے جس کے باعث صاحبانِ ثروت کی سماجی واخلاقی اور دینی ذمہ داری میں اضافہ ہوا ہے، ایسے موقع پر بھی الخدمت فاؤنڈیشن اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے نادار، یتامیٰ، بیوگان اور مستحق خاندانوں کے لیے قربانی فی سبیل اللہ کا اہتمام کررہی ہے۔

کورونا کے پیشِ نظر ضروری ہدایات:

کورونا کی اس پرخطر صورت حال میں قربانی جیسے اہم اور بنیادی فریضے کو سرانجام دینے کے لئے الخدمت فاؤنڈیشن کی جانب سے کچھ اصول وضوابط وضع کئے گئے ہیں جن کی روشنی میں اس سال قربانی فی سبیل اللہ کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ اس بات کو ہر ممکن طور پر یقینی بنایا جائے گا کہ حکومت کی طرف سے جاری کردہ SOP's کی مکمل پابندی کی جائے۔ اگر منڈی سے قربانی کے جانور کی خریداری میں مسائل درپیش ہوں تو پرائیویٹ ویندر کے ذریعے قربانی کے جانور کی خریداری کی جائے۔ جن علاقوں میں سلاٹر ہاؤس موجود ہیں، صرف وہیں قربانی کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر قربانی مقامی سطح پر کی جارہی ہو تو اس بات کا خیال رکھا جائے کہ تمام افراد نے ماسک، دستانے، بند جوتے اور مکمل بازو والی قمیص پہنی ہو۔ قصاب جب گوشت بنانے کے لیے بیٹھیں تو سماجی فاصلے کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے درمیان مناسب فاصلہ موجود ہو۔ قربانی کا ہر عمل (ذبح، گوشت کی کٹائی، گوشت کی پیکنگ) ایک طریقہ کار کے تحت انجام دیا جائے تاکہ افراد کے درمیان غیر ضروری ربط سے بچا جاسکے۔ اگر ممکن ہو تو گوشت افراد کو ان کے گھر پر پہنچایا جائے تاکہ ہجوم نہ ہو۔ اگر گوشت گھر پر پہنچانا ممکن نہ ہو تو اس کی تقسیم کے دوران سماجی فاصلے کا بھرپور خیال رکھا جائے۔

قربانی اور ہماری اجتماعی ذمہ داری

آبادی میں اضافے کے ساتھ ساتھ دنیا بھر میں معاشی ومعاشرتی مسائل گمبھیر صورت اختیار کرتے جارہے ہیں، رہی سہی کسر کورونا کی عالمی وبا نے پوری کردی ہے، پوری دنیا خود کو اس صورت حال سے نکالنے کے لئے سرتوڑ کوششیں جاری رکھے ہوئے ہے۔ ایسے میں حکومتوں کے لئے یہ ممکن نہیں رہا کہ وہ ان تمام مسائل کو سرکاری طور پر حل کرسکیں، لہٰذا ایسے میں اگر الخدمت فاؤنڈیشن جیسے ادارے فلاحِ عامہ کے لئے نیک نیتی کے ساتھ اس کام کو مشن سمجھ کر سرانجام دے رہے ہیں تو اس سے بہتر اور کوئی خدمت ہو ہی نہیں سکتی۔ اس عید الاضحیٰ پر پاکستان میں بسنے والے ہم وطنوں کے ساتھ ساتھ دیارِ غیر میں بیٹھ کر ملک پاکستان کی خدمت کرنے والے پاکستانیوں سے بھی اپیل ہے کہ وہ اس بار قربانی الخدمت فاؤنڈیشن پاکستان کے ساتھ کریں۔ اس سے ایک طرف تو وطن عزیز کی ابتر ہوتی معاشی صورتحال میں ملک کو زرمبادلہ حاصل ہوگا جس کی تاحال اشد ضرورت ہے، تو دوسری جانب الخدمت فاؤنڈیشن کے ملک بھر میں موجود مستعد اور دیانتدار رضاکاران کے وسیع نیٹ ورک کے ذریعے ہزاروں یتیموں، بیواؤں اور بے سہارا خاندانوں کو بروقت قربانی کا گوشت بھی میسر آئے گا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

مفاد

سعدیہ عادل

افضل صاحب کی صحت بگڑنے لگی وہ چاہتے تھے کہ نہایت ہی ہونہار شخص کو منیجنگ ڈائریکٹر بنائیں تاکہ وہ ثنا کو کسی قسم کا دھوکہ نہ دے۔ افضل صاحب کی علالت دیکھ کر فیصل طرح طرح کے منصوبے بنانے لگا۔ وہ ہر قیمت پر ثناء کو خوش رکھنا چاہتا تھا۔ مگر جونہی عاصم تعلیم مکمل کر کے وطن لوٹا حالات تبدیل ہو گئے۔

ایک شخص کا احوال جو ہر بات میں سب سے پہلے اپنا مفاد رکھتا تھا

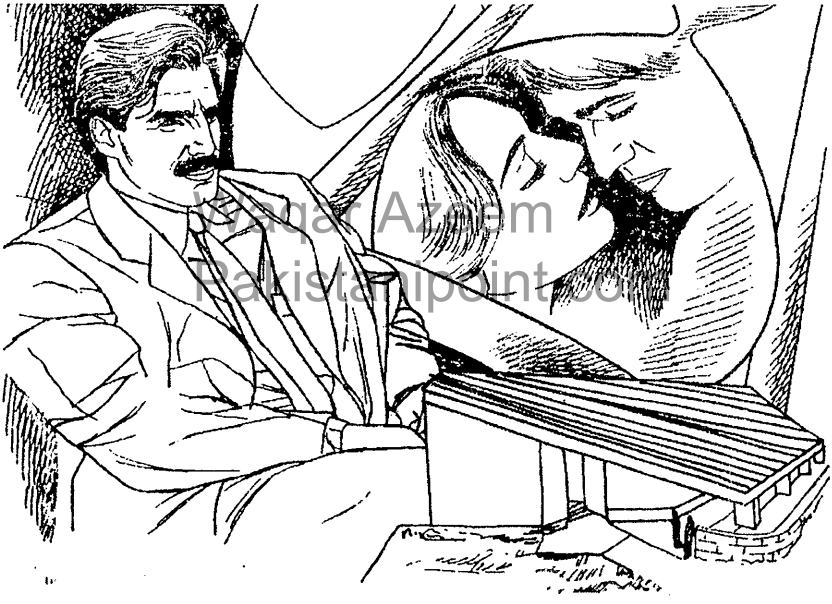

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اس کی قسمت اچھی تھی کہ ماں کی دعائیں تھیں اس کی پرموشن ہوگئی۔ نیا عہدہ کیا سنبھالا کہ دوست احباب اور رشتہ داروں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا...... کیک اور مٹھائی کا ڈھیر لگ گیا...... وہ سب کا ہر دل عزیز ہوگیا...... اتنی بڑی فرم کا وہ ڈائریکٹر تھا۔ جب دفتر جاتا تو سارا اسٹاف کھڑے ہو کر خوش آمدید کہتا...... وہ ہاتھ کے اشارے سے ان کو سلام کا جواب دیتے ہوئے اپنے کمرے میں چلا جاتا...... دفتر پہنچ کر اپنے سیکرٹری کو بلواتا...... جب وہ آتا تو چند ہدایات دیتے ہوئے کہتا...... کہ ”یہ ضروری نہیں

کہ جو بھی آئے تم اس کو ملنے کے لیے بٹھا لو..... ان کی لسٹ بنا کر لانا جس کو بلانا ہوا اس کو بلوا لوں گا..... اور باقی لوگوں کو واپس بھیج دینا۔ جب وہ لوگ فون پر وقت لیں گے تو ان کو مناسب موقعہ دیکھ کر بلوا لیا جائے گا۔''

''لیکن سر ہر کوئی کہتا ہے کہ میں پرانا دوست ہوں یا قریبی رشتہ دار ہوں۔''

''ملنے کے لیے لوگ اسی طرح کے حوالے دیں گے۔ اگر سب کو ملنا شروع کر دوں تو دفتری معاملے میں کوتاہی ہونے کا خدشہ ہوتا ہے..... زندگی میں ڈسپلن مجھے ہمیشہ عزیز رہا ہے۔'' سیکرٹری اپنے باس کا منہ دیکھنے لگا اور سوچنے لگا کل تک تو وہ اس طرح کا نہیں تھا اور اچانک فیصل صاحب اتنے بدل جائیں گے یہ کسی نے سوچا بھی نہ ہوگا..... مگر وہ خاموش رہا۔ فیصل نے چند فائلیں لانے کے لیے کہا اور اس کے بعد وہ کسی کے ساتھ گفتگو میں محو ہو گیا۔

''دفتر میں بہت کام ہے یار میں لمبی بات نہیں کر سکتا..... کبھی فرصت میں ملو گے تو سارا ماجرا سن لوں گا..... خدا حافظ''

فیصل نے اپنے دوست کی پوری بات نہ سنی اور فائلوں پر جھک گیا، گھر پہنچا تو بہت سارے مہمان دوستوں کے علاوہ رشتہ دار بھی مبارکباد کے لئے آئے تھے..... اتنے ہجوم کو دیکھ کر اس کی تیوری پر بل پڑ گئے..... روکھے سے انداز سے سب کو ملا..... کافی لوگ کسی نہ کسی کام کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔ گران سے معذرت کرتے ہوئے بولا۔

''سر میں شدید درد ہے..... سارا دن دفتر میں فائلیں چیک کرتا رہا ہوں اگر آپ لوگ برا نہ مانیں تو آرام کر لوں..... کسی دن وقت لیکر آ جائیں۔'' اس نے پانچ دس منٹ میں ان کو چلتا کیا..... ماں اس کے قریب آتے ہوئے گویا ہوئی۔

''ان مہمانوں میں تمہارے ہونے والے سسر بھی تھے۔ کم از کم ان کو تو روک لیتے۔''

''کیا.....'' فیصل نے چائے کا گھونٹ بھرا ہی تھا کہ ماں کی بات سے وہ گھونٹ گلے میں ہی اٹک گیا۔

''توبہ ہے۔'' وہ برہم ہوتے ہوئے ماں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ ''میں شفیق چچا کی بیٹی سے قطعاً شادی کرنے والا نہیں..... کونسے میرے سگے چچا ہیں۔''

''تمہاری اس سے منگنی ہو چکی ہے۔''

''منگنی کہاں ہوئی تھی بس سرسری سی ہاں ہی تھی۔''

''فیصل کچھ خدا کا خوف کرو۔ تمہارے اصرار پر آمنہ کے ساتھ ایک قسم کی منگنی کی تھی۔ بیٹا تم کیا چاہتے ہو میں بڑھاپے میں اپنی زبان سے پھر جاؤں۔'' ماں نے مغموم سے لہجے سے کہا۔

''تب امی اور بات تھی میں ڈائریکٹر نہیں تھا..... میں ترقی کرنا چاہتا ہوں..... میرے باس کی بیٹی ہے وہ مجھے پسند کرنے لگی ہے۔ اگر شادی کر لوں گا تو ایک روز اس فرم کا مینجنگ ڈائریکٹر بن جاؤں گا..... آپ پریشان نہ ہوں دنیا میں ہر کوئی اپنا مفاد ہی دیکھتا ہے۔''

ماں کا دل بیٹھ سا گیا..... پیشانی پر آئے پسینے کے ننھے سے قطرے نمودار ہونے لگے..... ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے تھے اور بے جان سی صوفے پر بیٹھی تھیں۔ کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی تو وہ چونک اٹھیں۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

''بیگم صاحبہ..... چھوٹے صاحب کے چچا باہر برآمدے میں بیٹھیں ہیں۔ کیا انہیں اندر لے آؤں؟''

''ہاں..... ضرور۔'' آسیہ بیگم بجھے سے دل کے ساتھ اُٹھیں اور اپنے دیور کو آتے دیکھ کر کھڑی ہوگئیں۔

''آیئے بھائی صاحب۔'' وہ لبوں پر زبردستی مسکراہٹ لاتے ہوئے گویا ہوئیں۔

'' آسیہ بھابی.....'' وہ دھیرے سے گویا ہوئے..... ''میں بڑی امید لیکر آیا ہوں سوائے آپ لوگوں کے میں کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھلا سکتا..... فوزی کی شادی ہے..... جیسے کہ آپ جانتی ہیں..... اس قدر مہنگائی ہے..... کہ کسی ہال میں شادی نہیں کر سکتا..... جمع شدہ روپیہ سب جہیز پر خرچ ہوگیا ہے۔ اگر امداد ہی نہیں تو قرض کے طور پر دے دیں تاکہ میں اس کو اچھی طرح سے رخصت کر سکوں.....''

آسیہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ فصل چچا کے آنے کا سنکر کمرے میں چلا گیا تھا..... مگر چچا کی گفتگو سن کر کمرے سے باہر نکلا اور چچا کو سلام کیا۔

''جیتے رہو میرے بھائی کی خوشبو تم سے آتی ہے.....'' سلمان چچا نے فیصل کو دیکھ کر کہا۔

''چچا.....'' وہ کچھ ہچکچایا..... ''ہمارے حالات بھی آپ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں..... نئی نئی نوکری لگی ہے..... شرمندگی ہو رہی ہے انکار کرتے ہوئے..... ہاں شادی کا کارڈ بھیج دیجئے گا..... شمولیت کے لئے ضرور آجاؤں گا۔'' یہ کہتے ہوئے فیصل باہر پورچ پر لگی گاڑی میں بیٹھ گیا اور ڈرائیور

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

چنگیز خان

4 کروڑ لوگوں کے قاتل چنگیز خان کا خفیہ مقبرہ چین میں دریافت ہوا۔ چنگیز خان کی وصیت کے مطابق ، اسکے مقبرے کو خفیہ رکھا گیا تھا اور اب 800 سال بعد جب دریائے آلون کا رخ تبدیل ہوا تو اتفاقیہ طور پر ، ایک نئی سڑک کے لئے کی گئی کھدائی کے دوران ، ایک زیر زمین لمبا پیرک نما مقبرہ دریافت ہوا کہ جس میں ایک منگولیائی لارڈ کی لاش دفن تھی۔ جب کہ ماضی میں اس مقبرے کی دریافت کی کئی بار کوشش کی گئی جو سب بیکار گئی۔ سائنسی تحقیق کے مطابق اس لاش والے کی عمر 60 سے 75 سال کے درمیان تھی اور اسکی موت 1215 سے 1235 کے درمیان ہوئی تھی اسکا قد 5.8 اور تقریباً 77 کلو وزن تھا۔ اس لاش کے ساتھ ڈھیر سا سونا چاندی بھی تھا۔ ساتھ میں 16 عورتوں کی لاشوں کی باقیات بھی تھیں کہ جو اسکی بیویاں اور کنیزیں ہوسکتی ہیں۔ ایک طرف 12 گھوڑے بھی دفن ہیں کہ جو بظاہر، چنگیز خان کے خاص پسندیدہ ہونگے۔ ایک اور طرف ، 68 مردوں کے ڈھانچے بھی ملے ہیں کہ جو مقبرے کے کاریگر ہو سکتے ہیں کہ جنہیں راز رکھنے کی خاطر جان سے مار دیا گیا۔

(مرسلہ: خالد عمران۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ)

نے گاڑی سٹارٹ کردی۔

سلمان کا رنگ پیلا پھٹک ہوگیا..... آسیہ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو کہا..... ''بھائی صاحب آپ فکر نہ کریں..... جمع شدہ پونجی میرے پاس ہے وہ میں آپ کو دے دیتی ہوں.....'' یہ سن کر سلمان کی آنکھوں میں چمک آگئی اور بولے۔

''ایک ریٹائرڈ بندے کی پنشن کا آپ کو اندازہ ہی ہے..... انشاء اللہ قرض کے طور پر رکھ لیتا ہوں..... وہ آخری وقت میں آپ کے کام آئے گی۔'' آسیہ اپنے کمرے سے رقم لے آئی..... اور سلمان کو چائے کے لیے روکتی رہی مگر وہ رقم لے کر چلے گئے۔

سلمان کی بیٹی کی شادی پر آسیہ باقاعدہ پہنچی مگر فیصل کو اتنی فرصت ہی نہیں تھی کہ شادی میں شریک ہو.....

فیصل میں انتہا کی تبدیلی رونما ہو چکی تھی..... کسی نہ کسی طرح آمنہ کے گھر پیغام پہنچا دیا..... انکار کے لفظ سے سارے گھر میں ہلچل مچ گئی۔ یہ خبر ایک زلزلے سے کم نہیں تھی۔

آمنہ نے فیصل کو فون کیا۔

''فیصل''

''کون؟''

اچھا اب تم میری آواز بھی نہیں پہچانتے..... کتنی منتوں سے میں نے اپنے والدین کو راضی کیا تھا..... اب تم نے بڑی آسانی سے منگنی توڑ دی ہے۔'' وہ ڈھٹائی سے بولا۔

''دراصل میری نوکری کا مسئلہ ہے۔ اگر باس کی بیٹی سے شادی نہ کروں تو نوکری سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ تم تو جانتی ہو..... نئی ملازمت ملنا کتنا دشوار ہے۔ مجھے افسوس ہے..... امید ہے کہ تم بُرا نہیں مانو گی۔'' فون بند ہو چکا تھا وہ لان میں بیٹھ گئی..... آنکھوں میں ساون جا دوں کی جھڑی لگ گئی..... سرد ہواؤں میں گہرے سبز لبادے اوڑھے لہرا رہے تھے۔ اجالا اس حسین منظر میں بھلا دکھائی دے رہا تھا مگر اداسی دل کے نہاں خانوں میں چھپی تھی۔

وقت نے کروٹ لی اور فیصل کی شادی ہوگئی۔

افضل صاحب مینجنگ ڈائریکٹر ضرور تھے مگر ساری فرم کا کام فیصل نے سنبھال لیا تھا۔

ثناء کی آمد پر آسیہ بیگم نے اسے خندہ پیشانی سے اس گھر کی بہو تسلیم کیا..... مگر وہ باپ کی اکلوتی وارث تھی یوں سمجھ لیں بگڑی ہوئی اولاد تھی۔

پہلے تو اس نے سارے گھر کا فرنیچر کوڑیوں کے مول پر بیچ دیا اور اس کی جگہ تمام کمروں میں نیا فرنیچر آراستہ کیا..... آسیہ بیگم نیک خاتون تھیں۔ خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہی تھی مگر کہنے اور سننے کی ان میں ہمت نہیں تھی۔

اس نے پہلی ہی ملاقات میں فیصل کو اپنا دوست بنا لیا..... اور ایک مہینہ میں ہی کہہ دیا کہ وہ اس سے شادی کرے گی..... یہ سن کر فیصل دن میں ہی سہانے خواب دیکھنے لگا..... ماں کو زبردستی منا کر ثناء سے شادی رچالی..... گھر وہ برائے نام ہی ٹکتی..... ادھر فیصلہ آفس جاتا اور وہ گھر سے باہر سہیلیوں کے جھرمٹ میں خوش گپیاں مارتی یا اپنے والدین کے گھر چلی جاتی..... شام کو تھکی ٹوٹی گھر لوٹتی..... نئے سرے سے تیار ہوتی اور فیصل کے ساتھ بڑے سے ہوٹل میں کھانا تناول کرتی..... دراصل وہ عاصم جو اس کا منگیتر تھا اس کو نیچا دکھانا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

آفتاب قرشی
عرق گلاب
ہاتھوں اور چہرے کی پھٹی جلد
ہاتھوں اور چہرے کی پھٹی جلد کیلئے ایک گلاس عرق گلاب میں دو بڑے چمچے گلیسرین اور ایک لیموں کا رس نچوڑ دیں۔ رات کو سوتے وقت چہرے، ہاتھ اور پاؤں کی پھٹی جلد پر مل لیں۔ جلد نرم ہو جائے گی۔
آنکھوں سے پانی آنا
اگر آنکھوں سے پانی نکل رہا ہو تو اس کے لیے خالص عرق گلاب لے کر آنکھوں میں ڈالیں۔ بہت جلد فرق نظر آئے گا۔
ARQ GULAB
Ispaghol
Keeps your stomach healthy
آفتاب قرشی
قدرتی دفاع کرنے کیلئے
عمل انہضام کی خرابی کی شکایت کیلئے
آفتاب قرشی کا اسپغول چھلکا استعمال کریں
جو رکھے آپ کو صحت مند
Aftab Qarshi
AFTAB QARSHI DAWAKHANA Muzamil Town, 20 km Multan Road, Chong Lahore-Pakistan. Ph: 042-37511533, 37514175-6
Fax: 042-37511632 email: aftabqarshi@hotmail.com Web: www.aftabqarshi.com

چاہتی تھی..... عاصم بچپن سے ہی اسے چاہتا تھا..... شادی کی بات جب چلی تو اس نے اپنی والدہ کو کہا باہر سے تعلیم مکمل کر کے آؤں گا تو شادی کروں گا۔ صرف دو سال کی تو بات ہے۔ یہ سن کر ثنا تڑپ اٹھی اور اس نے شادی سے انکار کر دیا۔ ان دنوں فیصل نے اپنی ملازمت کا آغاز ہی کیا تھا۔ ثنا نے اس کے ساتھ شادی کر لی اور عاصم بددل ہو کر لندن چلا گیا۔ افضل صاحب کی صحت بگڑنے لگی وہ چاہتے تھے کہ نہایت ہی ہونہار شخص کو مینجنگ ڈائریکٹر بنائیں تاکہ وہ ثنا کو کسی قسم کا دھوکہ نہ دے۔ افضل صاحب کی علالت دیکھ کر فیصل طرح طرح کے منصوبے بنانے لگا۔ وہ ہر قیمت پر ثناء کو خوش رکھنا چاہتا تھا۔ مگر جوں ہی عاصم تعلیم مکمل کر کے وطن لوٹا حالات تبدیل ہو گئے۔

عاصم باہر کی ڈگری حاصل کر کے آیا تھا جب افضل کو ملنے کے لئے آیا تو ثناء اس کو دیکھتی ہی رہ گئی۔ چھپی ہوئی محبت نے اسے بے چین کر دیا۔ علیحدگی میں ملتے ہی وہ رونے لگی۔ ''میں ایک روز بھی تمہیں بھول نہیں سکی۔ انکار اس لئے کیا تھا کہ تم لندن نہ جاؤ مجھے تمہارا انتظار تھا' معاف کر دو۔ پاپا تمہیں اپنی فرم کا مینجنگ ڈائریکٹر بنانا چاہتے ہیں دیکھ لو میں نے ابھی تک کچھ نہیں کہا..... پلیز مجھے معاف کر دو.....'' وہ اتنا روئی کہ عاصم کو یقین آ گیا۔ سنہرا مستقبل اس کے سامنے ہی تھا۔ اسے اپنا مفاد نظر آ رہا تھا۔ ایک روز دفتر میں بیٹھے ہوئے فیصل کو خلع کے کاغذات وصول ہوئے تو اس کا سر چکرا گیا..... اس کا دل اور دماغ ماؤف ہو گیا..... حواس باختہ ہو کر اس نے ثناء کو فون کیا۔

''یہ کیا حرکت کی ہے تم نے.....؟''

''وہی جو تم نے آمنہ کے ساتھ کی تھی..... اپنے فائدے کے لئے' مفاد کے لیے۔ کاغذات بھیج رہی ہوں' خلع کا حق تو میں لے ہی چکی تھی زیادہ تکرار نہ کرنا اور سائن کر دو..... خدا حافظ۔''

فیصل حواس باختہ ہو گیا پھٹی پھٹی نگاہوں سے وہ کاغذات کو دیکھتا رہا..... اگر سائن نہ کرتا تو نوکری سے نکلنے کا ڈر تھا۔

سائن سے پہلے اس کے ہاتھ کانپنے لگے..... جسم ٹھنڈا برف ہو گیا۔ اسے یوں لگا اسے سکتہ ہو گیا ہے۔ ''سر'' چپڑاسی نے پکارا..... وہ چونک اٹھا۔

''آپ دستخط کریں میں نے کاغذات لے کر بڑے صاحب کے پاس جانا ہے۔''

جب فیصل نے سائن کر دیئے تو عاصم کمرے میں داخل ہوا۔ فیصل کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔

''شکریہ'' وہ ایک اور خط اس کے آگے بڑھاتا ہوا بولا: ''اس پر بھی سائن کر دیں..... یہ کیا ہے..... دیکھ لیں..... استعفیٰ کا لیٹر اس کا منہ چڑا رہا تھا.....'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''اب آپ جا سکتے ہیں..... اس مہینے کی تنخواہ آپ کو گھر بھیج دی جائے گی۔''

فیصل کار پارکنگ تک جا رہا تھا..... ایک ایک قدم من من کا دکھائی دے رہا تھا۔ بڑی مشکل سے گاڑی میں بیٹھنے ہی والا تھا کہ ڈرائیور بھاگتا ہوا آیا۔

''صاحب! آپ کی گاڑی پیچھے لگی ہے میں نکال دیتا ہوں۔ یہ کمپنی کی گاڑی ہے۔'' اس سے آگے فیصل کو کچھ پتہ نہ چلا۔ وہ کیسے گھر پہنچا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

کتاب زیست کا ایک یادگار باب

ایم بی انجم

چند روز بعد مجھے اپنے سسرال سے 17 جولائی 1983ء شادی کی تاریخ کے طور پر بتا دی گئی۔ والدہ صاحبہ کو شادی کی تاریخ طے ہونے کے بارے میں بتایا تو انکی خوشی دیدنی تھی۔ وہ تو نہ جانے کب سے یہ خبر سننے کے لئے بے قرار تھیں کہ ان کے اکلوتے بیٹے کے سر پر سہرے کے پھول سجنے کا وقت قریب تر ہے۔

ایک انسان کی جدوجہد اور کامیابی کی سچی کہانی

قریباً ڈیڑھ سال تک پی آئی اے ملازمین کے سرکل میں تعینات رہنے کے بعد میری ٹرانسفر ساؤتھ زون کے سرکل M-3 میں ہوگئی۔ یہ ایک ہلکا پھلکا سا علاقائی کمرشل چارج تھا جس میں ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کے علاقے کے بزنس اور پراپرٹی کیسز تھے۔ تب کا ڈیفنس حالیہ ڈی ایچ اے کراچی کے شاید آدھے حصے کے برابر بھی نہیں تھا۔ دو تین چھوٹی موٹی مارکیٹ تھیں اور زیادہ تر کیسز اس آمدنی کے تھے جو اس پوش علاقے کے مکینوں کو اپنے کرائے پر دیئے ہوئے گھروں سے حاصل ہوتی تھی۔

اس سرکل میں کیسز کی تعداد بہت کم تھی اس لئے یہاں مصروفیت کم اور فراغت زیادہ تھی۔ یہاں پہلے میرے پاس بلوچستان سے تعلق رکھنے والے بشیر احمد مجاہد بلوچ صاحب تھے جن کا طرہ امتیاز شرافت و شفقت تھا۔ بعد میں ان کی جگہ سدھا مولعل (Sudhamo Lal) کی پوسٹنگ ہوگئی۔ سروس کے آغاز ہی میں اس نفیس الطبع انسان اور قابل ترین افسر سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ سولہ' سترہ اور اٹھارہ گریڈ کے ہم آٹھ افسر' ان کے ماتحت تھے۔ ایک میٹنگ کے دوران ہم نے ان سے گزارش کی کہ ہمیں محکمہ جاتی شناختی کارڈ بنوا دیئے جائیں جن پر زونل کمشنر صاحب کے دستخط اور مہر ثبت ہونا تھی۔ لعل صاحب نے وعدہ تو کرلیا مگر ہماری اس درخواست پر زیادہ توجہ نہ دی۔ اگلی میٹنگ میں ہم نے انہیں یاد دہانی کروائی تو پوچھنے لگے کہ یہ محکمہ جاتی کارڈ آخر آپ کو چاہئیں کس لئے؟ ہم نے کہا کہ سر! بعض اوقات کوئی پولیس والا یا کسی اور محکمے کا اہلکار گاڑی روک کر پوچھ گچھ شروع کر دیتا ہے' ہمارے پاس اگر یہ کارڈ ہوں گے تو ہم اسے دکھا کر ثابت کرسکتے ہیں کہ ہم حکومت پاکستان کے ایک اہم محکمے کے افسر ہیں۔ بڑی سنجیدگی سے کہنے لگے ''برخوردار! اگر آپ اپنے کنڈکٹ یعنی انداز گفتگو' رویئے' خود اعتمادی اور باڈی لینگویج سے اپنے آپ کو افسر ثابت نہیں کرسکتے تو پھر یہ کارڈ بھی آپ کے کسی کام نہیں آئیں گے۔''

اسی طرح کی میٹنگز میں کسی مسئلے پر بحث ہوتی تو مجھ سمیت دو تین افسر جوش جذبات میں کچھ زیادہ ہی بول جاتے۔ ایک روز لعل صاحب نے مجھے ایک اور افسر کے ہمراہ اپنے دفتر میں بلا کر کہا کہ میٹنگ کے دوران کسی قاعدے قانون پر بحث کرتے ہوئے آپ لوگ جذباتی نہ ہوا کریں ذرا ٹھنڈے رہا کریں۔ وہ فلاں افسر جو سب سے زیادہ بولتا ہے انسپکٹر سے پروموٹ ہوکر افسر بنا ہے جبکہ آپ ڈائریکٹ افسر ہو' وہ پچپن برس کا ہے جبکہ آپ ابھی تیس بتیس کے ہو' اس کی سروس کا اخیر ہے جبکہ آپ نے ابھی سروس شروع کی ہے اور پھر وہ ایک کایاں آدمی ہے جبکہ آپ لوگ بھولے ہو۔ وہ کیا کرتا ہے کہ جیسے ہی میٹنگ ختم ہوتی ہے اور سب افسر اپنے اپنے دفتروں میں جا بیٹھتے ہیں تو وہ کچھ دیر بعد میرے پاس آکر کہتا ہے کہ سر! آپ کو پتا ہے کہ میں ایک پاگل آدمی ہوں اور اسی پاگل پن میں نہ جانے کیا کیا غلط ملط بول جاتا ہوں' اس لئے برا نہ مانئے گا معاف کردیجئے گا۔ آپ بتایئے کہ آپ اپنے آپ کو پاگل کہہ سکتے ہو' اور ہمیں سمجھ آگئی کہ یہ سرکاری ملازمت کے گُر سمجھانے کا ان کا ایک خوبصورت انداز تھا۔

سدھا مولعل صاحب کراچی ہی میں نہیں' پورے پاکستان میں انکم ٹیکس سروس کے قابل ترین افسر تصور کئے جاتے تھے اور ثبوت اس امر کا یہ تھا کہ سنٹرل بورڈ آف ریونیو میں تعینات شیخ سجاد اور میاں اقبال فرید جیسے سینئر موسٹ افسروں کو بھی جب کبھی کسی ادق مسئلے پر مشاورت کی ضرورت پڑتی تو وہ اسلام آباد میں جناب سلمان نبی کے بعد کراچی میں سدھا مولعل سے رابطہ کرتے۔ ایک روز ہم ماتحتوں نے ان کی اس قابلیت کا راز پوچھ لیا تو کہنے لگے کہ جس طرح پانی' آکسیجن اور ہائیڈروجن دو گیسوں کا مرکب ہے اسی طرح انکم ٹیکس کی مہارت دو چیزوں سے عبارت ہے۔ اول انکم ٹیکس کے قوانین سے

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

کما حقہ واقفیت اور دوم اکاؤنٹسی کے مضمون پر عبور۔ کیونکہ آپ کو تاجروں اور صنعت کاروں کی اکاؤنٹ بکس کے تجزیئے کے بعد ان پر قوانین کا اطلاق کرنا ہوتا ہے اور ساتھ ہی ہنس کر کہنے لگے ''بھائی! ہم ہندو لوگ تو ٹھہرے بنئے یعنی حساب کتاب کرنے والے لوگ اس لئے اکاؤنٹسی تو میرے خون میں شامل ہے، جس کے لئے مجھے محنت نہیں کرنی پڑتی بلکہ اکاؤنٹسی سائیڈ سے بچا ہوا وقت بھی میں انکم ٹیکس قوانین کو سمجھنے میں صرف کرتا ہوں، اس لئے ان افسروں سے قدرے بہتر ہوں جنہیں اکاؤنٹسی کو برابر کا وقت دینا پڑتا ہے۔''

مذکورہ بالا دونوں افسروں نے اپنی سروس کا شاندار عروج دیکھا۔ سلمان نبی صاحب سنٹرل بورڈ آف ریونیو کے ممبر انکم ٹیکس جبکہ سدھا مولعل صاحب

بندوبست

کچھ عرصہ پہلے میری ملاقات ایک نوجوان سے ہوئی جس کی مشکوک سرگرمیوں پہ میں چونک گیا اور پھر تھوڑی سی تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ حضرت معمولی سے چور اچکے ہیں بس اسکی کہانی کچھ یوں تھی کہ ماں باپ کی ایکسیڈنٹ میں موت کے بعد اسکے ظالم چچا نے جائیداد کے چکر میں گھر سے نکال دیا اور رات کو ایک پارک میں سوتے ہوئے اس کو پولیس اٹھا کر تھانے لے گئی جہاں پوچھ گچھ کے بعد اسکے چچا کو بلایا گیا اس نے تھانیدار صاحب کو دو لاکھ لگائے اور فرمایا کہ بھتیجے کا اچھا سا بندوبست کردو کہ یہ نظر نہ آئے، اس پندرہ سولہ سال کے بچے کا اچھا سا بندوبست کرنے کے لئے اگلی رات کا پروگرام بنایا گیا اور بچے کی قسمت اچھی کہ اسی دن ایک کرنل صاحب اپنی گاڑی کی درخواست لکھانے تھانے آئے اور وہ بچہ انہیں آوازیں دے دیکر بلاتا رہا کہ مجھے بچالیں یہ کل مجھے مار دیں گے، کرنل صاحب کو رحم آیا اور لڑ بھڑ کر اسے تھانے سے نکال کر کراچی کی بس میں بٹھادیا، جہاں وہ محنت مزدوری کرتے فٹ پاتھ پہ سو جاتا۔ ایک دن سوتے ہوئے رات کو دو موٹر سائیکل سواروں نے وہاں فائرنگ کی اور فٹ پاتھ پہ سوتے دو مزدور مارے گئے، بچ جانے والوں کو تفتیش کے نام پہ کراچی پولیس اٹھا لے گئی اور وہاں سے پہلے تھانے اور تھانے سے اس کا نرم قسم کا بندوبست کرتے ہوئے جیل بھیج دیا گیا جہاں سے اس نے جرائم کی ڈگری لی اور معاشرے میں ایک اور شاندار قسم کے مجرم کا اضافہ ہوگیا۔

آپ مجرموں کی زندگی کا مطالعہ کریں ان کی کہانیاں سنیں تو اندازہ ہوگا کہ نوے فیصد مجرم ہمارا سسٹم پیدا کرتا ہے، انہیں بنایا جاتا ہے، بڑی خوبصورتی سے ان کی پرورش کی جاتی ہے، کتنے ہی ڈاکو قاتل ایسے مل جائیں گے جو اس سسٹم کے ہاتھوں بنائے گئے، شریف آدمی اور مجرم کے درمیان صرف ایک باریک لکیر ہوتی ہے جسے انصاف کہتے ہیں اس لکیر کو کاٹ دیں اس آدمی کو بدترین مجرم بنتے دیر نہیں لگے گی۔ جب تک کرپٹ اور نالائق پولیس آفیسرز کا پکا بندوبست نہیں کیا جائے گا تب تک آپ کیسے امید کریں گے کہ نچلا عملہ بھی درست ہوجائے گا۔ معاشرے تو مضبوط ہی انصاف سے ہوتے ہیں اور ہمارے ہاں انصاف ہی نایاب ہے۔

(مرسلہ: ضرار ندیم۔ شرقپور)

WaqarAzeem
Paksanipoint.com

ممبر ٹیکس پالیسی کے عہدہ جلیلہ تک پہنچے۔ اور ریٹائرمنٹ کے بعد عالمی برادری میں وطن عزیز پاکستان کا نام روشن کرتے ہوئے سلمان نبی صاحب چھ برس تک دنیا کے امیر ترین ملک برونائی دارالسلام کے وزیراعظم کے مشیر برائے معاشی معاملات رہے اور سدھا مولعل صاحب آج بھی مشرقی افریقہ کے ملک موریشیس کی قومی ریونیو اتھارٹی کے ڈائریکٹر جنرل کے طور پر وہاں کے بڑے بڑے سول ایوارڈز سمیٹ رہے ہیں۔

کراچی میں وقت گزرنے کے ساتھ جن لوگوں سے شناسائی دوستی میں بدلی ان میں چودھری عدالت علی کا نام سرفہرست تھا۔ ان کا بنیادی تعلق آزاد کشمیر کے شہر میرپور سے تھا جن کے خاندان کے زیادہ تر لوگ برطانیہ میں جا آباد ہوئے تھے مگر وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ کراچی کے ہوکر رہ گئے تھے۔ وہ عمر میں مجھ سے بڑے تھے اور اس وقت تین بیٹوں اور تین بیٹیوں کے باپ تھے۔ چودھری صاحب کی رہائش ڈرگ کالونی میں تھی اور وہ مین پاور یعنی لوگوں کو بیرون ملک بھجوانے کا کام کرتے تھے۔ اس بزنس میں ان کے دو نوجوان بیٹے ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ ان کا ایک خوبصورت سجا سجایا دفتر تھا جس میں کبھی میں ان کے پاس جا بیٹھتا اور کبھی وہ میرے دفتر آجایا کرتے۔ ان کے اہل خانہ کے ساتھ میری والدہ کا بہت اچھا تعلق بن گیا جس سے کسی حد تک میری ماں کی تنہائی بھی کم ہوگئی۔ چودھری عدالت علی مزاج اور عادات کے لحاظ سے بھی چودھری تھے۔ ہنس مکھ سچے کھرے اور جی دار آدمی۔ یہ مارچ 1983ء کی بات ہے کہ ایک روز میں ان کے دفتر میں بیٹھا تھا کہ وہاں سے میں نے اپنے ہونے والے ہم زلف بینک آفیسر ابراہیم ملک صاحب کو فون ملا لیا تاکہ سسرال کی خیر خبر لی جاسکے۔ وہ کہنے لگے کہ ”انجم! آپ کی منگنی کو اڑھائی برس ہوگئے ہیں‘ شادی کب تک کرنے کا پروگرام ہے؟“ میں نے کہا کہ ”ملک صاحب مجھے بخوبی احساس ہے کہ منگنی اور شادی کا درمیانی وقفہ بڑھ رہا ہے مگر انکم ٹیکس افسروں کو 30 جون تک تو ایک ہفتے کی چھٹی بھی نہیں مل سکتی جبکہ شادی کے لئے کم از کم ایک ماہ کی چھٹی تو ہونی چاہئے اس لئے شادی انشاء اللہ جولائی یا اگست کے مہینے میں کریں گے۔ ویسے بھی مزید چار پانچ ماہ میں تنخواہ کی صورت میں کچھ اور پیسے میرے ہاتھ آجائیں گے جس سے بارات اور ولیمہ کے انتظامات میں سہولت رہے گی۔“

میں نے فون بند کرکے ریسیور کریڈل پر رکھا ہی تھا کہ چودھری عدالت نے پوچھا کہ ”انجم کس سے بات ہورہی تھی؟“ میں نے کہا کہ ”ابراہیم ملک صاحب سے جو میری بڑی سالی کے میاں ہیں۔“ کہنے لگے ”باقی تو سب ٹھیک تھا مگر یہ آخری فقرہ تو سسرال کو کہنے والا نہیں تھا کہ ویسے بھی ذرا اور پیسے ہاتھ میں آجائیں گے۔ چھوٹے بھائی‘ حکومت پاکستان‘ خاص طور پر شعبہ انکم ٹیکس کے کسی افسر کو تو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے ہونے والے سسرال کو اپنی تنگدستی کا تاثر دے۔ آخر یہ دوست کس مرض کی دوا ہوتے ہیں آپ کو جتنے پیسوں کی ضرورت ہے مجھ سے لے لو زندگی میں جب کبھی ہوں واپس کردینا۔ مگر ابھی دوبارہ فون اٹھاؤ اور اپنے ہم زلف سے کہو کہ انتظامات قریباً مکمل ہیں‘ جولائی یا اگست کی کوئی بھی تاریخ شادی کے لئے مقرر کردیں۔“

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

چنانچہ اپنے دوست کے مجبور کرنے پر مجھے اسی وقت فون کرکے ملک صاحب سے کہنا پڑا کہ چودھری مظفر الدین صاحب سے مشورہ کرکے آپ 15 جولائی سے یکم اگست کے درمیان کوئی بھی تاریخ شادی کے لئے مقرر کرکے مجھے اطلاع کردیں۔ اور یوں چند روز بعد مجھے اپنے سسرال سے 17 جولائی 1983ء شادی کی تاریخ کے طور پر بتا دی گئی۔ والدہ صاحبہ کو شادی کی تاریخ طے ہونے کے بارے میں بتایا تو انکی خوشی دیدنی تھی۔ وہ تو نہ جانے کب سے یہ خبر سننے کے لئے بے قرار تھیں کہ ان کے اکلوتے بیٹے کے سر پر سہرے کے پھول سجنے کا وقت قریب تر ہے۔

تیاری کے لئے خاصا وقت میسر تھا۔ تب اچھا وقت تھا مہینوں پہلے شادی ہالوں کی بکنگ کا مسئلہ اس وقت تک درپیش نہیں ہوا تھا۔ چند بڑے شہروں میں شادی ہال معرض وجود میں ضرور آچکے تھے مگر شادیاں فارم ہاؤسز اور شادی ہالوں کے علاوہ بھی ہوجاتی تھیں۔ لڑکی اور لڑکے والے اپنے گھروں کے قریب تر کسی پارک یا وسیع خالی پلاٹ میں ٹینٹ لگوا کر بارات اور ولیمے کا بندوبست کرلیا کرتے تھے اور آج کل کی طرح شادی کی تقریبات ہفتہ دس دن تک نہیں چلتی رہتی تھیں۔ فریقین کا ایک دوسرے کی جانب مہندی لے کر جانے کا رواج صرف فیشن ایبل اور امیر کبیر گھرانوں تک محدود تھا۔ دوست احباب کی جانب سے کئی کئی روز تک مہندی نائٹس منعقد کرنے کی روایت بھی رئیس لوگوں کا مشغلہ تھا۔ میوزک نائٹ' قوالی نائٹ' بیچلرز نائٹ' برائیڈل شاور اور فوٹو سیشن جیسی اصطلاحیں تو ابھی معرض وجود ہی میں نہیں آئی تھیں۔ ایک الگ دن مقرر کرکے مساجد میں نکاح کی رسم بھی ابھی سٹیٹس سمبل نہیں بنی تھی۔ گویا اس وقت کے متوسط طبقے کی شادی دو یا حد تین دن کا معاملہ ہوتا تھا۔ اگر تو فریقین ایک ہی شہر' قصبہ یا گاؤں سے ہوتے تو بارات کے دن سے ایک شام پہلے چند بزرگوں کی موجودگی میں نکاح کی رسم ادا کرلی جاتی' ورنہ نکاح بارات والے دن ہی کا حصہ ہوتا تھا۔ عموماً بارات کے پہنچنے سے پہلے لڑکی والے نکاح خواں کو بلا کر نکاح کی دستاویزات تیار کروا چھوڑتے۔ بارات پہنچنے پر سب سے پہلے نکاح خواں دولہا میاں کو ضروری کلمے کلام پڑھاتا اور دعا کرواتا۔ نکاح کے کاغذات پر دولہا سے دستخط کروا کے دو ایک بزرگ دلہن سے اس کے دستخط کروا لاتے اور اس کے ساتھ ہی باراتیوں کو ان کے لئے تیار کھانے کی دعوت دیدی جاتی۔ مزید دو تین گھنٹے میں کچھ رسومات کی ادائیگی کے بعد قرآن کریم کے سائے تلے دلہن کی اپنے بابل کے گھر سے رخصتی عمل میں آجاتی اور سہاگ رات سے اگلے روز لڑکے والوں کی جانب سے دعوت ولیمہ کے اہتمام کے ساتھ شادی پایہ تکمیل کو پہنچ جاتی۔

گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ شادی کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ والدہ صاحبہ نے میاں چنوں سے اپنی بھتیجی مختاراں بی بی کو بلالیا اور کراچی ہی میں مقیم ایک عزیزہ نذیر بیگم کے ساتھ مل کر شادی سے متعلق زیورات' ملبوسات اور کاسمیٹکس وغیرہ کی خریداری شروع کردی۔ میں نے شادی کے انتظامات کے سلسلے میں چند دوستوں پر مشتمل ایک مشاورتی کمیٹی تشکیل دیدی' جس میں کراچی سے چودھری عدالت علی اور محمد صادق' میاں چنوں سے لالہ پیر محمد فاروق اور عبدالعزیز اور لاہور سے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سرفراز ملک اور غلام علی شامل تھے۔

فیصلہ یہ ہوا کہ بارات لاہور ہی سے لاہور جائے گی۔ اس لئے کہ کراچی اور دیگر شہروں سے آنے والے مہمانوں کے قیام کے لئے میاں چنوں میں انتظامات کرنا خاصا مشکل ہوگا۔ نیز انہیں لاہور کی نسبت وہاں پہنچنے میں بھی دشواری کا سامنا ہوگا۔ میاں چنوں میں مقیم قریبی رشتہ داروں کی طرف سے بھی گڑبڑ کا خدشہ تھا کیونکہ دو سگے چچوں اور پانچ پھوپھیوں کے سبھی خاندانوں سے میرا اس وقت سے قطع تعلق تھا جب 1968ء میں میرے والد صاحب کی وفات پر انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھنے کے بجائے مجھے اور میری والدہ کو بے یارومددگار چھوڑ دیا تھا۔ واضح ہو کہ صلح کی کوشش اور مدعو کرنے کے باوجود اڑھائی برس قبل ان میں سے کوئی بھی میری منگنی کی تقریب میں شریک نہیں ہوا تھا۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا کچھ وقت اور گزر جانے پر میں نے شادی کارڈ پرنٹ کروا کے اپنے متوقع باراتیوں کو ارسال کردیئے۔ ایسا کرتے وقت میں میاں چنوں اور کراچی کے دوستوں کے ساتھ اپنے مشکل وقت کے محسنوں اور ساتھیوں کو کیسے بھول سکتا تھا۔ چنانچہ مدعو کیے جانے والوں میں انکل یامین مالی' اداکار محمد علی' میاں چنوں کالج میں میرے اساتذہ کرام' غوث پور قریشاں کی فیملی' کینال پارک' گلبرگ کے سید برادران' پنجاب یونیورسٹی کے کچھ کلاس فیلوز' پروفیسر مرزا محمد منور' محمود مرزا صاحب' بیورو آف ایجوکیشن کے سابقہ رفیقان کار' دونی چند سٹریٹ کے تعلق داران' سول سروسز اکیڈمی میں بننے والے کچھ دوست' 34 پنجاب رجمنٹ کے افسران اور ڈائریکیوریٹ آف ٹریننگ انکم ٹیکس کے اساتذہ ماتحتاً شامل تھے۔ یہاں تک کہ اتمام حجت کے طور پر میں اپنے چچوں اور پھوپھیوں کے خاندانوں کو دعوت نامے ارسال کرنا بھی نہیں بھولا۔

جون کے اختتام سے قبل ہی میں نے شادی کے لئے 8 جولائی سے اگلے ایک ماہ کی چھٹی منظور کروالی اور تیاریاں مکمل ہونے پر میں اپنا ضروری ساز وسامان لے کر والدہ صاحبہ اور دو تین عزیزوں کے ساتھ 10 جولائی کو لاہور منتقل ہوگیا۔ جہاں علامہ اقبال ٹاؤن کے راوی بلاک میں میاں چنوں ہاؤس نامی ایک خوبصورت گھر ہماری رہائش کا منتظر تھا۔ مین روڈ اور کارنر پلاٹ پر بنا ہوا یہ دومنزلہ مکان میرے عزیز از جان دوست عبدالعزیز کی فیملی کا تھا۔ جس میں اس وقت عزیز کے چچا حاجی محمد شریف اپنی مختصر سی فیملی کے ساتھ قیام پذیر تھے۔ حاجی صاحب میاں چنوں کے سکول میں مجھ سے تین سال جونیئر تھے تاہم اب ماشاء اللہ وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر سائنس کا ایک مضمون پڑھا رہے تھے۔ یہ گھر انہوں نے شادی کے دورانیہ میں میرے اور میرے مہمانوں کے لئے وقف کردیا تھا۔ کراچی سے آنے والے قریباً سبھی دوستوں نے عندیہ دیا کہ وہ ہوٹلوں میں قیام کریں گے اور بیرونی لاہور سے آنے والے دیگر مہمانوں کے لئے میاں چنوں ہاؤس کے علاوہ نسبت روڈ پر واقع دور پار کی ایک خالہ کا مکان' شاد باغ میں میرے شاگرد غلام علی کا گھر اور میرے اور غلام علی کے مشترکہ دوست پاکستان فلم انڈسٹری کے چاکلیٹ ہیرو وحید مراد کی گلبرگ والی کوٹھی بھی دامن دل وا کیے ہوئے تھی۔

شادی سے دو روز قبل کراچی سے لاہو پہنچنے پر چودھری عدالت علی نے ایک لاکھ روپے کی رقم

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

آپ ادب نواز نہیں! آپ علم دوست نہیں!!

ہم آپ کو سیارہ ڈائجسٹ کے تمام شمارے گھر بیٹھے بذریعہ رجسٹری ڈاک بھیجیں گے اور آپ کو -/600 روپے کا فائدہ بھی ہوگا۔

سالانہ اخراجات کا تخمینہ

قیمت فی شمارہ -/120 روپے ۔ سال بھر میں بارہ شماروں کی عام قیمت -/1440 روپے
سال بھر کا ایئر میل رجسٹری ڈاک خرچ -/360 روپے ۔ کل رقم -/1800 روپے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

لیکن آپ اتنی رقم کیوں خرچ کریں؟

آپ صرف -/1200 روپے ہمیں ارسال کر دیں۔
سال بھر سیارہ ڈائجسٹ آپ کو گھر بیٹھے ملتا رہے گا۔
صرف یہ کوپن پُر کر کے حوالہ ڈاک کر دیجئے!

اس پیشکش سے فوراً فائدہ اٹھائیں

جناب منیجر صاحب۔ سیارہ ڈائجسٹ

براہِ کرم مجھے ماہ ..... سے سیارہ ڈائجسٹ ایک سال کیلئے جاری فرما دیں

-/1200 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر ارسال کر رہا ہوں/ آپ مجھے -/1200 روپے کی وی پی پی ارسال کر دیں۔ میں وصول کر لوں گا۔ نوٹ:۔ چیک قبول نہیں کیا جائے گا۔

نام ..... پتہ .....

آپ یہ رقم اے ٹی ایم ATM اور منی ٹرانسفر کے دیگر طریقوں سے بھی ہمارے اکاؤنٹ نمبر ایم سی بی MCB ریواز گارڈن برانچ لاہور میں ٹرانسفر کر سکتے ہیں مزید تفصیل کیلئے رابطہ کیجئے: 0423-7245412

میرے حوالے کرنا چاہی تو میں نے بصد شکریہ اسے کہا کہ ”اول تو مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ہو بھی تو دس پندرہ ہزار روپے سے زیادہ کی نہیں ہوگی۔ اس لئے اسے اپنے پاس رکھیں شادی کی اس گہما گہمی میں مجھے اسے سنبھالنا ہی مسئلہ ہوگا۔“ مگر اس نے یہ کہہ کر وہ رقم زبردستی مجھے تھمادی کہ ”شادی بیاہ جیسے مواقع پر جتنے بھی پیسے پاس ہوں کم ہوتے ہیں کھلے دل سے خرچ کرو ان میں سے کچھ بچ گئے تو کراچی لے چلنا میں وہاں آپ سے لے لوں گا۔“ واضح ہو کہ اس وقت ڈالر بارہ روپے کا تھا جس کے حساب سے یہ رقم آج کے تیرہ لاکھ روپے سے بھی زیادہ بنتی تھی۔

16 جولائی تک دیگر شہروں سے آنے والے تمام مہمان لاہور پہنچ کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر براجمان ہو چکے تھے۔ میاں چنوں سے میرے قریبی رشتہ داروں میں سے کوئی نہ آیا تاہم لاہور میں مقیم ایک پھوپھی نے اپنے اس بھتیجے کی شادی میں شرکت کا عندیہ ضرور دیا۔ اس صورتحال میں میرے گاؤں کے دو سرکردہ اشخاص چودھری محمد اقبال اور ملک ہدایت اللہ میرے بزرگوں کے نمائندوں کے طور پر تشریف لائے۔ شادی کے آخری مرحلے میں لالہ پیر محمد فاروق، عبدالعزیز، محمد صادق اور غلام علی میرے دست و بازو تھے جبکہ والدہ صاحبہ کی معاونت عزیزم عبدالعزیز کی پوری فیملی، میرے ماموں محمد حسین کے گھر کی خواتین اور نذیر بیگم کر رہی تھی۔

بارات گلشن راوی سکیم کے بلاک بی میں جانا تھی جہاں میرے سسر چودھری مظفر الدین نے دو ملحقہ پلاٹ خرید کر 600 گز پر ایک شاندار دو منزلہ گھر تعمیر کیا تھا اور میری منگنی کے کچھ عرصہ بعد وہ اندرون شہر سے یہاں منتقل ہو گئے تھے۔ 16 جولائی کی شام یعنی بارات سے ایک روز قبل چند بزرگوں کے ہمراہ ہم چودھری صاحب کے مذکورہ گھر پہنچے جہاں نکاح کی رسم سادگی سے ادا کر لی گئی۔ اگلے روز میاں چنوں ہاؤس کے قریب تر ایک وسیع و عریض خالی قطعہ اراضی پر ٹینٹ لگا کر باراتیوں کے جمع ہونے کا انتظام کر لیا گیا۔ مہمانوں کی آمد کے ساتھ ہی پولیس بینڈ پہنچ گیا جس کا انتظام کراچی سے آنے والے میرے دوست میجر اعجاز نے کر رکھا تھا۔ بارات چونکہ دوپہر کی تھی اس لئے باراتیوں کو

90 سال کی سکول کی طالبہ

پرائمری اسکول میں عام طور پر تو 5 سے 10 سال عمر کے طلباء ہی پائے جاتے ہیں مگر کینیا کے ایک پرائمری اسکول میں ایک طالبہ کی عمر دوسرے طلباء سے کچھ زیادہ ہے، یعنی یہ طالبہ 90 سال کی ہیں اور ان کے ہم جماعتوں میں ان کے 6 عدد پرپوتے اور پرپوتیاں بھی شامل ہیں۔ یہ منفرد طالبہ پریسلا سٹی اپنے ہیں جو آج سے چار سال پہلے مادالت گاؤں کے ”لیڈرز وژن اسکول“ میں داخل ہوئیں۔ پریسلا اپنے گاؤں کی مقبول ترین شخصیت ہیں اور وہ نہایت معمر ہونے کے باوجود باقاعدگی سے اسکول پہنچتی ہیں۔ وہ دوسرے طلباء کی طرح نیلی وردی اور اس کے اوپر سبز سویٹر پہن کر اسکول آجاتی ہیں اور ریاضی، انگلش، جسمانی تعلیم اور دیگر مضامین کی کلاسز میں باقاعدگی سے شامل ہوتی ہیں۔

(مرسلہ: ناجیہ خالد۔ راولپنڈی)

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

پہنچنے کے لئے آخری وقت ساڑھے گیارہ بجے کا دیا گیا تھا تاکہ ایک بجے تک بارات کی روانگی ہو سکے۔ میں نے اپنے سسرال کو باراتیوں کا اندازہ تین سو بتا رکھا تھا مگر بارات کے روانہ ہونے سے قبل باراتیوں کی تعداد ساڑھے تین سو سے تجاوز کر چکی تھی۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ جن جوڑوں یعنی صرف میاں بیوی کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی ان میں سے کچھ اپنے چار چار بچوں یا بہن بھائیوں کو بھی ساتھ لے آئے تھے۔ چنانچہ سسرال کو ایس او ایس میسیج بھیجا گیا کہ کھانے کا انتظام چار سو باراتیوں کو مدنظر رکھ کر کیا جائے۔ اس سلسلے میں انہیں زیادہ دشواری اس لئے نہیں ہوئی کہ کھانا خود دیگیں پکوا کر تیار کیا جا رہا تھا اس لئے بارات کے پہنچنے سے پہلے مناسب بندوبست کر لیا گیا تھا۔ ادھر بھی باراتیوں کو بٹھانے اور کھانے کا انتظام ایک وسیع تر خالی پلاٹ میں کیا گیا تھا۔ سلامی نیوندرے وغیرہ کی رسم کے بعد بارات ڈیڑھ بجے روانہ ہو کر قریباً اڑھائی بجے گلشن راوی سکیم پہنچی جس کے استقبال کے کچھ ہی دیر بعد کھانا کھول دیا گیا۔ اس لئے کہ نکاح تو ایک روز قبل کر لیا گیا تھا۔ کھانا میرے سسرال نے جی جان سے تیار کروا رکھا تھا۔ تب تک ون ڈش کلچر ابھی پنجاب میں رائج نہیں ہوا تھا۔ ویسے بھی میرے سسر چودھری مظفر الدین کا نظریہ تھا کہ باراتیوں نے تو شادی کو انہیں ملنے والے کھانے کے چند لقموں کے حوالے سے ہی یاد رکھنا ہوتا ہے اس لئے کھانے کے معیار اور مقدار پر کسی صورت کمپرومائز نہیں ہونا چاہئے۔ کھانے میں مٹن روسٹ اور فش فرائی سمیت چھ نمکین اور دو سویٹ ڈشز کے ساتھ دو قسم کے چاولوں' نان اور کولڈ ڈرنکس کا اہتمام تھا جو باراتیوں کی ضیافت طبع کے عین مطابق تھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر لاہور سے شرکت کرنے والے باراتی تو قریباً سبھی چلے گئے' کراچی اور میاں چنوں سے آنے والوں میں سے کچھ لاہور کے قابل دید مقامات دیکھنے کے لئے نکل گئے اور باقی جو چند وہاں موجود رہے انہیں بھی واپسی کے لئے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دو اڑھائی گھنٹوں میں چند رسموں کی ادائیگی کے بعد غروب آفتاب کے قریب رخصتی کا عمل مکمل ہو گیا اور ہم دلہن کی ڈولی لے کر بصد مسرت و شادمانی میاں چنوں ہاؤس پہنچ گئے۔

ادھر پہنچنے پر ان رسومات کی ادائیگی شروع ہو گئی جو نئی نویلی دلہن کے آنے پر سسرالی خواتین کی جانب سے ضروری سمجھی جاتی ہیں۔ ساتھ ساتھ ذاتی کیمروں سے تصویر کشی بھی ہوتی رہی' یہاں تک کہ رات کے کھانے کا وقت ہو گیا۔ میاں چنوں ہاؤس میں قیام پزیر مہمانوں کے لئے کھانا وافر مقدار میں میرے سسرال سے پہنچا دیا گیا تھا۔ ڈنر سے فارغ ہونے پر عبدالعزیز نے یہ انکشاف کیا کہ اس گھر میں کوئی کمرہ حجلہ عروسی کے طور پر اس لئے نہیں سجایا گیا تھا کہ اس مقصد کے لئے ایک کمرہ پرل کانٹی نینٹل ہوٹل میں پہلے سے بک کروایا جا چکا ہے چنانچہ رات دس بجے کے قریب عبدالعزیز ایک سوٹ کیس میں کچھ ضروری سامان کے ساتھ اس نوبیاہتا جوڑے کو پی سی ہوٹل میں ڈراپ کر گیا جہاں خصوصی طور پر سجایا گیا ایک آراستہ پیراستہ کمرہ حجلہ عروسی کے طور پر ہمارا منتظر تھا۔

ایک نئی زندگی کی شروعات کے لئے اس خوبصورت سہاگ رات سے اگلے روز دعوت ولیمہ

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

کا اہتمام اسی جگہ پر کیا گیا جہاں سے گزشتہ روز بارات روانہ ہوئی تھی۔ قریباً پانچ سو مہمانوں کے کھانے پر ہماری جانب سے بھی معیار اور مقدار کا پورا خیال رکھا گیا۔ 18 جولائی کو دعوت ولیمہ کے انعقاد کے ساتھ ہی شادی کی تقریبات بخیروخوبی اپنے اختتام کو پہنچ گئیں۔

تعلیمی اداروں میں ان دنوں چونکہ موسم گرما کی چھٹیاں تھیں اس لئے کراچی سے آئے ہوئے زیادہ تر مہمان کوہ مری' کاغان' ناران' سوات اور شمالی علاقہ جات کے دیگر سیاحتی مقامات کی جانب روانہ ہوگئے۔ بیرون لاہور سے آئے ہوئے باقی مہمان بھی اپنے اپنے علاقوں کو چل دیئے اور جہیز کا سامان وغیرہ لے کر والدہ صاحبہ' محمد صادق' نذیر بیگم اور اس کا چھوٹا بھائی ایوب عالم بذریعہ ٹرین کراچی پہنچ گئے۔ میں نے ہنی مون کے لئے قریب ترین سیاحتی مقام مری' نتھیا گلی کا انتخاب کیا جہاں چند روز ہم نے خوش گزار کر ہم واپس لاہور پہنچ گئے۔

لاہور میں آخری روز اپنے مہربان و میزبان عبدالعزیز کے اہل خانہ کا خصوصی شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم میاں بیوی کراچی روانگی کے لئے لاہور ایئرپورٹ پہنچے تو لاؤنج میں پی آئی اے کے ملازم اپنے دوست شہریار زیدی سے ملاقات ہوگئی۔ پتا چلا کہ ان کی بیگم نامور گلوکارہ نیرہ نور بھی اسی فلائٹ سے کراچی جارہی ہیں اور یوں شعبہ موسیقی کی اس اہم شخصیت سے بھی ملاقات ہوگئی۔

چیک ان جاری تھا کہ اچانک اعلان ہوگیا کہ ہماری پرواز اپنے مقررہ وقت سے اڑھائی گھنٹے تاخیر سے روانہ ہوگی۔ بھلا زمانہ تھا اس وقت تک ملک میں امن و امان کی صورتحال مثالی تھی اور ایئرپورٹ پر متعین ایجنسیوں کے مسافروں پر اعتماد کا یہ عالم تھا کہ لوگ بورڈنگ پاس لے کر بھی ایئرپورٹ سے باہر نکل سکتے تھے۔ ہم نے بھی ایسا ہی کرتے ہوئے انتظار کا وہ وقت ایئرپورٹ پر گزارنے کے بجائے وہاں سے نکل جانے کو ترجیح دی۔ شیرپاؤ پل کے نزدیک میرے دوست فضل جمیل کا ''نکانا'' نامی ریسٹورنٹ تھا جس کا چکن پکوڑہ ان دنوں پورے لاہور میں مشہور تھا۔ ہم ایئرپورٹ سے نکل کر وہاں جا بیٹھے جہاں لذت کام و دہن کے ساتھ ساتھ اپنے مربی و محسن سے گپ شپ بھی ہوتی رہی۔ دوران گفتگو ایک مرحلے پر فضل جمیل نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''انجم میاں! لاہور نے تجھے تعلیم دی' تین قسم کی ملازمتیں دیں اور اب ایک عزت دار خاندان کی خوبصورت لڑکی بطور جیون ساتھی بھی دیدی۔ داتا کی اس نگری سے اب تجھے اور کیا چاہئے؟''

مذاق ہی مذاق میں لاہور کے ایک بیٹے نے مجھے کتنی بڑی حقیقت کا احساس دلا دیا تھا۔ زندہ دلوں کے اس شہر نے واقعی مجھے کیا کچھ نہیں دیا۔ بے شک اللہ کے کرم سے یہ میرے لئے خوش قسمتی کا ایک استعارہ ثابت ہوا ہے۔ اے خطہ لاہور میں تاحیات تیرے گن گاتا رہوں گا۔

پرواز کا وقت قریب آنے پر ہم میاں بیوی فضل جمیل کو خدا حافظ کہتے ہوئے ایئرپورٹ پہنچ گئے جہاں سے محو پرواز ہوکر اگلے تین گھنٹوں میں براستہ کراچی ایئرپورٹ ہم انچولی سوسائٹی کے مکان نمبر 579 میں فروکش ہوگئے جہاں ایک شفیق ماں اپنے نو بیاہتا بیٹے اور بہو کا شدت سے انتظار کررہی تھی۔

(جاری ہے)

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

پاگل

احمد شیر خان

یہ چیزیں میرے لیے نئی نہیں تھیں لیکن فیاض کو اس حالت میں دیکھ کر مجھے ایک جھٹکا سا لگا۔ لیکن یہ تو صرف ابتدا تھی۔ اس کے فریب کا پردہ تو آگے چاک ہونے والا تھا۔ اچانک ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا اور شراب کے نشے میں چور چار اوباش نکلے اور مجھ پر جھپٹ پڑے جبکہ فیاض قہقہے لگانے لگا۔

ایک عورت کی کہانی جس نے کسی پر بڑے دل سے اعتبار کیا تھا

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

اس کی آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں۔ بال اُلجھے ہوئے تھے۔ وہ میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھی۔ اس کے جسم سے ہلکی ہلکی بد بو آرہی تھی، شاید وہ پچھلے کئی دنوں سے نہائی نہیں تھی۔

وہ تھی تو پاگل خانے میں مگر اس کی عادتیں پاگلوں جیسی بالکل نہ تھیں، نہ وہ بہکی بہکی باتیں کرتی تھی۔ وہ اپنے بال نوچتی تھی اور نہ پاگلوں کی طرح اپنے جسم پر خارش کرتی تھی۔

''کیا میں اس کا انٹرویو لے سکتی ہوں۔'' میں نے پاگل خانے کے انچارج سے پوچھا۔

''انٹرویو، کیسا انٹرویو، بھلا پاگلوں کا بھی کوئی انٹرویو لیتا ہے۔'' پاگل خانے کی انچارج طنزیہ لہجے میں بولی۔

''دیکھیے! میرا تعلق ایک اخبار سے ہے۔''

''جی مجھے پتا ہے کیونکہ آپ نے آتے ہی مجھے اپنا وزیٹنگ کارڈ تھما دیا تھا اور اس کے اوپر آپ کا اور آپ کے اخبار کا نام موجود ہے۔'' وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولی۔

''ویسے اگر آپ انٹرویو لیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' اس بار اس کا لہجہ ذرا نرم تھا۔

''تمہارا نام کیا ہے۔'' میں نے اس پاگل عورت سے پہلا سوال کیا؟'' وہ مجھے صرف تکتی رہی جواباً کچھ نہ بولی۔

''میں پوچھ رہی ہوں تمہارا نام کیا ہے؟'' میں ذرا اونچی آواز میں بولی۔ کیونکہ ہو سکتا تھا وہ نیم بہری ہو یا اونچی آواز میں سنتے ہو۔ لیکن اس بار بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

''کیا یہ بہری ہے؟'' میں نے پاگل خانے کی انچارج سے پوچھا۔

''جی نہیں! اس کی میڈیکل رپورٹس کے مطابق اس کی قوت سماعت بالکل ٹھیک ہے اور ہر قسم کی آواز سن سکتی ہے۔'' پاگل خانے کی انچارج نے جواب دیا۔

''پھر یقیناً گونگی ہوگی؟'' میں نے انچارج کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جی نہیں میڈم! یہ گونگی بھی نہیں ہے۔'' انچارج نے پھر جواب دیا۔

''یہ نہ گونگی ہے نہ بہری، اگر یہ پاگل ہے تو اس کو کم از کم پاگلوں جیسی باتیں تو کرنی چاہئیں۔'' میں نے انچارج سے ایک اور سوال کیا۔

''جی! یہ تیرہ سال سے اس پاگل خانے میں ہے اور بالکل خاموش رہتی ہے۔ کبھی کسی نے اس کو بولتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ ہی یہ پاگلوں جیسی حرکتیں کرتی ہے۔ یہ سب سے الگ تھلگ رہتی ہے، ہر کسی کو دیکھتی رہتی ہے اور گھنٹوں دیکھتی رہتی ہے۔'' پاگل خانے کی انچارج نے تفصیل بتائی۔

''کوئی اور خاص بات۔'' میں نے پھر سوال کیا۔

''کچھ خاص بات نہیں۔'' وہ بوریت بھرے لہجے میں بولی۔

''ہاں، ایک خاص بات ہے، جب یہ پاگل خانے کے کچے صحن میں بیٹھتی ہے تو اکثر انگلی سے الف لکھتی ہے اور پھر اس کو مٹا دیتی ہے۔ اس طرح یہ لکھتی اور مٹاتی رہتی ہے۔ گھنٹوں یہی کام کرتی رہتی ہے۔'' انچارج نے تفصیل بتائی۔

میں اس پاگل عورت پر زیادہ تحقیق نہیں کرنا چاہتی تھی اور اسے اس کے حال پر چھوڑنے کا سوچ رہی تھی مگر پاگل خانے کی انچارج کی اس خاص بات نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ اگر میں اس پر مزید کوشش کروں تو شاید ایک اچھی کہانی ہاتھ آسکتی ہے۔

''الف کو لکھنا اور مٹانا'' مجھے کہانی کا نقطہ آغاز مل چکا تھا۔ میرے دماغ میں ایک خیال آیا۔ میں نے اپنی ڈائری اور قلم نکالا اور ڈائری پر الف سے بننے والے مردانہ نام لکھنا شروع کر دیے۔ وہ میری ڈائری پر دیکھتی رہی مگر اس کے چہرے پر کچھ خاص تاثر نہ آیا۔ ایک بار مجھے ایسا لگا کہ میں ایک بے مقصد کوشش کر رہی ہوں اور مجھے اس کوشش سے کچھ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

حاصل نہیں ہونے والا۔ میں نے اُکتاتے ہوئے آخری نام "فیاض" لکھا۔ اس نام کو دیکھ کر اسے ایک جھٹکا سا لگا اور آنکھوں میں ایک سیلاب اُمڈ آیا۔

"فیاض کون ہے؟" میرے سوال پر اس نے سر اٹھایا اور آنسو پونچھتے ہوئے پاگل خانے کی انچارج کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ شاید کچھ بولنا چاہ رہی تھی مگر الفاظ اس کی زبان سے ادا نہیں ہو رہے تھے۔

"اگر آپ بُرا نہ منائیں تو میں اس سے اکیلے میں بات کرسکتی ہوں۔" میں نے انچارج سے پوچھا وہ پہلے ہی اکتائی ہوئی نظر آرہی تھی۔

"ٹھیک ہے میڈم! لیکن ذرا احتیاط سے۔ اگر ذرا بھی گڑبڑ محسوس ہو تو فوراً آواز دے دیجئے گا۔" یہ کہتے ہوئے وہ نجانے کیا بڑبڑاتی اپنے دفتر کی طرف چلی گئی۔

"فیاض کون ہے؟" میں نے دوبارہ وہی سوال کیا۔

"وہ۔۔۔۔" اس کے منہ سے فقط اتنے ہی الفاظ ادا ہوسکے۔ مجھے جیسے جھٹکا سا لگا کہ یہ تو بول بھی سکتی ہے۔

زندگی کے دن

انسان کی زندگی فقط ایک دن کی مانند ہے دن کا آغاز کتنے خوبصورت انداز میں ہوتا ہے۔ اندھیری رات کے بعد صبح کے اجالے کا بھرپور انداز میں استقبال کیا جاتا ہے۔ سب کے مرجھائے چہرے پر ایک خوشی کا سامان ہوتا ہے اسی طرح اس دنیا میں آنے والا نیا سال بھی سب کے چہروں پر مسکراہٹ کا باعث بنتا ہے۔

آہستہ آہستہ صبح کا سورج دن کا آغاز کرنے کیلئے ابھرتا ہے تو انسان بھی اپنے قدم اپنی زندگی کے آغاز کیلئے بڑھانا شروع کرتا ہے اور اپنی زندگی میں آگے بڑھنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ تپتی دوپہر کا سورج بھی کسی کو اپنے قریب آنے نہیں دیتا تو انسان بھی جب اپنی جوانی کے عروج پر ہوتا ہے تو تپتے سورج کی طرح وہ بھی کسی کی بھی مداخلت یا موجودگی اپنے اردگرد برداشت نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کی جوانی میں بھی تپتے ہوئے سورج کی طرح بہت تپش ہوتی ہے۔

شام کو ڈھلتے ہوئے سورج کی طرح انسان کی جوانی بھی بڑھاپے میں ڈھلتی جاتی ہے اور وہ بھی سورج کے بادلوں میں چھپ جانے کی طرح زمین کے آنگن میں سمٹ جاتا ہے۔

فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ بادلوں میں چھپنے والے کی دوبارہ ابھرنے کی امید ہوتی ہے مگر مٹی میں سمٹنے والے کبھی اپنی کوئی بھی اُمید پیچھے چھوڑ کے نہیں جاتا۔

(مرسلہ: عامر اسد۔ لاہور)

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

''بتاؤ، تم جو بتاؤ گی یہ ہمارے درمیان راز ہی رہے گا اور اگر مجھ سے ہو سکا تو میں تمہاری مدد بھی کروں گی۔'' میں نے اسے تسلی دی۔

''فیاض نے دھوکہ دیا۔'' یہ کہتے ہی وہ پلک پلک کر رونے لگی۔

''اس نے دھوکہ کیوں دیا؟'' میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال کیا۔

''پتا نہیں، میں نے تو اس کی خاطر گناہوں کی دلدل بھری زندگی بھی چھوڑ دی تھی مگر وہ پھر بھی دھوکا دے گیا۔'' وہ پھر رونے لگی۔

میں سمجھ چکی تھی کہ اس کا تعلق اس کلاس سے تھا جن کی گلی سے بھی اگر کوئی غلطی سے گزر جائے تو بدکار کہلاتا ہے۔

''کیا تمہیں یقین ہے کہ فیاض نے دھوکہ دیا ہے۔'' میں نے دوبارہ سوال کیا۔

''جی ہاں!'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''مجھے ساری تفصیل بتاؤ۔'' میں نے اس سے استدعا کی۔

وہ پہلے ہچکچائی اور شروع میں ذرا اٹکتے ہوئے بات کی مگر پھر اس کی گفتگو میں روانی آتی چلی گئی۔ اُس نے بتایا:

''میرا تعلق اس گھرانے سے ہے جہاں لڑکی پیدا ہو جائے تو جشن منائے جاتے ہیں اور لڑکے کی پیدائش پر صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ جوانی میں پہنچتے ہی میرے ساتھ وہی ہوا جو اس محلے کا شعار تھا۔ مجھے یہ سب کچھ پسند نہ تھا بلکہ مجھے اس سے سخت نفرت ہو گئی۔

پھر ایک روز شاپنگ مال میں میری ملاقات فیاض سے ہوئی۔ اس نے میرے حُسن کی تعریف کی اور میرا موبائل نمبر مانگا۔ میں نے اسے اپنا موبائل نمبر دے دیا۔ اس نے یقین دہانی کرائی کہ وہ شام کو مجھ سے موبائل پر بات کرے گا۔

فیاض لمبے قد کا سمارٹ نوجوان تھا اور اس کی عمر کوئی پچیس سال کے لگ بھگ تھی۔ اس کے چہرے اور باتوں سے بے حد شرافت جھلکتی تھی۔

اس نے وعدے کے مطابق مجھے ٹیلی فون کال کی اور اس کے بعد وہ مجھے بلاناغہ روزانہ کال کرتا اور ڈھیر ساری باتیں کرتا۔

ایک دن میں نے اس کو اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا کیونکہ یہ حقیقت دیر تک چھپ نہیں سکتی تھی کہ میرا تعلق کس محلے سے ہے اور میرا اصل پیشہ کیا ہے۔

''میری جان! میری محبت پاکیزہ ہے، تم بس آج سے ہی توبہ کر لو اور دھندا چھوڑ دو میں وعدہ کرتا ہوں تمہیں اپنا لوں گا۔ تمہارا ماضی کیا ہے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ میں تمہیں اتنی خوشیاں دُوں گا کہ تمہارے گمان بھی نہیں ہوگا۔'' وہ محبت بھرے لہجے میں بولا۔

میں اس کی اس یقین دہانی پر اپنی آنکھوں میں خواب بننے لگی اور اپنے گھر کے سپنے دیکھنے لگی۔ میں نے سچی توبہ کر لی اور دھندا چھوڑ کر پانچ وقت کی نمازی بن گئی۔ میرے گھر میں صف ماتم بچھ گیا۔ اماں بولی ''تیرا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا، یہ دھندا چھوڑ دیا تو بھوک سے مر جائے گی۔ تُو جس کے پیچھے بھاگ رہی ہے وہ ایک دھوکا ہے محض دھوکا۔ میری بات ذہن میں رکھ لو دھندے والی لڑکیوں کو کوئی نہیں اپناتا۔ بس وقتی طور پر دل لگی کرتے ہیں اور پھر ٹھکرا کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔''

میں سچے دل سے توبہ کر چکی تھی۔ اب میرے

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

احتیاط

ایک شخص کی بیوی کومہ میں چلی گئی۔ سردار اُسے مُردہ سمجھ کر دفنانے چلا۔ راستے میں جنازہ کھمبے سے ٹکرانے سے اس کی بیوی کو ہوش آ گیا۔

کچھ سال بعد اس شخص کی بیوی پھر چل بسی۔ سب پڑھتے ہوئے جارہے تھے۔ اُس شخص کی زبان پر ایک ہی بات تھی.....

''کھمبا بچا کے.....کھمبا بچا کے!!''

(مرسلہ: ناصر اسلم۔ لاہور)

دل میں بس یہی ارمان تھے کہ میں فیاض سے شادی کروں گی۔ گناہوں کی دلدل سے پاک ایک پاکیزہ محبت کی آغوش میں زندگی گزاروں گی اور پھر ایک دن میں نے فیاض کے کہنے پر وہ گھر چھوڑ دیا۔ اس نے مجھے ایک پتہ بتایا تھا کہ میں وہاں پہنچ جاؤں۔

میں دل میں کئی ارمان لیے اپنے گھر اور ایک نئی دنیا کے سپنے دیکھتی فیاض کے دیئے گئے پتے پر پہنچی تو وہ اس وقت وہاں اکیلا تھا اور شراب کے نشے میں دھت تھا۔ یہ چیزیں میرے لیے نئی نہیں تھیں لیکن فیاض کو اس حالت میں دیکھ کر مجھے ایک جھٹکا سا لگا۔ لیکن یہ تو صرف ابتدا تھی۔ اس کے فریب کا پردہ تو آگے چاک ہونے والا تھا۔ اچانک ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا اور شراب کے نشے میں چور چار اوباش نکلے اور مجھ پر جھپٹ پڑے جبکہ فیاض قہقہے لگانے لگا۔

''چلی تھی مجھ سے شادی رچانے اور وہ بھی کوٹھے کی آوارہ اور بدقماش لڑکی۔'' فیاض نے زور سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہوگا وہ آپ اچھی طرح سمجھتی ہیں۔

میں اس لمحے یوں تھی جیسے کوئی زندہ لاش ہو۔ میری تمام حسیات مر چکی تھیں۔

میرے خواب چکنا چور ہو گئے۔ میری دنیا لٹ گئی تھی۔ تمام راستے بند ہو چکے تھے۔ چونکہ میں نے گناہ کبیرہ سے سچی توبہ کر لی تھی اس لئے میں دوبارہ اس محلے میں نہیں جانا چاہتی تھی۔ خودکشی حرام ہے اس لئے میں اس فعل سے باز رہی اور مجھے یہی ایک حل نظر آیا کہ میں چپ چاپ پاگل خانے داخل ہو جاؤں تاکہ جب تک سانس باقی ہے اس وقت تک دو وقت کی روٹی ملتی رہے۔ یہ پاگل خانہ ایک خیراتی ادارہ چلا رہا ہے اور یہاں کھانا مفت ملتا ہے۔ پھر یہاں کم از کم ہوس زدہ معاشرے کی گندی نظروں سے بھی تحفظ حاصل ہے۔''

اس کی آنکھوں سے آنسو لگاتار رواں تھے۔

مجھے اس کی دردناک کہانی سُن کر بہت افسوس بھی ہوا اور دل کے ایک کونے میں خوشی کی لہر بھی اٹھی کہ مجھے ایک کہانی مل گئی۔

''آپ نے ایک وعدہ کیا ہے۔'' وہ آنسو پونچھ کر میری طرف دیکھتے ہوئی بولی۔

''ہاں، میں نے وعدہ کیا ہے، بتاؤ میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں۔'' میں اس کی طرف دیکھتے ہوئی بولی۔

''آپ کے اور میرے درمیان جو باتیں ہوئیں وہ کسی کو نہیں بتائیں گی ورنہ میری یہ چھت بھی چھن جائے گی اور مجھے پاگل خانے سے نکال دیا جائے گا پھر ایسا نہ ہو کہ مجھے دوبارہ گناہوں کی دلدل میں دھنسنا پڑ جائے۔'' وہ التجائیہ لہجے میں بولی۔

پھر یکا یک وہ بدل گئی جیسے وہ پاگل ہو، نہ سن سکتی ہو نہ بول سکتی ہو۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

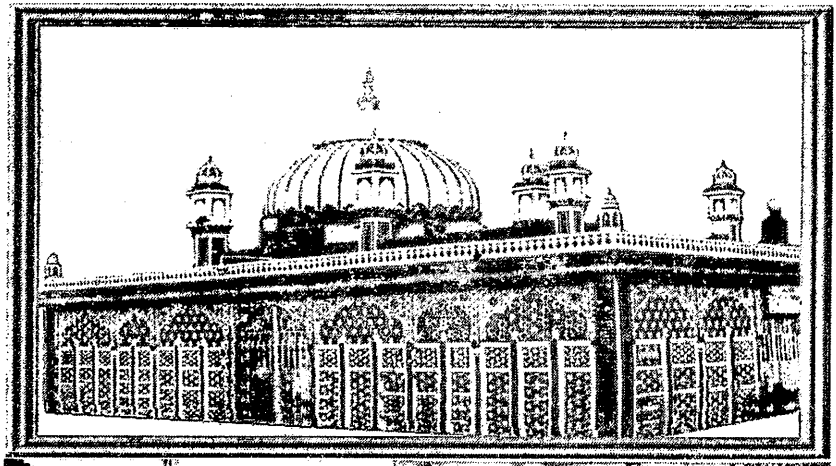

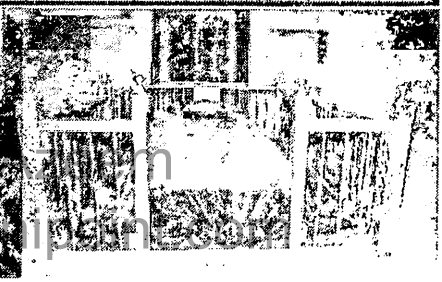

حضرت علی احمد صابری رحؒ

پروفیسر غلام رسول

ایک جلیل القدر ولی اللہ کے حالاتِ زندگی، جن کے جلال اور غصے سے بڑے بڑے اولیاء اللہ بھی گھبراتے تھے.....!

برصغیر کے جلیل القدر بزرگ، حضرت بابا فرید گنج بخش شکرؒ اپنے حجرہ مبارک میں فکر مندی سے سر جھکائے بیوہ بہن کے آگے سکوت اختیار کیے بیٹھے تھے کبھی کبھی سر اٹھا کر پریشانی سے ایک نظر بہن کی طرف بھی ڈال لیتے جو انہیں اُمید بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ بیٹا جوان تھا اور ماں کی خواہش تھی کہ بیاہے گی تو اپنے عظیم القدر بھائی فریدؒ کی صاحبزادی کے ساتھ۔ بابا فریدؒ بہن کی چاہت

سمجھتے تھے جو بھائی کے ساتھ رشتہ مزید مضبوط بنانا چاہتی تھی مگر انہیں بھانجے کی جلالی کیفیت اور گرم مزاجی کا بھی علم تھا۔ بیٹی کو ناز و نعم سے پالا تھا۔ اب اگر انکار کرتے ہیں تو بیوہ بہن کو اس کا احساس ہوتا کہ شاید بھائی یتیم بھانجے کو داماد بنانا نہیں چاہتا۔ یا اپنی بیٹی کو جو شاہ ہند غیاث الدین بلبن کی نواسی بھی لگتی تھی اسے غریب بیوہ بہن کی بہو بنانا ناقابل اعتنا خیال کرتے ہیں۔ بہن' جو بھائی کو یوں مسلسل غور و فکر میں مبتلا دیکھ رہی تھی۔ جذباتی سی ہوگئی اور غصے میں کہا ''فرید کیا میرا بیٹا علی احمد تمہارا خون نہیں ہے۔ تمہارا بھانجا نہیں لگتا، پھر سوچ کیسی؟ یہ فکر و پریشانی کاہے کی؟''۔

بابا فریدؒ نے نرمی اور آزردگی سے کہا ''بہن! تم میرے تامل کو غلط معنی پہنا رہی ہو، بخدا میں علی احمد اور اپنی بیٹی میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتا۔ لیکن مجھے مستقبل پر بھی نگاہ رکھنا پڑتی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ ہماری اولاد پر کسی قسم کی تکلیف و غم کا سایہ پڑے۔ تم تو ماں ہو کیا تم بیٹے کی جلالی فطرت سے آگاہ نہیں ہو؟ اگر تم رشتے پر بضد ہی ہو تو ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن اتنا جان لو اس شادی کا انجام اچھا نہیں نکلے گا۔ علی احمد کو یہ شادی راس نہیں آسکتی۔ اس کا جلال تمہاری بہو کو ہلاک کردے گا''۔

لیکن بہن جو بھائی کی ہاں سے ہی خوشی سے سرشار ہوگئی تھی، اس نے بابا فریدؒ کی ان باتوں پر توجہ ہی نہ دی اور بڑی چاہ سے بہو کو بیاہ کر گھر لے آئی۔ لیکن ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ بابا فریدؒ کا کہا حقیقت بن کر سامنے آگیا۔ شاہ ہند کی نواسی اور بابا فریدؒ کی بیٹی جب علی احمد سے یکجا ہوئی تو شوہر کی جلالی کیفیت کو چار ماہ بھی سہہ نہ سکی اور خالق حقیقی سے جاملی۔

جلالی طبیعت کے مالک گرم مزاج یہ علی احمد، حضرت علاء الدین علی احمد پیا صابر کلیریؒ کے نام سے اولیاء میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ آپؒ میں غصہ کا عنصر اتنا زیادہ تھا کہ لوگ آپؒ سے دُور دُور رہتے۔

سات سال کی عمر تھی کہ باپ کے سائے سے محروم ہوگئے۔ بیوہ جوان ماں نے شوہر کی وفات کے بعد ہرات میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا۔ معاشی حالات بھی ایسے نہ تھے کہ تن تنہا بیٹے کی پرورش کرتیں۔ گھر میں تنگ دستی نے شوہر کی زندگی میں ہی راہ دیکھ لی تھی۔ سو ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر انہوں نے اپنے عظیم بھائی بابا فریدؒ کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ جو ہندوستان کے ایک شہر اجودھن میں قیام پذیر تھے۔ ہرات سے اجودھن (پاکپتن) تک کا فاصلہ خاصا طویل اور دشوار گزار تھا مگر حالات کی مجبوری نے انہیں اس سفر کو طے کرنے کی ہمت دے دی۔ چنانچہ گھر کو تالا لگایا اور بیٹے کو ساتھ لے کر ہندوستان چل کھڑی ہوئیں۔

بھائی نے بہن کا انتہائی پرتپاک استقبال کیا۔ بھانجے کو شفقت سے لے کر گود میں بٹھایا اور چاہت بھری نظروں سے اُسے دیکھنے لگے۔ ماں کی ممتا کو بھی سکون ملا کہ کوئی تو اپنا ہے جو اس کی اولاد کو باپ کا پیار دینے والا ہے۔

بڑے بڑے کان، چوڑی پیشانی، اونچی ناک اور ہم عمر بچوں سے کہیں زیادہ لمبے ہاتھ رکھنے والا یہ معصوم سا بچہ جب بھی بابا فریدؒ کے سامنے آتا وہ اسے بغور دیکھتے۔ آخر ایک دن انہوں نے بھانجے کو قریب بلایا۔ بہن بھی ساتھ بیٹھی تھی۔ آپ نے بہن سے کہا ''ذرا اس کا کُرتا تو اُتارنا'' بہن نے بھائی کا عجیب حکم سنا پہلے تو حیرت زدہ ہوئی پھر آگے بڑھ کر بچے کے جسم سے کپڑا اُتارنے

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

گئی۔ آپ نے بچے کو نزدیک کر کے اس کی پشت کی طرف دیکھ کر کچھ تلاش کرنا شروع کر دیا۔ بہن حیرت سے کھڑی آپ کو دیکھتی رہی۔ بالآخر بچے کی پشت پر آپ کو بالوں کا ایک بے ترتیب سا گچھا نظر آ گیا۔ جسے دیکھ کر اُن کی آنکھوں میں خوشی کی لہر اُبھری اور چہرے پر بشاشت دوڑ گئی۔ انہوں نے بھانجے کو پیار کیا۔ پھر خود ہی اپنے ہاتھوں سے قمیص پہنا کر رخصت کر دیا۔

بچے کے جاتے ہی آپ بہن کی طرف مڑے اور بولے ''یہ نشان جو علی احمد کی پشت پر ہے جانتی ہو کس چیز کا ہے؟''

بہن نے نفی میں سر ہلایا اور بھائی کی طرف دیکھنے لگیں۔

بابا فریدؒ نے خوشی سے سرشار لہجے میں کہا ''میرا بھانجا ولی اللہ بنے گا۔ یہ ولیوں کی نشانی ہے۔ بہن تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ تمہارا بیٹا خوش قسمت ہے''۔ یہ سن کر آپ کی بہن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور دل غم سے بوجھل ہو گیا۔ غمزدہ اور ملول سے لہجے میں بولی ''خوش قسمت..... میرا بیٹا خوش قسمت ہے'' پھر ٹھنڈی سانس لے کر کہا ''اگر خوش قسمتی کے معنی یہ ہیں کہ میرا بچہ بچپن میں ہی باپ کے سائے سے محروم ہو جائے۔ اُس کی زبان باپ کہنے کی لذت سے ناآشنا ہو تو واقعی میرا علی احمد خوش قسمت ہے''۔

وقت گزرتا رہا اور علی احمد اپنے ماموں بابا فریدؒ سے روحانی تربیت پاتا رہا۔ مختصر سے عرصہ میں اس بچے نے وہ کچھ حاصل کر لیا جو اُس کی عمر کے بچے ایک طویل عرصہ کے بعد بھی حاصل نہ کر پاتے تھے۔ حضرت فریدؒ نے بھی بچے کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔

ایک دن اچانک علی احمد کی ماں کو اپنے گھر اپنے شہر ہرات کی یاد ستانے لگی۔ جہاں اس کی زندگی کا ایک عرصہ گزرا تھا۔ ہرات جس سے اُس کی بہت سی یادیں وابستہ تھیں، یاد آنے لگا۔ آخر ایک دن انہوں نے بابا فریدؒ سے اس کی اجازت چاہی کہ وہ اپنا گھر جا کر دیکھنا چاہتی ہیں۔ پرانے ساتھیوں سے ملنا چاہتی ہیں۔ بابا فریدؒ نے انہیں تو جانے کی اجازت دے دی مگر علی احمد کو ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا اور بہن پر واضح کیا کہ اس سے بچے کی تعلیم و تربیت پر اثر پڑے گا۔ علی احمد اب گیارہ سال کا ایک سمجھ دار بچہ تھا۔ ماں نے اُسے اکیلا چھوڑنے میں کوئی عار محسوس نہ کی۔ پھر بھی بھائی سے ممتا بھرے اور دردمندانہ لہجے میں کہا ''بھائی! میرے بیٹے نے کمسنی میں ہی بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں۔ اس ننھی سی جان نے بہت دُکھ جھیلے ہیں۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی اسے آپ کے پاس چھوڑ کر جا تو رہی ہوں لیکن اب آپ ہی اسے میری ممتا اور باپ کا پیار دینے کے پابند ہیں۔ میں اتنا چاہتی ہوں کہ میرا بیٹا میرے پیچھے کسی قسم کی فکر و غم میں مبتلا نہ رہے اور نہ کبھی بھوکا رہے''۔

حضرت بابا فریدؒ لبوں پر ہلکا سا تبسم بکھیرے ماں کی ممتا کی اس بے چینی اور پریشانی کے عالم کو دیکھ رہے تھے۔ پھر مسکرا کر بولے ''بہن .....علی احمد میرا خون ہے۔ میں تمہارے درد کو سمجھتا ہوں لیکن تم بے فکر ہو کر ہرات کا سفر کرو۔ تمہارا بیٹا مکمل سکون سے رہے گا''۔ یہ کہہ کر آپ نے علی احمد کو بلوایا اور بہن کے سامنے ہی اُسے مرید کیا پھر لنگر خانے کا انتظام بھی بھانجے کے سپرد کر کے بہن سے مخاطب ہوئے اب تو تم خوش ہو''۔

ماں مطمئن و شاداں ہو کر ہرات کے لیے رختِ سفر باندھنے لگی۔ اور بیٹا حضرت بابا فرید گنج

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

بخش شکرؒ کے زیر سایہ پروان چڑھتا رہا اور تعلیم و روحانی تربیت میں دوسرے بچوں سے یکتا حیثیت حاصل کرتا چلا گیا۔ لیکن جسمانی حالت کا یہ عالم تھا کہ دن بدن کمزور ہوتا چلا گیا۔ جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گیا۔

ایک طویل عرصہ کے بعد ماں جب ہرات سے اجودھن پہنچی تو بیٹے کی حالت دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ نوجوان بیٹے کو ضعف اور نقاہت سے لرزاں دیکھ کر دل مسوس کر رہ گیا۔ آنکھوں میں آنسو بھرے اُسی وقت بیٹے کو ساتھ لے کر بابا فریدؒ کے پاس گئیں۔ رنج و الم اور صدمے وجذبات کی شدت سے زبان نے الفاظ کا ساتھ نہ دیا۔ پھر بھی بے ربط جملوں میں حضرت بابا فریدؒ کے سامنے شکوہ کرنے لگیں کہ ''بھائی کیا میں اپنے بن باپ کے بیٹے کو اس لیے آپ کے پاس چھوڑ گئی تھی کہ اس کا یہ حال کردیں۔ میں نے تو چلتے چلتے آپ سے بار بار تاکید کی تھی کہ میرے اعلیٰ احمد کو بھوکا نہ رکھیئے گا''۔

بابا فریدؒ نے شاید بارہ سال بعد بھانجے کو غور سے دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئے۔ سامنے ہڈیوں کا پنجر کھڑا تھا۔ پھر بہن سے مخاطب ہوئے بہن ..... بخدا ہم نے اسے کھانے سے محروم نہیں رکھا اور تم تو اس بات کی خود گواہ ہو کہ ہم نے تمہارے سامنے ہی اسے لنگر خانے کا انتظام سونپا تھا۔ یہ لنگر خانے کا مالک تھا۔ جسے چاہتا دیتا جسے چاہتا محروم رکھتا جو چاہتا جس مقدار میں کھاتا اسے کسی نے کیا روکنا تھا کون اس کا ہاتھ پکڑنے والا تھا''۔

ماں نے بیٹے کی طرف دیکھا۔ بیٹے نے سر جھکائے دھیرے سے کہا ''ماں ماموں نے مجھے لنگر خانے کا انتظام سنبھالنے کو کہا تھا یہ تو اجازت نہ دی تھی کہ ہم اُس میں سے کچھ کھا سکتے''۔

بابا فریدؒ نے پیار و شفقت سے بھانجے کو دیکھا اور دریافت کیا ''پھر تم اتنے سال کہاں سے کھاتے پیتے رہے ہو''؟

بھانجا بدستور سر جھکائے بولا ''نباتات' گھاس' جڑیں وغیرہ''۔

یہ سن کر بابا فریدؒ پر رقت طاری ہوگئی اور بھانجے کو کھینچ کر سینے سے لگاتے ہوئے بولے ''علی احمد..... تم نے صبر کی انتہا کردی۔ تم صابر ہو۔ بخدا تم صابر ہو'' اس کے بعد سے یہ نوجوان احمد صابر کے نام سے پکارا جانے لگا۔

ظاہری اور باطنی علوم کے حصول کے بعد علی احمدؒ دن رات مجاہدے اور ریاضت میں بسر کرنے لگے اور اس میں اتنی شدت پیدا کرلی کہ دنیا سے ناطہ ہی توڑ لیا کسی چیز کا ہوش نہ رہا۔ ہر شے سے بیگانہ ہو کر خالق حقیقی سے عشق میں ایسے ڈوبے کہ آس پاس کی ہر چیز حقیر دکھائی دینے لگی۔ لوگوں سے بات چیت ترک کردی۔ طبیعت میں گرم مزاجی اور جلال کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ آپؒ کی طبیعت میں یہ گرم مزاجی اور جلد بازی کا عنصر بابا فریدؒ کے علم میں بھی تھا۔ وہ آپؒ کے روحانی کمال اور ارتقاء سے بھی بخوبی واقف تھے۔

ایک دن حضرت بابا فرید گنج بخشؒ نے اولیائے کرام اور دوسرے ہم عصر بزرگان دین کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے علی احمد صابرؒ کو بلا کر آپؒ کے سر پر کلاہ رکھی اور ولی کی ولایت عنایت کی۔ لیکن ساتھ ہی یہ شرط بھی عائد کردی کہ یہ پروانہ تقرری تبھی قابل قبول ہوگا جب اس پر شیخ جمال ہانسویؒ کی مہر ثبت ہوگی۔

چنانچہ اگلے دن حضرت صابرؒ ہانسی کے لیے روانہ ہوئے اور شیخ جمالؒ کی خانقاہ میں اس شان سے داخل ہوئے کہ ڈولے میں بیٹھے جاتے ہیں اور

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

جب حضرت شیخ آپ کو دیکھ کر استقبال کے لیے ڈولے کے نزدیک آئے تو حضرت صابرؒ نے اُن کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ڈولے کو آگے بڑھنے دیا اور پختہ فرش پر جا کر اُترے۔ حضرت شیخ جمال الدین ہانسویؒ کو بُرا محسوس ہوا مگر ضبط کر گئے۔ سو دوبارہ پلٹے اور حضرت صابرؒ کے پاس جا کر اُن سے مصافحہ کیا۔ اور انہیں عزت و احترام سے ایک جگہ بٹھایا۔ مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ دونوں بزرگان دین نے اکٹھے نماز ادا کی اور پھر خانقاہ میں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت صابرؒ نے بابا فریدؒ کا فرمان کھول کر حضرت جمال ہانسویؒ کے سامنے پھیلایا اور عرض ''حضرت اس پر مہر ثبت کر دیں۔'' جمال ہانسویؒ نے اندھیرے میں فرمانِ قطبیت کو دیکھنے کی کوشش کی مگر کچھ صاف نظر نہ آیا۔ خانقاہ میں ابھی چراغ نہیں جلا تھا اور ہر سو اندھیرے کا عالم تھا۔ چنانچہ آپؒ نے اندھیرے کا عذر کرتے ہوئے کہا ''حضرت صابرؒ..... تاریکی میں کچھ نظر نہیں آ رہا۔ آپ صبح تک انتظار کریں۔ صبح سویرے میں اس پر مہر ثبت کر دوں گا''۔

حضرت صابرؒ نے جواب دیا ''تامل نہ کیجئے آپ چراغ منگوا کر مہر ثبت کر دیں''۔

حضرت جمالؒ نے بے دلی سے ایک مرید کو آواز دی اور چراغ لانے کو کہا۔ مرید کچھ دیر بعد چراغ لا کر آپ کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اُس کے جاتے ہی چراغ گل ہو گیا۔

جمال الدین بے دلی سے بولے ''علی احمد..... صبر کرو..... صبح فجر کی نماز پڑھتے ہی میں مہر لگا دوں گا''۔

لیکن علی احمد تو اس وقت بہت جلدی میں تھے۔ صبح تک انتظار نہ کر سکتے تھے۔ سو انگلی پر کچھ پڑھ کر پھونکا تو اُنگلی سے روشنی پھوٹنے لگی اور اردگرد کا ماحول منور ہو گیا۔ حضرت علی احمدؒ نے جمال ہانسویؒ کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا حضرتؒ اب تو آپ کو کوئی عذر نہ ہوگا۔ روشنی کا بندوبست بھی کر دیا ہے میں نے۔ بس اب آپ مہر ثبت کر کے اپنا کام پورا کریں''۔

یہ صورت حال دیکھ کر حضرت جمال الدین ہانسویؒ بھی غصے میں آ گئے اور سخت طیش کی حالت میں بابا فریدؒ کے فرمان کو پھاڑ کر پُرزے پُرزے کر ڈالا اور پھونک مار کر ہوا میں اُڑا دیا۔ حضرت علی احمدؒ نے یہ سب حیرت سے دیکھا۔ اچانک جمال ہانسویؒ آپ کی طرف مڑے اور غصے میں کہا ''گرم مزاجی؟ یہ جلد بازی؟ بخدا تم تو دہلی والوں کے لیے عتاب سے کم ثابت نہ ہو گے۔ بھلا دہلی والے اس گرم مزاجی کے کہاں عادی ہیں''۔

حضرت علی احمدؒ نے جو یوں فرمان فریدؒ کو پھٹتے دیکھا تو غصے میں آگ بگولہ ہو گئے اور زور زور سے پاؤں پٹختے ہوئے فرمایا۔ آپؒ نے ماموں فریدؒ کا فرمان چاک کیا تو ہم نے تمہارا سلسلہ قطبیت چاک کر دیا''۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت احمد علیؒ کا کہا حرف بحرف درست ثابت ہوا۔ آپؒ کے ارشاد جلالی کے بعد جمال ہانسویؒ کے بڑے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا اور چھوٹے صاحبزادے باوجود اعلیٰ تعلیم و روحانی تربیت کے خلافت سے محروم رہے۔

سہارنپور میں رڑکی کے قریب ایک قصبہ کلیر نام کا تھا۔ اپنے وقت میں اس کا شمار بڑے بڑے شہروں میں کیا جاتا تھا۔ حضرت جمال ہانسویؒ کی وفات کے بعد حضرت فرید گنج بخش شکرؒ نے آپؒ کو دوبارہ ایک فرمان ولایت عنایت کیا۔ اس مرتبہ یہ دہلی کی بجائے کلیر کا دیا گیا۔

جمعہ کا دن تھا۔ کلیر کی جامع مسجد نمازیوں سے آہستہ آہستہ بھرنا شروع ہو گئی۔ حضرت صابرؒ اپنے

Waqar Azeem
Pakistanipoint

ساتھی جمال روغن اور بہاؤالدین کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کلیر کی جامع مسجد پہنچے اور خالی جگہ دیکھ کر بیٹھ گئے۔ کلیر کی جامع مسجد میں یہ رواج تھا کہ ہر نمازی کی جگہ اُس کے لیے مخصوص ہو چکی تھی چنانچہ وہ جب بھی مسجد میں داخل ہوتا اُسے اپنی جگہ خالی ملتی۔ حضرت صابرؒ اور اُن کے ساتھیوں کو اس بات کی خبر نہ تھی۔ سو وہ تینوں جس جگہ کو خالی سمجھ کر بیٹھے تھے ان کے مالک آئے تو مجبوراً اُٹھ کر انہیں ایک دوسری خالی جگہ بیٹھنا پڑا۔ تھوڑی دیر بعد اُس کے وارث پہنچے تو پھر اُن اصحاب کو اُٹھنا پڑا۔ حضرت صابرؒ اُس صورت حال سے بہت دل برداشتہ ہوئے مگر ضبط کرتے رہے۔ آپؒ کے ساتھی جو آپؒ کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھے وہ بار بار گھبرا کر آپؒ کے چہرے پر نظر ڈالتے اور بے چینی کے آثار پا کر خود بھی پریشان ہو جاتے۔ آخر بہاؤالدین برداشت نہ کر سکے اور کھڑے ہو کر مجمع کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگے اور پھر انہیں حضرت صابرؒ کے مرتبے سے آگاہ کیا۔ مگر وہ لوگ بھی شاید شر پسند مزاج کے تھے۔ انہوں نے اس کا نوٹس ہی نہ لیا کہ وہ دونوں کیا کہہ رہے ہیں اور حضرت صابرؒ کون ہیں۔ کس نے انہیں اس شہر کی ولایت دی۔ اسی جمعہ کے اجتماع میں کلیر شہر کا امیر قیام الدین بھی شامل تھا۔ وہ ایک گستاخ اور انتہائی شکی مزاج طبیعت کا مالک تھا۔ اُس نے جب جمال روغن اور بہاؤالدین کو یوں چلا چلا کر لوگوں کو حضرت احمد علی صابرؒ کے رتبے سے آگاہ کرتا پایا تو وہ اپنی فطرت کے مطابق گستاخانہ انداز میں قدم اٹھاتا آپ کے نزدیک آن کھڑا ہوا اور بولا ''حضرت اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آپ ولی ہیں؟''۔

حضرت صابرؒ نے نرمی سے اُسے سمجھایا کہ ''دیکھو مجھے حضرت فریدؒ نے اس شہر کی ولایت عنایت کی ہے اور یہ اُن کا فرمان قطبیت بھی میرے ہمراہ ہے'' یہ کہہ کر آپؒ نے بابا فریدؒ کا فرمان کھول کر امیر شہر کے آگے رکھا۔ اُس نے ایک شان بے نیازی سے اُس پر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالی اور بولا ''ہمیں تو آپ اپنے عمل سے دکھائیں کہ آپ واقعی ولی ہیں یا کوئی شعبدہ باز۔ جب تک آپ ہمیں کوئی کرامت نہ دکھائیں گے ہم یقین کرنیوالوں میں سے نہیں''۔ حضرت علی احمدؒ نے بڑی مشکل سے غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا ''پوچھو..... کیا پوچھنا چاہتے ہو کونسی کرامت دیکھنا چاہتے ہو تم لوگ''۔

امیر شہر ڈھٹائی سے بولا ''حضرت چند ماہ پہلے میری بکری کھو گئی تھی وہ دن جائے اور آج کا دن آئے میری بکری کا علم تک کسی کو نہیں۔ اگر آپ میری بکری کی بابت کچھ سراغ لگا سکیں تو ہم آپ کو ولی جان لیں گے''۔

حضرت صابرؒ کچھ دیر امیر شہر کو کھڑے گھورتے رہے پھر اُس سے دریافت کیا۔

''تمہاری بکری کا نام کیا تھا؟'' ''حرمنہ!'' امیر شہر نے جواب دیا۔

نام معلوم کر لینے کے بعد آپؒ نے بلند آواز سے کہا ''حرمنہ کے کھانے والو..... تم لوگ جہاں بھی ہو اسی وقت جامع مسجد میں حاضر ہو جاؤ''۔

ابھی آپ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ لوگوں کی ایک مختصر سی جماعت جو تقریباً پچیس چھبیس افراد پر مشتمل تھی دوڑتی ہوئی جامع مسجد میں داخل ہوئی۔ لوگوں نے انہیں حیرت و دلچسپی سے دیکھا۔ خود اُن افراد کے چہروں پر بھی حیرانگی اور پریشانی کے سائے چھائے ہوئے تھے۔ آپؒ نے انہیں دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں پوچھا کیوں..... تمہیں نے امیر شہر کی بکری چرا کر کھائی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہے۔ یہ سن کر اُن لوگوں نے جھٹ انکار میں سر ہلایا۔ آپؒ نے غصے سے فرمایا ''اگر تم نے سچ سچ نہ بتایا تو تمہارے جھوٹ کا پردہ چاک کرنے کے لیے میرے پاس اور بھی ذرائع ہیں''۔

یہ سن کر اُن میں سے کچھ لوگ بگڑ کر آپؒ سے مخاطب ہوئے کہ ''حضرت جب آپ ہم سے درست بات نہیں اُگلوا سکے تو اب دھمکیوں کے ذریعے کیوں ہم سے اپنے مطلب کی بات کہلوانا چاہتے ہیں''۔

یہ سن کر آپؒ نے غصے میں پکارا ''حرمنہ..... حرمنہ تم کہاں ہو؟ جو کچھ تمہارے ساتھ شہر کے ان دروغ گو شیطانوں نے کیا وہ تم بلند آواز سے یہاں دہراؤ'' اور پھر جواب میں باری باری سبھی بولتے چلے گئے کہ کس نے حرمنہ کا کتنا گوشت کھایا اور ہڈیاں دفنائی تھیں۔

لوگ حیرت سے کھڑے یہ سب ماجرا دیکھ رہے تھے۔ حاکم شہر بھی اب کسی حد تک آپ سے متاثر نظر آرہا تھا۔ اچانک قاضی شہر مجمع کو چیرتا حاکم شہر کے پاس آن کھڑا ہوا اور اُسے کہنے لگا ''حضور آپ بھی کن چکروں میں پڑ گئے ہیں کیا آپ ساحری اور کرامت میں تمیز نہیں کر سکتے؟ یہ شخص ولی نہیں جادوگر ہے۔ آپ ایمان کی سلامتی چاہتے ہیں تو اس کی ساحرانہ باتوں سے بچیں'' قاضی شہر کے یہ جملے سن کر شہر کے حاکم کے دل میں بھی اب وسوسے پیدا ہونا شروع ہوئے۔ چنانچہ وہ آپ سے کوئی بات کیے بنا وہاں سے کھسک گیا۔

حضرت صابرؒ شہر والوں کے اس رویہ سے سخت دل برداشتہ ہوئے۔ اور تمام حالات لکھ کر بابا فریدؒ کو روانہ کر دیئے۔ بابا فریدؒ نے جواباً قاضی شہر اور حاکم شہر کو خط لکھے مگر انہوں نے ہر مرتبہ بابا فریدؒ کا نامہ چاک کر کے اُس کا مذاق اُڑایا۔

اب بابا فریدؒ نے بھی اس کو سنجیدگی سے لیا اور کلیر والوں کی روش سے تنگ آکر بھانجے کو لکھ بھیجا۔ ''علی احمد صابر..... برضائے خدا کلیر بکری تمہاری ولایت میں ہے چاہو تو اس کا گوشت کھاؤ پسند کرو تو دودھ پیتے رہو''۔

ماموں کا یہ خط پا کر حضرت علی احمد صابرؒ بہت خوش ہوئے اور فرمان پر عمل درآمد کرنے کی ٹھانی۔

اتفاق سے جمعہ نزدیک تھا۔ آپؒ نے جمعہ کے دن کا انتظار کیا اور نماز جمعہ کے وقت مسجد میں تشریف لے گئے۔ اس مرتبہ کلیر کے لوگوں نے آپؒ سے پھر وہی برتاؤ کیا۔ ابھی آپؒ مسجد میں بیٹھے بھی نہ پائے تھے کہ اٹھا دیئے گئے اور یہ عمل اُس وقت تک جاری رہا جب تک کہ آپؒ مسجد سے باہر نہ نکل آئے۔ مسجد میں لوگ سنتیں پڑھنے میں مشغول تھے۔ پھر امام نے خطبہ دیا اور خطبے کے بعد آپؒ نے جلال میں جوش بھرے انداز میں مسجد میں کہا۔

''مسجد! آج تک تو لوگ یہاں نماز پڑھنے آتے رہے ہیں لیکن تم نے ایک مرتبہ بھی نماز ادا نہیں کی۔ آج تُو بھی نماز پڑھ اور سجدہ کر''۔

سورج کی کرنیں انسان کے بلڈ پریشر کو کنٹرول کرنے میں مدد دیتی ہیں

ایک نئی تحقیق میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ سورج کی کرنیں انسان کے بلڈ پریشر کو کنٹرول کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ برطانیہ میں ہونے والی تحقیق میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ سورج کی کرنیں انسان کے بلڈ پریشر کو کم کرنے میں مدد دیتی ہیں جس سے دل کے دورے کا خطرہ بہت حد تک کم ہو جاتا ہے۔ ہائی بلڈ پریشر کے باعث دل کی بیماری میں مبتلا ہو کر ہر سال دنیا بھر میں ہزاروں افراد موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

(مرسلہ: قیصر راحیل)

Waqar Azeem Pakistanipoint

یہ حکم ملنا تھا کہ مسجد کے در و دیوار ہلنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے مسجد زمین بوس ہو کر تمام نمازیوں کو اپنی آغوش میں لے چکی تھی۔ کلیر والوں نے آپؒ کو جو دکھ پہنچائے تھے اور بابا فریدؒ کے فرمانوں کے ساتھ جو گستاخانہ رویہ اختیار کیے رکھا اُس کی سزا انہیں یہ ملی کہ شہر میں زبردست طاعون پھیلا اور دنوں میں کلیر تباہی و بربادی کا ایک بھیانک نقشہ پیش کرنے لگا۔

کلیر کی تباہی کے بعد آپؒ بے چین رہنے لگے۔ کسی بات کا ہوش نہ رہا۔ لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور ایک ویرانے میں جا کر گولر کے درخت کے نیچے اپنا مسکن بنا کر وہیں عبادت و ریاضت شروع کر دی مگر اب بھی آپؒ کی گرم مزاجی اور جلالی طبیعت میں تبدیلی پیدا نہ ہوئی تھی لوگ آپؒ کے پاس جاتے ڈرتے تھے اور گھبرا کر دُور دُور ہی رہتے۔

ایک دن حضرت صابرؒ حسبِ معمول درخت کے نیچے بیٹھے عبادت میں مشغول تھے کہ اُن کے کانوں میں کسی کے خوش الحانی سے تلاوت کی آواز پہنچی۔ ایک طویل عرصہ کے بعد آپؒ نے کوئی انسانی آواز سنی تھی۔ سو جستجو کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بالآخر ایک درخت کے نیچے آپ کو بابا فریدؒ کا مرید شمس الدین بیٹھا تلاوت کرتا نظر آیا۔ آپؒ بھی اُس کے پاس ہی بیٹھ گئے اور وجد میں آ گئے۔ جب شمس الدین نے تلاوت ختم کر کے سر اُٹھایا تو اپنے سامنے حضرت صابرؒ کو موجود پا کر گھبرا گیا لیکن آپؒ نے نرمی سے فرمایا ''شمس..... گھبراتا کیوں ہے رے۔ ہم تجھ سے بہت خوش ہیں''۔

شمس الدین یہ سن کر مطمئن ہو گیا اور آپؒ کے ساتھ ہی رہنے لگا۔ ایک دن آپؒ نے اُسے پانی کے لیے بھیجا تو شمس الدین بڑی دیر سے پانی لایا۔ آپؒ غصہ ضبط نہ کر سکے اور ناراضگی سے بولے ''ایک پیالہ پانی لانے میں اتنی تاخیر؟ شمس کیا تجھے دکھائی نہیں دیتا۔ اندھا ہو گیا ہے پانی نظر نہیں آیا تھا کیا؟

شمس الدین سے جونہی پیالہ لے کر آپ بیٹھے شمس درد و غم سے چلا پڑا حضور..... میں تو اندھا ہو گیا، یہ دیکھ کر حضرت صابرؒ کو بھی افسوس ہوا اور سجدے میں گر کر پروردگار سے عرض کی۔

''ارے واحد رب العالمین..... شمس تو تیرے اس گناہ گار بندے کا دوست ہے۔ اس اجاڑے میں واحد ساتھی تو اس کے حال پر رحم فرما'' دعا ختم ہوئی اور شمس الدین اللہ کی مہربانی سے دوبارہ بینا ہو گیا۔

حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر پیاؒ کا 13 ربیع الاوّل 69 ھ میں وصال ہوا۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت غوث اعظم عبدالقادر جیلانیؒ سے تعلق رکھتا تھا۔ کہتے ہیں آپؒ کی وفات کے بعد آپؒ کے جلال و غصہ کا یہ عالم تھا کہ لوگ آپ کے مزار پر بھی جاتے گھبراتے تھے۔ اگر کوئی شامت کا مارا وہاں بھولے سے چلا بھی جاتا تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا یا پھر اور کوئی بڑا نقصان کروا لیتا۔

آخر ایک مرتبہ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ حضرت صابرؒ کے مزار پر گئے اور فرمایا ''حضرت اب تو جلال میں کمی فرمائیں، لوگوں نے آپؒ کے اس جلال کی وجہ سے ہی زندگی میں آپؒ سے دُوری رکھی۔ اب وصال کے بعد بھی آتے گھبراتے ہیں۔ اب تو بندگانِ خدا پر رحم فرما کر انہیں جمال سے نوازیں''۔

چنانچہ رات کو خواب میں حضرت گنگوہیؒ نے دیکھا کہ حضرت صابرؒ بہ نفسِ نفیس موجود تھے اور فرما رہے تھے عبدالقدوس ہم نے تیری درخواست پر اپنے جلال میں کمی کر دی ہے۔ لوگ اب ہمارے مزار پر حاضری دینے شوق سے آئیں۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

کرونا وائرس ماں سے بچوں کو منتقل نہیں ہوتا

کرونا وائرس جس تیزی سے پھیلا ہے اس نے دنیا بھر میں نظام صحت کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ایسے میں ماں اور بچے کی صحت کے بارے میں بھی تشویش پائی جاتی ہے۔ اقوام متحدہ کا ادارہ صحت ڈبلیو ایچ او اور یونائیٹڈ نیشنز پاپولیشن فنڈ یا یو این ایف پی اے کووڈ نائنٹین سے نمٹنے کیلئے مل کر کام کرتے رہے ہیں۔ اور ان کی جاری کردہ ہدایات کے مطابق،

ماں بننے والی خواتین یا بچے کو، اور دودھ پلانے والی ماؤں کو کووڈ نائنٹین سے کسی مخصوص خطرے کی شہادت تو نہیں ملی۔ البتہ، ان کے لئے بھی وہی احتیاطی تدابیر انتہائی ضروری قرار دی گئی ہیں جو باقی لوگوں کیلئے ضروری ہیں۔ ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ کووڈ نائنٹین سے ماں بننے والی عورت کو بھی اتنا ہی خطرہ ہے جتنا کہ کسی عام عورت یا مرد کو ہے، لیکن، چونکہ ماں بننے والی عورت کا مدافعتی نظام بہت کمزور ہوتا ہے اس لئے اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ صحت کا خاص خیال رکھے اور احتیاط بھی زیادہ کرے۔ اس سوال کے جواب میں کہ کیا کرونا وائرس متاثرہ ماں سے بچے میں منتقل ہوسکتا ہے ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ ابھی تک اس بارے میں کوئی رپورٹ سامنے نہیں آئی۔ ڈاکٹرز کے مطابق اگر ماں بننے والی عورت کوئی غیر معمولی تبدیلی دیکھے تو کرونا وائرس ہو یا نہ ہو اسے فوراً ڈاکٹر کو دکھانا چاہئے، تاکہ بچے اور ماں کی صحت کو درپیش خطرے سے فوری نمٹا جا سکے۔ اگر ماں کرونا وائرس کا شکار ہو تو بھی اس کے بچے کو اس سے الگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے نہ ہی ماں اپنے بچے کو دودھ پلانا بند کرے، کیونکہ یہ خدا کی نعمت ہے کہ کرونا وائرس ماں کے دودھ سے بچے کو منتقل نہیں ہوتا۔ ضروری بات یہ ہے کہ ماں ماسک پہنے، اپنا لباس اور ہاتھ صاف رکھے اور بار بار ہاتھ دھوئے۔

ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ بچے کی صحت مند پیدائش کیلئے ماں کا صحت مند ہونا اور اچھی غذا کھانا ضروری ہے، چنانچہ ماں کیلئے غذا میں پروٹین اور کیلشیم کا ہونا بہت ضروری ہے جو انڈوں اور مرغی سے ملتے ہیں لیکن اگر انڈے اور مرغی میسر نہ ہوں تو دالیں اور چنے بھی یہ کمی پوری کر سکتے ہیں۔ ماں بننے والی خواتین خوب پانی پئیں مگر صاف پانی پئیں اور چاہے تو ابال کر پئیں تاکہ ان کے گردے صحت مند رہیں۔ حاملہ خواتین کے گردوں میں پتھری پیدا ہونے کا خطرہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ بچے کی پیدائش گھر میں ہو یا ہسپتال میں، ماں اور بچے کی دیکھ بھال میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔

لاک ڈاؤن: خواتین کو ہراساں کرنے کے واقعات میں اضافہ

پاکستان میں کرونا وائرس کی وبا کو پھیلنے سے روکنے کیلئے دنیا کے دیگر ملکوں کی طرح ملک بھر میں لاک ڈاؤن کی پابندی عائد کرنا پڑی۔ اس لاک ڈاؤن میں جہاں لوگوں کو اور مشکلات برداشت کرنا پڑیں وہیں بعض جدید سہولتیں

ان کے لئے پریشانی کا باعث بن گئیں، جن میں انٹرنیٹ کی سہولت بھی شامل ہے۔ کچھ انسانوں نے انٹرنیٹ کو دوسروں کو ہراساں کرنے اور انھیں ایذا پہنچانے کا ذریعہ بنالیا۔ لیکن، اس کا نشانہ زیادہ تر معصوم اور کمزور عورت ذات ہی بنی۔ اور پھر ہراساں کرنے کا یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ شکایتوں کے انبار لگ گئے۔ ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈیشن پاکستان میں انٹرنیٹ کے صارفین کے حقوق کی تنظیم ہے۔ اس کی ایک حالیہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ لاک ڈاؤن کے دنوں میں آن لائن ہراساں کئے جانے کی شکایات میں 189 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ کسی کو پریشان کرنے یا ڈیجیٹل طریقے سے ہراساں کرنے والوں کو کافی وقت درکار ہوتا ہے جو لاک ڈاؤن نے آسانی سے مہیا کر دیا۔ آن لائن ہراساں کئے جانے کی شکایات میں اضافے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ پہلے یہ شکایات نہیں ہو رہی تھیں بلکہ وقت کے ساتھ لوگوں میں آگاہی پیدا ہوئی اور ایک مربوط سپورٹ سسٹم بن جانے سے شکایت پہنچانا آسان ہوا۔

خواتین میں خودکشی کے رجحان میں تشویشناک اضافہ

ذہنی امراض کے ماہرین کا کہنا ہے کہ انسان غیر معمولی حالات میں ہی اپنی زندگی کے خاتمے جیسا انتہائی قدم اٹھاتا ہے۔ خودکشی کی ایک بڑی وجہ ڈپریشن ہے، جس کی وجہ سے انسان خود کو بے بس اور بے یار و مددگار سمجھنے لگتا ہے۔ پاکستان میں حالیہ برسوں کے دوران شہری خواتین میں خودکشی کی شرح میں کافی اضافہ دیکھنے میں آیا ہے، جس میں خاص طور پر نوجوان عورتوں کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ مثال کے طور پر، گذشتہ ڈیڑھ ماہ کے عرصے میں لاہور میں خودکشی کرنے والے 10 افراد میں سے پانچ جوان خواتین تھیں، جن میں سے کچھ چھوٹے بچوں کی مائیں بھی تھیں۔ چھ مئی کو لاہور کے علاقے نواں کوٹ کی رہائشی 30 سالہ سکول ٹیچر نے اپنی زندگی کا خاتمہ کرلیا۔ اس واقعہ کے دو دن بعد، 8 مئی کو سبزہ زار، لاہور میں دو بچوں کی ماں نے گھریلو جھگڑے پر خودکشی کرلی۔ اسی مہینے، 27 مئی کو شفیق آباد کی رضیہ بی بی نے شوہر کی بدسلوکی اور غربت سے تنگ آکر کوئی زہریلی چیز کھا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کرلیا۔ رضیہ بی بی کے تین چھوٹے بچے تھے۔ شاہدرہ لاہور کی نفیسہ بی بی کے لیے 29 مئی اس کی زندگی کا آخری دن ثابت ہوا جب اس نے غربت سے گھبرا کر اپنی جان لے لی۔ نفیسہ ایک چھوٹے بچے کی ماں تھی۔

ذہنی امراض کے ماہرین کا کہنا ہے کہ انسان غیر معمولی حالات میں ہی اپنی زندگی کے خاتمے جیسا انتہائی قدم اٹھاتا ہے۔ خودکشی کی ایک بڑی وجہ ڈپریشن ہے، جس کی وجہ سے انسان خود کو بے بس اور بے یار و مددگار سمجھنے لگتا ہے۔ اسے محسوس ہوتا ہے کہ اب بہتری کی کوئی امید باقی نہیں رہی، تو مایوسی میں وہ اپنی زندگی ختم کرلیتا ہے۔ ماہرین ذہنی امراض کا کہنا ہے کہ جدید سماجی ڈھانچے کی بدولت لوگوں پر دباؤ میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ لیکن، معاشرے نے اس دباؤ کو ختم یا کم کرنے کے لیے مدد کا کوئی نظام نہیں بنایا۔ سماجی طور پر کوئی مدد دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے لوگ خودکشی جیسا قدم اٹھاتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق خواتین میں خودکشی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ شادی کا فیصلہ کرتے ہوئے لڑکے اور لڑکی کی ذہنی اور تعلیمی مطابقت کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ والدین اندھا دھند رشتے طے کر دیتے ہیں، کیونکہ انہیں اچھا رشتہ ہاتھ سے نکلنے کا خوف ہوتا ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سیارہ کچن کارنر

جویریہ کامران

خواتین قارئین کی دلچسپی اور پسند کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے کھانوں کی تراکیب پر مبنی خصوصی سلسلہ شروع کیا ہے جس میں آسان مگر معیاری اور نئی تراکیب پیش کی جائیں گی۔ ان تراکیب پر عمل کر کے نہ صرف آپ اپنے گھر والوں کو نت نئے ذائقہ دار کھانے فراہم کر سکتی ہیں بلکہ روایتی ڈشز پکانے کی بوریت سے بھی نجات حاصل کر سکتی ہیں۔ ہماری کوشش ہوگی کہ آپ کو بہترین تراکیب فراہم کر سکیں۔ اس سلسلے میں آپ ہمیں اپنی تجاویز اور آراء سے آگاہ کرتے رہیے۔ نیز آپ ہمیں خود بھی نئی اور معیاری تراکیب لکھ کر بھیج سکتی ہیں جنہیں آپ کے نام کے ساتھ شائع کیا جائے گا اور بہترین ترکیب پر اعزازی شمارہ بھی آپ کو ارسال کیا جائے گا!

email:sayyaradigest@gmail.com

www.facebook.com/sayyaradigest

WapdaAz.com
Pakistanipoint.com

چکن سٹیک رائس باؤل ریسپی

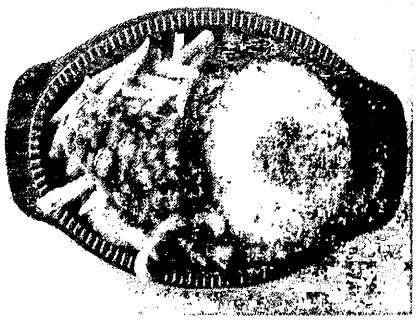

چاول بنانے کے اجزاء: چاول آدھا کپ' سرکہ 1 اور آدھا کھانے کا چمچ' کھانے کا تیل 2 کھانے کے چمچ' نمک حسب ذائقہ' کالی مرچ پاؤڈر 1 چائے کا چمچ' لہسن پاؤڈر 1 کھانے کا چمچ' گاجریں 1 چوتھائی کپ' شملہ مرچ 1 چوتھائی کپ' بند گوبھی 1 چوتھائی کپ' چکن میرینیشن: چکن فلٹس 3 عدد' نمک حسب ذائقہ' کالی مرچ پاؤڈر 1 کھانے کا چمچ' لہسن پاؤڈر' کھانے کا چمچ سوس بنانے کے اجزاء: تلوں کا تیل دو کھانے کے چمچ' نمک حسب ذائقہ' کالی مرچ پاؤڈر 1 کھانے کا چمچ' لہسن 1 کھانے کا چمچ' سویا سوس 1 کھانے کا چمچ' ووسٹر شائر سوس 2 کھانے کے چمچ' سرکہ 2 کھانے کے چمچ' براؤن شوگر 3 کھانے کے چمچ' کارن فلار اور پانی مکسچر 1 چوتھائی کپ' کٹی ہوئی گاجریں آدھا کپ' مشروم آدھا کپ

ترکیب: ایک باؤل میں چاولوں کو تیس منٹ تک بھگو رکھیں اور پھر سائیڈ پر رکھ دیں۔ اب چکن فلٹس پر ایک چٹکی نمک' لہسن پاؤڈر اور کالی مرچ دونوں سائیڈوں پر چھڑک کر تیس منٹ میرینیٹ کے لئے رکھ دیں۔ پھر ایک گرل پین کو گرلیس کریں اور چکن فلٹس کو دونوں

سائیڈوں سے چار سے پانچ منٹ پکا کر سائیڈ پر رکھ دیں۔ایک پین میں کھانے کا تیل گرم کرکے اس میں لہسن ڈالکر ایک منٹ تک بھونیں۔پھر اس میں مشروم اور گاجریں ڈال کر ایک منٹ مکس کریں۔اب اس میں نمک، کالی مرچیں، لہسن کی جویں، سویا سوس، ووسٹر شائر سوس، سرکہ، براؤن شوگر، کارن فلار اور تلوں کا تیل ڈال کر گاڑھا ہونے تک پکائیں۔پھر اس پر گرلڈ چکن رکھیں اور سائیڈ پر رکھ دیں۔اب ایک برتن میں پانی، نمک اور سرکہ ڈال کر اُبلنے دیں اور اس میں بھگوئے ہوئے چاول ڈال کر اسی فیصد پکنے تک پکائیں۔پھر ایک دوسرے پین میں کھانے کا تیل گرم کرکے اس میں لہسن، گاجریں، شملا مرچ اور بند گوبھی ڈال کر بھون لیں۔اب اس میں سفید مرچ، نمک اور ابلے ہوئے چاول ڈال کر ڈھکن سے ڈھک کر چھ سے آٹھ منٹ پکائیں اور پھر آخر میں اس پر سبز پیاز ڈالیں۔اب ایک باؤل میں فرائی کیے ہوئے چاول ڈالیں اور اس پر تیار کیے چکن سٹیک رکھ کر سائیڈ پر سوس ڈال دیں۔چکن سٹیک رائس تیار ہیں۔

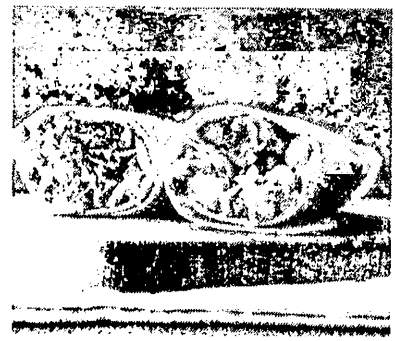

تندوری شوارما ریسپی

تندوری مصالحہ بنانے کے اجزاء: ذیرہ 2 کھانے کے چمچ، دھنیا 2 کھانے کے چمچ، سونف 1 چائے کا چمچ، دارچینی 2 عدد، سبز الائچی 14-15 عدد، کالی الائچی 3 عدد، لونگ 1 چائے کا چمچ، کالی مرچ 1 کھانے کا چمچ، بادیان 1 عدد، خشک ادرک 1 عدد، لال مرچ پاؤڈر 1 کھانے کا چمچ، کشمیری چلی پاؤڈر 1 کھانے کا چمچ، نمک 1 اور آدھا کھانے کا چمچ، ہلدی پاؤڈر آدھا چائے کا چمچ، ٹاٹری آدھا چائے کا چمچ، مالٹا کھانے کا رنگ 1 چائے کا چمچ

ڈو بنانے کے اجزاء: میدہ 3 عدد، خمیر 2 چائے کے چمچ، چینی 1 چائے کا چمچ، دہی 1 چوتھائی کپ، گرم پانی حسب ضرورت

فلنگ بنانے کے اجزاء: کھانے کا تیل 4-5 کھانے کے چمچ، ابلا اور باریک کٹا چکن 2 کپ، پیاز آدھا کپ، بند گوبھی 1 کپ، تندوری مصالحہ 1 اور آدھا کھانے کا چمچ، نمک حسب ذائقہ

کریم سوس بنانے کے اجزاء: کریم آدھا کپ، مایونیز 1 کپ، نمک حسب ذائقہ، کالی مرچ آدھا چائے کا چمچ، لیموں کا رس 3 کھانے کے چمچ، لہسن پیسٹ 1 کھانے کا چمچ، پودینہ 2 کھانے کے چمچ۔

اسمبلنگ: موزریلا چیز حسب ضرورت، کالا زیتون حسب ضرورت، پیزا سوس حسب ضرورت اور لیگا نو حسب ضرورت

ڈو ترکیب: ایک باؤل میں میدہ، نمک، چینی اور خمیر ڈال کر اچھی طرح مکس کریں۔اب اس میں دہی ڈال کر تھوڑا تھوڑا پانی ڈالیں اور نرم ڈو گوندھ کر ایک سے دو گھنٹے ڈھک کر رکھ دیں۔

تندوری مصالحہ ترکیب: ایک گرینڈر میں ذیرہ، دھنیا، سونف، دار چینی، کالی الائچی، لونگ، بادیان اور خشک ادرک ڈال کر اچھی طرح گرینڈ کرلیں۔اب اس مکسچر کو ایک باؤل میں ڈال کر اس میں لال مرچ پاؤڈر، کشمیری چلی پاؤڈر، نمک، ہلدی، ٹاٹری اور مالٹا کھانے کا رنگ ڈال کر اچھی طرح مکس کریں۔

فلنگ ترکیب: ایک پین میں کھانے کا تیل گرم کرکے اس میں پیاز ڈال کر بھون لیں۔اب اس میں چکن اور بند گوبھی ڈال کر مکس کریں۔پھر اس پر تندوری مصالحہ

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

ڈاکٹر ایم اے فاروقی کی ایک اور معرکۃ الآرا کتاب

شائع ہوگئی ہے

لوک دوائیں

لوک علاج

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

خدا کرے آپ ہمیشہ صحت مند رہیں لیکن خدانخواستہ اگر آپ کسی بھی جسمانی مرض میں مبتلا ہوں تو فوراً ڈاکٹر صاحب کی کتاب سے استفادہ حاصل کریں۔ یہ کتاب نہیں ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جسمیں ہر بیماری کیلئے کئی طریقہ علاج بتائے گئے ہیں۔

اور نمک چھڑک دیں، فلنگ تیار ہے۔

کریم سوس ترکیب: ایک باؤل میں مایونیز، کریم، نمک، کالی مرچ، لیموں کا رس، لہسن اور پودینہ ڈال کر تمام اجزا اچھی طرح مکس کریں، سوس تیار ہے۔

اسمبلنگ: ڈو کو چار برابر حصوں میں کاٹ لیں۔ اب اس پر پیزا سوس پھیلا کر اس پر چکن، کریم سوس، کالا زیتون اور چیز ڈال کر شوارما کی شکل میں لپیٹ لیں۔ پھر اس پر اوریگانو چھڑک کر پہلے سے گرم اوون میں ایک سو اسی کے ٹمپریچر پر پندرہ سے بیس منٹ بیک کر لیں۔ آپ شوارما کو پین میں ڈھک کر بھی پکا سکتے ہیں۔ مزیدار تندوری شوارما تیار ہے۔

بریڈ کچوری

اجزاء: ابلے، میشڈ آلو 2 عدد، باریک کٹا ہوا چکن آدھا کلو، ہری مرچیں چوپڈ 2- 3 عدد، نمک حسب ذائقہ، ابلے ہوئے مٹر 1 کپ، چاٹ مصالحہ 1-2 چائے کے چمچ، لال مرچ پاؤڈر 1 چائے کا چمچ، کٹی کالی مرچ 1- 2 چائے کے چمچ، سبز دھنیا 2-3 کھانے کے چمچ، بریڈ سلائیسز

ترکیب: ایک باؤل میں ابلے، میشڈ آلو، باریک کٹا ہوا چکن، ہری مرچ، نمک، مٹر، چاٹ مصالحہ، لال مرچ پاؤڈر اور کالی مرچ ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں۔ اب سینڈوچ بریڈ کو گول کاٹ کر اس پر تیار کیا ہوا مکسچر رکھیں اور دوسری بریڈ رکھ کر بند کر دیں۔ پھر ایک پین میں کھانے کا تیل گرم کر کے تیار کی ہوئی بریڈز کو تیز آنچ پر گولڈن براؤن ہونے تک فرائی کر لیں۔

منی چکن بریڈ سموسے

اجزاء: چکن قیمہ 500 گرام، کھانے کا تیل 2 کھانے کے چمچ، ادرک لہسن پیسٹ 1 چائے کا چمچ، نمک حسب ذائقہ، کٹی لال مرچ آدھا کھانے کا چمچ، زیرہ پاؤڈر 1 چائے کا چمچ، دھنیا پاؤڈر 1 چائے کا چمچ، مایونیز 1 چوتھائی کپ، بریڈ سلائس 8-10 عدد، انڈے 2 عدد، بریڈ کرمز حسب ضرورت

فلنگ ترکیب: ایک پین میں کھانے کا تیل ڈال کر ادرک پیسٹ ڈال کر ایک منٹ بھون لیں۔ اب اس میں پیاز ڈال کر دو سے تین منٹ پکا لیں۔ پھر اس میں ٹماٹر ڈال کر دو سے تین منٹ اور پکائیں۔ اب اس میں چکن قیمہ، نمک کٹی لال مرچ، زیرہ پاؤڈر اور دھنیا پاؤڈر ڈال کر پانچ منٹ پکائیں۔ پھر آخر میں سبز مرچیں، دھنیا اور مایونیز ڈال کر مکس کریں، فلنگ تیار ہے۔

اسمبلنگ: بریڈ سلائس لیں اور اس کو درمیان سے گول شکل میں کاٹ لیں۔ اب اس کو سموسے کی شکل میں فولڈ کر کے اس میں فلنگ بھر دیں اور کناروں پر پانی لگائیں۔ پھر ان سموسوں کو انڈوں میں ڈپ کر کے بریڈ کرمز میں کوٹ کریں۔ اب ایک پین میں کھانے کا تیل گرم کر کے سموسوں کو لائٹ گولڈن براؤن ہونے تک فرائی کر لیں۔ مزیدار بریڈ سموسے تیار ہیں۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

بزمِ شاعری

دُعا

اُٹھائے رہتا ہوں ہاتھوں کو اس دعا کے لئے
ہر ایک پل میرا گزرے تری ثناء کے لئے
میں خاکی بندہ ہوں خاطی خطاؤں کا پتلا
تُو درگزر کے لئے اور ہوں میں خطا کے لئے
زمانے بھر کے امیروں میں طبقہ بندی ہے
کھلا ہوا ہے تیرا اور تُو ہر گدا کے لئے
کرونا پھیلی ہے ایسی وباء زمانے میں
چھڑایئے جلد ہمیں آقا رب خدا کے لئے
ہیں جرم جتنے بھی سب ہم میں پائے جاتے ہیں
پسند کرتا ہے شیطان ہمیں سزا کے لئے
ہمارے شوق نے ہم کو کہیں کا چھوڑا نہیں
بچا لیں آقا شہیدان کربلا کے لئے
(شوق خانوانی)

غزل

جتنا دُور بھی رہا میں اسے کبھی نہ بھلا سکا
نہ جانے دل کو کیا ہوا میں اسے کبھی نہ بھلا سکا
سمندر کی خاموشی میں لہروں نے لی انگڑائی
اک حشر ہوا بپا میں اسے کبھی نہ بھلا سکا
گہرے سکوت کو توڑا پہاڑ گرا ہرا بھرا
ایک آتش فشاں پھٹا میں اسے کبھی نہ بھلا سکا
دریا کو یہ کیا سوجھی کناروں سے یہ بہہ نکلا
فصل کو تباہ کیا میں اسے کبھی نہ بھلا سکا
پھول سے نازک بدن میرے ساتھ چل دیئے
صحرا کی تپتی ہوا میں اسے کبھی نہ بھلا سکا
اک بدلی اُمڈ آئی پیاسے ریگستان میں
سر پہ جب اولا پڑا میں اسے کبھی نہ بھلا سکا
خیالوں کی دنیا کا منظر مخمور کتنا عجیب
کتنا ڈراؤنا خواب تھا میں اسے کبھی نہ بھلا سکا
(احمد علی شاہ مخمور)

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ذرا ہوش میں آؤ

یہ سبھی اُلجھنیں ہیں انعام ربّ کا
گر یہ سمجھ لو تو پیغام ہے ربّ کا
بنا بتائے جو آجاتے ہیں...!!
کدھر کو ہم جائیں سمجھ نہ آئے ہم کو
مگر اے پیارو نہ تم اسقدر الجھو.....!!!
جو سمجھو اس کو پیام ہے ربّ کا
ذرا سا سوچ لو ذرا سا سمجھ لو
ابھی بھی وقت ہے تمھارے پاس...!!
اپنے اردگرد دیکھو، ذرا ہوش میں آؤ
قرآن کھولو اپنا تن من لگا دو
دین کے سبھی احکامات تو پڑھو..!!!
پیغامات دیکھو، راستے تلاش کرو
اور جہاں سے تم رُخ موڑ چکے ہو...!!!

پلٹ آؤ وہیں سے گر وقت ہے ابھی
جو رب کو ناراض کر بیٹھے ہم
اسے منانے کا وقت اب ہوا چاہتا...!!
اٹھو نہ سوچو اب دل سے توبہ کر لو
دیں پر چلنے کا تم عہد کر لو......!!
رحیم ہے وہ ذات کریم بھی ہے
محبت ہے عظیم تر بھی ہے وہ......!!!
گر مایوس ہو تو چھوڑ دو یہ اُداسی
امید کا دامن ہمیشہ تم پھیلائے رکھو...!!!
وہ مان جائے گا یہ یقین کامل ہے
جھکا کر اپنا سر سجدے میں رکھو......!!!
وبائیں، غموں آزمائشوں کے لمحے میں
وہ ٹال دے گا وہ سنبھال لے گا......!!
وہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب تر
وہ رگِ جاں سے بھی بڑھ کے ہے
وہ سب بلاؤں کو ٹال دے گا
وہ سب غموں کو مٹا دے گا
وہ سب دکھوں سے نکال دے گا
ان شاء اللہ الرحمٰن...........!!!!
وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے وہ سب سن رہا ہے دیکھ رہا
ہے
وہ ہمارا کارساز ہے وہی ہمارا مالکِ کل جہان
ہے......!!!

(ہانیہ سلیم۔ اٹک)

کرونا کے کارنامے

کرونا نے آ کے ایسا ہے چکر چلا دیا
اِک پل میں سب کو بندے کا پتر بنا دیا
اِک پل بھی جو ٹکتے نہ چین سے گھر کبھی
گمشدہ بیٹوں کو ماؤں سے مِلا دیا

ویلنگ کے جو شوقین تھے اُنکو پولیس نے
مرغا بنا دیا، کہیں چھتر لگا دیا
سڑکوں پہ گھومتے تھے جو راتوں کو مثلِ سگ
اُن جیسے لوفروں کو بھی گھر میں بٹھا دیا
کھانے، پینے، سونے کے بھولے تھے جو اُصول
انسانیت کا گدھوں کو سبق پھر پڑھا دیا
ہوٹل میں پیپسی، برگر کی جو کرتے جگالیاں
اُن کو بھی گھر کے کھانے کا چسکہ لگا دیا
اب شکر کر رہے ہیں لاہور میں گدھے
کرونا نے کباب بننے سے اُنکو بچا لیا
تھا دعویٰ مسلمانی کا پر ایسی مچائی لوٹ
کرونا نے منافقت کا ہے پردہ اُٹھا دیا
دُلہا جو بن رہے تھے سبھی خوار ہو گئے
شادی گھروں پہ جب سے ہے تالا چڑھا دیا
بن بلایا کوئی جو مہمان آ گیا
بس اِک ہی چھینک مار کے اُسکو بھگا دیا
بازاروں میں گھومتیں تھیں جو سرخی لگا لگا
لپ اسٹک زدہ لبوں کو بھی پردہ کرا دیا
"سودا جو تیرا حال ہے اِتنا تو نہیں وہ"
کرونا کو بڑھا چڑھا کے ہے ہوّا بنا دیا
ہر اِک سمجھ رہا تھا خود کو ہی بس خدا
کرونا نے غرور خاک میں سب کا مِلا دیا

(میر وقار عزیز)

غزل

ہم نے جتنے وزیر دیکھے ہیں
وہ سبھی بے ضمیر دیکھے ہیں
جو کلرکی کے بھی نہیں لائق
ایسے اکثر سفیر دیکھے ہیں
نام مردانۂ صنفِ نازک ہے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ایسے بھی "بے نظیر" دیکھے ہیں
ترچھی نظروں سے وار کرتا ہے
اُس کی آنکھوں کے تیر دیکھے ہیں
نام اکبر ہے، قد ہے دو فٹ کا
جانے کتنے "صغیر" دیکھے ہیں
پیٹ خالی ہے پر ہیں کچھ مفلس
اپنے دل کے امیر دیکھے ہیں
جن کو تک بندی بھی نہیں آتی
خود کو کہلاتے 'میر' دیکھے ہیں
دعویٰ حریت جو کرتے ہیں
غیر کے وہ اسیر دیکھے ہیں
گالیاں کھائیں چھیڑ خوباں سے
وہ ظریف اور شریر دیکھے ہیں
(پروفیسر محمد ظریف خان۔ ضلع رحیم یار خان)

غزل

تھا خوف بجھنے کا لیکن دیا جلانا تھا
ہوا کا ظرف ابھی اور آزمانا تھا
یہ کیا کہ غیر نے کی تجھ پہ آ کے سنگ زنی
خود اپنے ہاتھ سے اپنا لہو بہانا تھا
ابھی سے تیز ہواؤں میں اُڑ گئے تنکے
ابھی تو ہم نے نیا آشیاں بنانا تھا
ہزار شکر کہ چہروں سے اُٹھ گئے ہیں نقاب
عقیدتوں نے نیا گُل کوئی کھلانا تھا
سماعتوں پہ لگے قفل توڑتے پہلے
فسانہ دل بیتاب گر سُنانا تھا
ملے ہیں یوں کہ کبھی جس طرح ملے ہی نہ تھے
وہ لوگ جن سے تعلق بہت پرانا تھا
وفا کو پاؤں کی زنجیر کیوں بنایا تھا
جو تجھ کو بھول گیا' اس کو بھول جانا تھا
جلالؔ تلخ حقیقت نے کھول دیں آنکھیں
اگرچہ خواب کا منظر بڑا سہانا تھا
(ڈاکٹر سید قاسم جلال)

غزل

کیسے لوگوں کی دیکھو بستی ہے
اپنی عزت ہی سب سے سستی ہے
قتل سارا جہان ہو بھی تو کیا
ہم کو تو پیاری گھر گھرستی ہے
جسم تک اپنا بیچ بیٹھے ہیں
اس سے آگے بھی کوئی پستی ہے
لوٹ کر لے گئے لٹیرے سب
جو بچا باقی فاقہ مستی ہے
کیسے دامن بچاؤ گے عارف
ہر سو وحشت یہاں برستی ہے
(حسن عارف۔ لاہور)

نمکین غزل

طلسمِ عشق تھا شادی کی بات ہونے تک
یہ بھوت اترا ہے بیگم کا ساتھ ہونے تک
سویرے ہاتھ گھما کر جگایا بیگم نے
میں اُٹھ کے بیٹھ گیا زورِ لات ہونے تک
گیا میں شام کا گھر آدھی رات لوٹا ہوں
پھنسا تھا رش میں ٹریفک کے رات ہونے تک
کمال دین جو کھیلا تھا سٹے کی بازی
مکاں بھی بیچ دیا پانچ سات ہونے تک
حکیم جی نے کئی دن لگائے نسخے پر
ہوئی ہے کشتی یہاں کشتہ جات ہونے تک
حسین نرسیں ہوں گر سارے ہسپتالوں میں
خیال درد نہ آئے نجات ہونے تک
ہمارے وصف کھلے بعد مرنے کے جاوید

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بُرے تھے سب کی نظر میں وفات ہونے تک
(ڈاکٹر جاوید پنجابی۔کراچی)

کل شام سے

کیسا اثر ہے دیکھو اس دیوانے پیار کا
میرے لبوں پہ بس تیرا ہی نام ہے
کل شام سے

میں کیا لکھوں میرے لئے کتنا حسین ہے تو
دیکھا تجھے بس اک نظر اور من فدا ہو گیا
کل شام سے

یادوں کی مہک سے مہکنے لگی ہوں میں
یہ دل تیرے خیال سے ہم کلام ہے
کل شام سے

تیرا میرا ساتھ ہو پلٹ آئیں پھر وہ دن
پلکوں پہ بہت سے مچلتے خواب ہیں
کل شام سے

تیرے آنے کی خبر پا کر
آنکھوں میں انتظار اور دل ہے بے قرار
کل شام سے
(عائشہ عمر۔پشاور)

غزل

بدنام اس وجہ سے میری ذات ہو گئی
اک ماہ جبیں کے ساتھ ملاقات ہو گئی
اے ہم نشیں نہ پوچھ مرے ہم نشیں نہ پوچھ
بن بدلیوں کے آج کیوں برسات ہو گئی
میں کر رہا تھا اُن کو منانے کی کوششیں
یہ اور بات ہے کہ مجھے مات ہو گئی
اے ربّ کائنات مری التجا بھی سُن
مجھ پر غم جہاں کی بہتات ہو گئی
طالب میں سو گیا تھا تصور کے کیف میں
آنکھیں کھلیں تو دیکھا سیاہ رات ہو گئی
(مطلوب حسین)

☆☆☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

خاص اعلان

محترم قارئین! بزم شاعری میں آپ کی دلچسپی کے پیش نظر ادارہ نے ایک خصوصی سلسلہ شروع کیا ہے جس کے تحت ہر ماہ ایک خوش نصیب شاعر/شاعرہ کا تعارف بمعہ تصویر شائع کیا جائیگا۔ جو احباب اس سلسلہ میں شریک ہونا چاہتے ہیں وہ اپنی تازہ غزل/نظم، پسندیدہ شاعر کی غزل/نظم اور دیگر تفصیلات کے ساتھ درج ذیل کوپن پُر کر کے ستارہ ڈائجسٹ: 244 مین مارکیٹ ریواز گارڈن لاہور پر ارسال کریں۔

یہاں اپنی تصویر منسلک کریں

کوپن برائے اس ماہ کا شاعر

نام:..... تعلیمی قابلیت:.....
عمر:..... پسندیدہ شاعر:.....
پسندیدہ غزل/نظم:.....
مشاغل:..... تاریخ پیدائش/برج:.....
شادی شدہ/غیر شادی شدہ:..... پتہ:.....
ای میل:.....

نوٹ: اپنی پسند ناپسند، شاعری کی ابتدا، مزاج اور دیگر تفصیلات الگ صفحے پر درج کر کے بھیجئے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

پرچھائیاں

ایس۔امتیاز احمد

وہ بولی۔ ''میں یہاں کبھی کبھی آتی ہوں۔ شاید یہاں نہ مل سکوں۔'' پھر اس نے مسکراتے ہوئے میرے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اس کے دونوں ہاتھ برف جیسے سرد تھے۔ اور ٹھنڈک کی وہی لہر جس کا تجربہ ایک بار خواب میں ہو چکا تھا میرے تمام جسم میں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔

ایک شخص کی کتھا جو اپنی بیوی سے بے انتہا محبت کرتا تھا

مری بیوی درمیانے قد کی ایک دبلی پتلی خوبصورت عورت تھی۔ اس کے چہرے سے متانت اور ذہانت ٹپکتی تھی اور اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ بے حد پیاری اور دلکش تھی۔ ہمارے درمیان محبت کا رشتہ گہرا اور مضبوط تھا اور ایک دوسرے کے بغیر ایک پل کا تصور محال تھا۔ اچانک شادی کے دوسرے سال جب میری بیوی کا انتقال ہوا تو میں تقریباً پاگل ہو گیا۔ میں تمام دن پوٹو قبرستان میں جو دریائے شنگھائی کے کنارے پر واقع تھا اس کی قبر کے پاس بیٹھا اس کے خیال میں محو رہتا تھا۔

پوٹو قبرستان سطح زمین سے بلند جگہ پر واقع تھا۔ اس کے چاروں طرف ایک مضبوط دیوار کھڑی تھی۔

اندر داخل ہونے کیلئے محراب دار دروازہ تھا جس پر جنگلی بیلیں پھیلی ہوئی تھیں۔ تمام قبریں پختہ تھیں اور درمیان میں خاصی جگہ چھوڑی گئی تھی۔ میری بیوی کی قبر ایک دوسری نیم پختہ قبر سے ذرا الگ ہٹ کر تھی۔ سرہانے ایک پرانا درخت تھا جس کے گھنے، ٹھنڈے سائے میں میری بیوی کی قبر بہت اچھی نظر آتی تھی۔ کتبے کی بناوٹ اور تحریر میں میری پسند اور محبت کو دخل تھا۔

یہ ایک قدرتی عمل تھا یا صرف میرے تخیل کا بانکپن کہ بیوی کی موت کے بعد بھی اس سے متعلق ساری باتیں ساری یادیں میرے حافظے میں محفوظ اور تروتازہ تھیں مگر کسی نے سچ کہا ہے کہ ''وقت ہر زخم کو مندمل کر دیتا ہے''..... دھیرے دھیرے میرے ذہن سے اس کے سراپے کا رنگ و روپ اُڑتا گیا۔ اس کی خوبصورت اور پر اثر شخصیت کا جادو جس نے کئی سال سے میرے ذہن کو معطل کر رکھا تھا زائل ہوتا گیا۔ اسی اثناء میں جنگ شروع ہو گئی اور میں سب کچھ فراموش کر کے محاذ پر روانہ ہو گیا۔

جب میں جنگ سے واپس لوٹ کر آیا تو عام چیزوں میں ایک نئی تبدیلی آ چکی تھی۔ میں بھی بڑی حد تک بدل چکا تھا۔ ہوسکتا ہے یہ جنگ کا ردعمل ہو جو عموماً انسان کی داخلی کیفیات و جذبات پر بڑا شدید ہوتا ہے مجھے اعتراف ہے کہ اس کا بہتر تجزیہ کرنے سے قاصر ہوں مگر یہ حقیقت ہے کہ جنگ سے واپس لوٹنے کے بعد میں پہلے جیسا افسردہ اور سنجیدہ انسان نہیں تھا۔ میں اپنے اردگرد پھیلی ہوئی چیزوں پر اپنی دلچسپی کا بھرپور اظہار کرتا۔ میں اپنے مستقبل سے بھی پرامید ہو چلا تھا۔ اگر آدمی صحیح آدمیوں کی پرکھ رکھتا ہو تو ان دنوں شنگھائی میں دولت بٹورنا بڑا آسان کام تھا اور مجھے ایسے آدمیوں کی پہچان کا سلیقہ آتا تھا۔ میرے دوستوں کے حلقے میں ''شینہ کلب'' میں گانے والی ایک گلوکارہ لڑکی تھی۔ ''چی ہان سو''۔ چلبلی، شوخ اور خوبصورت۔ اس کا جسم لسی کی طرح چکنا اور سفید تھا۔ میں اس کی زلف کا اسیر ہو چکا تھا۔ چی ہان سو کی محبت نے میرے ذہن سے میری بیوی کی رہی سہی یاد بھی ختم کر دی۔ میں نے اپنی بیوی کو قطعاً فراموش کر دیا اور شاید اس کے بعد ایک بار بھی اس کی قبر پر نہیں گیا۔

گرمیاں ختم ہو رہی تھیں۔ موسم میں گداز اور نرمی پیدا ہو چلی تھی۔ میں نے طے کیا کہ ایسے خوبصورت موسم میں ''چی ہان سو'' کے ساتھ کار پر دیہاتوں کی سیر کرنی چاہئے۔ ٹیڑھے میڑھے راستوں پر تیز رفتاری سے کار چلانے میں مجھے بے حد لطف حاصل ہوتا تھا۔ طوفانی رفتار سے کار چلاتے ہوئے جب میں ہوٹل پہنچا تو میں نے ایک نئے شادی شدہ جوڑے کو ایک سجی سجائی گاڑی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ میں دولہا دلہن کو ایک ہی نظر دیکھ پایا تھا مگر میرے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ دلہن بڑی حد تک میری مرحومہ بیوی سے مماثلت رکھتی تھی۔ وہی چہرہ، وہی چال ڈھال ..... یہ خیال میرے ذہن میں شاید اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ ہماری شادی بھی اسی ہوٹل میں ہوئی تھی اور شادی کی بیشتر رسومات اور تقریبات اسی ہوٹل میں انجام پائی تھیں۔ اس نئے شادی شدہ جوڑے نے اچانک میری شادی اور بیوی کی یاد کو میرے ذہن میں تازہ کر دیا تھا۔ مگر کب تک؟ میں ذہن میں آنیوالے خیالات کو جھٹک کر چی ہان سو کے ساتھ ہوٹل میں داخل ہو گیا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

واپسی میں میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اچانک اتنا بڑا حادثہ رونما ہو جائے گا۔ مگر ہونی کو کون روک سکتا ہے؟ گیلی سڑک پر میں بڑی تیز رفتاری سے گاڑی چلاتے ہوئے شہر لوٹ رہا تھا کہ اچانک موڑ سے ملٹری کا ایک بھاری بھرکم ٹرک میری گاڑی کے سامنے آ گیا اور اس سے قبل کہ میں گاڑی روکتا زبردست ٹکر ہو چکی تھی۔ ایک شدید اور بھرپور جھٹکے کے بعد میں نے اپنے آپ کو ختم ہوتے ہوئے محسوس کیا۔

میں نے کسی کو کہتے ہوئے سنا۔ ''آخر تم آ گئے۔ ایک لمبے انتظار کے بعد!'' ...... یہ آواز میری بیوی کی تھی میں نے دیکھا۔ اس کے جسم پر سیاہ گاؤن تھا اور اس پر چھوٹے سائز کا کوٹ، اس کے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھے۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی وہی مسکراہٹ جس میں غم کی ہلکی ہلکی تازگی ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھوں کو بڑی گرمجوشی سے دبایا۔ اس کے دونوں نرم، اجلے ہاتھ برف جیسے ٹھنڈے تھے۔ میں نے اپنے تمام جسم میں سردی کی بے پناہ لہر دوڑتی ہوئی محسوس کی۔ شاید اسے میرے اس احساس کا اندازہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے فوراً اپنے دونوں ہاتھ کھینچ لئے اور رونے لگی کچھ دیر کے بعد وہ خاموش ہو گئی۔ اپنے آنسو خشک کرتے ہوئے بولی۔

''اب تم مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤ گے۔ کیا تم پھر مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟ میں نے تمہارے لئے یہاں جگہ لے رکھی ہے۔'' وہ میرا ہاتھ پکڑ کر بڑی تیزی کے ساتھ کمرے کے اندر لے گئی...... وہ ایک چھوٹا، تاریک مگر آرام دہ کمرہ تھا میں ایک کوچ میں دھنستے ہوئے مدھم لہجے میں بڑبڑایا۔ ''میں اتنے سالوں میں بے حد تھک چکا ہوں۔ مجھے سونے دو۔ تھوڑی دیر کے لئے۔''

ہسپتال میں جب میری آنکھیں کھلیں تو میں نے ایک نرس کو اپنے اوپر جھکا ہوا دیکھا۔ میری چوٹیں زیادہ گہری اور خطرناک نہیں تھیں، پسلی کی ایک آدھ ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ جس کے اچھا ہونے کیلئے صرف چند ہفتے درکار تھے۔ میرا اس ایکسیڈنٹ سے بچ جانا ایک معجزے سے کم نہیں تھا۔ میری زندگی مجھے موت کے جبڑے سے کھینچ لائی تھی۔ ہر شخص یہی کہتا تھا۔ مگر میں چی ہان سو کے لئے زیادہ فکرمند تھا۔

''بدقسمت لڑکی''! نرس نے تاسف بھرے لہجے میں اطلاع دی ''مر چکی ہے۔ وہ موقعہ پر ہی دم توڑ چکی تھی۔''

چی ہان سو کی موت میرے لئے سوہان روح بن گئی۔ میں نے جرم اور ندامت محسوس کرتے ہوئے سوچا...... ''وہ مجھے پسند تھی۔ میں اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ اور میں ہی اس کی موت کا سبب بن گیا۔'' میرا دل نا امیدی میں ڈوب گیا۔ چند روز گزرنے کے بعد پھر میرے اندر ایک حیرت انگیز تبدیلی شروع ہو گئی۔ میں آہستہ آہستہ چی ہان سو اور اس کی موت کا حادثہ بھولتا گیا اور اس کی جگہ دوبارہ میری بیوی کی یاد میرے ذہن میں تازہ ہونے لگی۔ میں ہسپتال میں جہاں بھی جاتا جہاں بھی گھومتا، ہر جگہ مرحومہ سائے کی طرح ساتھ لگی رہتی تھی۔ اس کا صاف و شفاف چہرہ اور بلور کی گولیوں جیسی چمکتی ہوئی دو پراسرار، معصوم آنکھیں میرے ذہن کے دریچے میں ہر وقت جھانکتی رہتی تھیں۔ وہ ہمیشہ میرے خواب میں اسی طرح نظر آتی تھی جیسے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

وہ شادی کے پہلے روز نظر آئی تھی۔ سادہ معصوم اور پروقار، ہونٹوں پر وہی دلآویز مسکراہٹ جس میں غم کی ہلکی ہلکی تازگی گھلی ہوتی۔ جو سیدھے سیدھے دل کو چھوتی تھی۔

میں نے اپنے آپ کو ٹٹولنا چاہا۔ آخر میں نے اپنی بیوی کو کیوں فراموش کر دیا تھا۔ میں نے کیوں اپنے ذہن سے اس کی یاد کو گرد کی طرح جھاڑ پونچھ کر الگ کر دیا تھا۔ اتنے دنوں میں ایک بار بھی اس کی قبر پر نہیں گیا۔ بیوی کی قبر کو دیکھنے کی خواہش شعلے کی طرح میرے دل و دماغ میں بھڑکنے لگی۔ میں نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ ہسپتال چھوڑنے کے بعد جلد از جلد قبرستان جاؤں گا اور اتنے دنوں کی غیر حاضری کی تلافی کروں گا۔ تقریباً چودہ پندرہ روز کے بعد جب خزاں کے تہوار کا آغاز تھا۔ مجھے ہسپتال چھوڑنے کی اجازت مل گئی۔

وہ ایک بے حد اجاڑ اور سنسان سی دوپہر تھی۔ جب میں پوٹو قبرستان کے لئے روانہ ہوا۔ قبرستان جانے والی گاڑی تیار کھڑی تھی اور میں اس کا تنہا مسافر تھا۔ آسمان صاف ستھرا تھا۔ ہوا بند تھی۔ حبس اور گھٹن بڑھ گئی تھی۔ مگر بارش کا امکان بہت کم تھا۔ کھیت خالی پڑے تھے۔ دیہات کی سرگرمیاں ٹھنڈی پڑ چکی تھیں۔ میرے آس پاس اور دور دور تک کوئی متنفس چلتا پھرتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ تنہائی کے خیال نے مجھے ایک دم اُداس کر دیا۔ ایک غم تھا یا غم کا طوفان جس نے میرے اندر عظیم تباہی مچا رکھی تھی۔

تقریباً ساڑھے تین بجے میں قبرستان پہنچا۔ میں نے بڑی مشکلوں سے پہچانا کہ یہ وہی قبرستان ہے جہاں میری بیوی دفن تھی۔ یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ قبرستان کا حلیہ سرے سے بدل چکا تھا۔

قبرستان کے چاروں طرف کی دیواریں گر چکی تھیں۔ مٹی اور ٹوٹی پھوٹی اینٹوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا صرف مرکزی دروازے کے دونوں کھمبے بدستور کھڑے تھے۔ قبرستان کے سارے درخت غائب ہو چکے تھے۔ فٹ پاتھ ..... اور پھولوں کی لمبی لمبی کیاریاں معدوم ہو چکی تھیں۔ قبروں کے اونچے اونچے کتبے ٹوٹ کر جنگلی گھانسوں پر اوندھے پڑے تھے۔ کہیں کہیں خالی تابوت بڑی لاپرواہی سے رکھے ہوئے تھے اور ان پر پڑی ہوئی سرکنڈوں کی ٹوٹی ہوئی چٹائیاں موسم سے بڑی کمزوری سی مدافعت کر رہی تھیں۔ بڑی دیر کی تلاش و جستجو کے بعد چند نشانات کے ذریعے میں اپنی بیوی کی قبر دریافت کر سکا۔ میں نے دور ہی سے قبر کی ایک جھلک سی دیکھی۔ قبر کہرے کی ایک ہلکی سی چادر میں لپٹی ہوئی تھی ..... حالانکہ سارا قبرستان کہر اور دھند سے صاف تھا۔ قبر کے سرہانے کا پرانا درخت موجود نہ تھا۔ مگر کتبہ جوں کا توں تھا۔ جنگلی گھاس کے درمیان سے گزرتا ہوا میں اپنی بیوی کی قبر تک پہنچا۔ ابھی میں قبر سے چند قدم کے فاصلے پر ہی تھا کہ میں نے ایک عورت کو قبر کے پاس کھڑا دیکھا۔ عورت کے جسم پر سیاہ گاؤن تھا اور اس پر ایک سیاہ دبیز کوٹ، اس کی پشت میری طرف تھی۔ وہ میرے قدموں کی چاپ پر مڑی اور مجھے دیکھا۔ عورت کو دیکھ کر میرا دل بڑی تیزی سے دھڑکا۔ کہر کی عجیب و غریب روشنی میں لپٹی ہوئی وہ عورت ہو بہو میری بیوی تھی ..... میری بیوی کا عکس۔

وہ مجھے دیکھ کر اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں چھپا کر سسکیاں بھرنے لگی۔ میں حیرت اور خاموشی

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

◎ دائمی اہمیت اور افادیت کا حامل ◎ ایک متاعِ بے بہا ◎ ایک دستاویز

سیارہ ڈائجسٹ کا

قرآن نمبر

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

قارئین کرام

کے اصرار اور مانگ کے تحت نیا ایڈیشن محدود تعداد میں شائع کیا گیا ہے

❁ اعلیٰ رنگین طباعت ❁ ضخامت 1500 صفحات سے زائد ❁ تین جلدوں میں

مہنگائی کے باوجود خلقِ خدا اور قارئین کے استفادے کیلئے مکمل سیٹ صرف قیمت -/600 روپے

قارئین کرام براہ راست بذریعہ منی آرڈر یا وی پی قرآن نمبر منگوا سکتے ہیں

آرڈر کوپن

نام _____

پتہ _____

سیارہ ڈائجسٹ

240 مین مارکیٹ، ریواز گارڈن

لاہور۔ فون: 7245412

سے بت بنا اسے تکتا رہا اور وہ روتی رہی..... اتنے میں ہوا چلی اور نیچے پھیلے ہوئے خشک پتے کھڑکھڑاتے ہوئے تیزی سے ادھر اُدھر بکھر گئے۔ کہر کی ہلکی چادر یکا یک تتر بتر ہوتے ہوئے عجیب و غریب روشنی میں تحلیل ہوگئی۔

میں نے آسمان دیکھتے ہوئے ملائمت سے کہا۔

''بارش ہونے والی ہے میرا خیال ہے کہ اب آپ کو گھر چل دینا چاہیے۔ مرنے والے مر چکے ہیں۔ زندہ رہنے والوں کو زندہ رہنا چاہیے۔''

کچھ دیر کے بعد اس نے اپنا سر اٹھایا۔ بڑی مدھم آواز میں بولی۔

''معاف کیجئے گا۔ میری وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی۔ کیا یہ آپ کی بیوی کی قبر ہے؟''

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ اچانک اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی۔ ''اب مجھے چلنا چاہیئے۔''

''کیا میں آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں''؟ میں نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا کہ کہیں ناراض نہ ہو جائے۔

دراصل میں یہ جاننے کے لئے بے چین تھا کہ آخر وہ کس کی قبر پر آئی تھی اور مرنے والے سے اس کا کیا رشتہ تھا؟..... مگر تمام راستہ ساتھ چلنے کے بعد بھی میں اس سے یہ سوال نہ پوچھ سکا۔

ہم بڑی خاموشی سے راستہ طے کرتے ہوئے قبرستان سے باہر نکل آئے۔

قبرستان سے باہر نکل کر اس نے پوچھا۔ ''کیا آپ اپنی بیوی سے بے حد محبت کرتے تھے؟''

''ہاں! بہت زیادہ، وہ میری زندگی کی سب سے عزیز شئے تھی!'' میں نے جواب دیا۔

''میرا شوہر بھی یہی کہتا تھا۔'' اس کے لہجے میں بے انتہا کرب تھا۔ پھر وہ خاموش ہوگئی۔

ہوا تیزی سے چلنے لگی تھی۔ اور آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکتا جا رہا تھا۔ ہم تیزی سے آگے بڑھتے رہے۔ وہ کچھ دیر خاموشی کے بعد بولی۔

''آپ نے دوبارہ شادی نہیں کی؟''

''نہیں۔ میں نے دوبارہ شادی نہیں کی۔'' میری آواز میں کپکپاہٹ تھی۔ ہوا کے تیز جھکڑ کے ساتھ بارش کی پہلی بوچھاڑ پڑی۔ میں نے گھبرا کر کہا۔ ''اب کیا کریں؟''۔

وہ میری طرف دیکھے بغیر بولی۔ چلتے رہیے۔ قریب ہی میرے ایک رشتہ دار کی جھونپڑی ہے۔''

میں اس کے ساتھ چلتا رہا۔ جھونپڑی کے پاس پہنچ کر اس نے آواز دی۔ ''چچی سن لو! میں ہوں۔ دروازہ کھولو۔''

دوسری آوز پر دروازہ کھلا اور ایک بوڑھی عورت جس کے چہرے پر لاتعداد جھریاں پڑی ہوئی تھیں، نمودار ہوئی۔ بوڑھی عورت کے چہرے پر مسکراہٹ کھل اٹھی۔

''اندر آ جاؤ۔ جلدی کرو۔ بڑی بھاری بارش ہونے والی ہے۔''

میں اس نوجوان عورت کے ساتھ ساتھ اندر داخل ہوا۔ وہ ایک چھوٹا سا، نیم تاریک مگر آرام دہ کمرہ تھا۔ ایک طرف ایک میز اور چند کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک طرف پلنگ تھا جس پر سفید چادر بچھی ہوئی تھی۔

بوڑھی عورت نے اس کے بعد ایک بار بھی میری جانب نہیں دیکھا۔ وہ بڑی دھیمی آواز میں اس نوجوان عورت سے باتیں کرتی رہی۔ میں نے

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

صرف اسے یہ کہتے ہوئے سنا۔

آخر تم اسے واپس کیوں جانے دے رہی ہو۔ جب کہ وہ اتنے سالوں کے بعد واپس لوٹا ہے۔''

میں ان کی باتیں نہیں سن سکا کیونکہ میری آنکھوں میں نیند بھرتی جا رہی تھی۔ کمرے کے آرام دہ اور پرسکون ماحول میں ایک بھرپور نیند کی خواہش تیزی سے مجھ پر غالب آتی جا رہی تھی۔ نیند سے جنگ کرنے کے باوجود میں سو گیا۔

اچانک میں سوتے سوتے چونک پڑا۔ نوجوان عورت مجھ پر جھکی ہوئی مجھے آواز دے رہی تھی۔

''اب تم واپس چلے جاؤ..... بارش ختم ہو چکی ہے۔ سمجھے!.....اب تم واپس لوٹ جاؤ۔ جلدی کرو۔''

تھوڑی دیر کے بعد جب میں واپس جانے کیلئے تیار ہوا تو میں نے اس نوجوان عورت سے پوچھا۔

''کیا میں دوبارہ آپ سے مل سکتا ہوں؟''

''کون جانے؟ ہو سکتا ہے ہم دوبارہ مل جائیں۔ جس طرح سے آج مل گئے تھے۔'' اس نے جواب دیا۔

میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔

''کیا اس جگہ میں آپ سے نہیں مل سکتا''؟

باتوں کی نہیں عمل کی ضرورت ہے

حیران ہوتی ہوں جب اپنے ملک کی ایسی حالت دیکھتی ہوں آخر کب تک ایسا چلے گا' کب تک ہم صرف بڑی بڑی باتیں کرتے رہیں گے۔ کل کی ہی بات ہے کہ میں گھر والوں کے ساتھ ایک مشہور تفریح گاہ گئی تھی۔ جہاں پر کافی ہستیاں آئی ہوئی تھیں۔ اس جگہ کی حالت دیکھ کر نہیں لگ رہا تھا کہ یہاں آنے والے لوگ اتنے پڑھے لکھے ہیں کیوں کہ وہاں ہر جگہ اتنی گندگی تھی' جگہ جگہ کچرا پھینکا ہوا تھا حالانکہ وہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کچرے کے بڑے بڑے ڈبے رکھے ہوئے تھے اور ان پر صاف لکھا ہوا تھا کہ کچرا ڈبے میں ڈالیں لیکن مجال ہے کہ کوئی اس پر عمل کر لے بلکہ انہوں نے تو اپنے آس پاس کی جگہ کو ہی کچرا خانہ بنایا ہوا تھا۔ یہ سب وہ ہی لوگ ہیں جو لوگوں کو بیٹھ کر سبق دیتے ہیں یا بڑی بڑی تقریریں کرتے ہیں کہ پاکستان کو پاک صاف رکھو مگر جب بات آتی ہے ان باتوں پر عمل کرنے کی تو یہ ہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو سب سے دُور کھڑے نظر آتے ہیں۔ اس وقت سخت غصہ آتا ہے کہ کیا پاکستان صرف باتوں سے بدلے گا اس کے لئے عمل کرنا پڑے گا۔ اگر ہم جیسے پڑھے لکھے لوگ بھی ایسی حرکتیں کریں گے تو ہم میں اور ان جانوروں میں کیا فرق رہے گا جو اپنے آس پاس کی جگہ کو گندہ رکھتے ہیں۔ بظاہر یہ چھوٹی سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن اصل میں یہ بہت اہم ترین مسئلہ ہے۔ اس ہی گندگی کی وجہ سے آج کل ہمارے ملک میں طرح طرح کی بیماریاں جنم لے رہی ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کی صحت پر بہت بُرا اثر پڑ رہا ہے۔ عمل ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے انسان اپنی زندگی کو خوشگوار بنا سکتا ہے۔ اب یہ انسان کی اپنی مرضی ہے کہ جس طرح کا عمل اختیار کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

(مرسلہ: صائمہ اسلم۔ کراچی)

WaqarAzeem Pakistanipoint

''یہاں''۔ وہ بولی۔ ''میں یہاں کبھی کبھی آتی ہوں۔ شاید یہاں نہ مل سکوں۔'' پھر اس نے مسکراتے ہوئے میرے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اس کے دونوں ہاتھ برف جیسے سرد تھے۔ اور ٹھنڈک کی وہی لہر جس کا تجربہ ایک بار خواب میں ہو چکا تھا میرے تمام جسم میں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''خدا حافظ!''

اس نے بھرے ہوئے لہجے میں کہا اور اپنے دونوں ہاتھ کھینچ لئے اور تیزی سے دروازہ بند کر کے اندر چلی گئی۔

میں گھر آ کر کئی دنوں تک پریشان رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ جو کچھ میں نے دیکھا وہ خواب تھا یا حقیقت۔ آخر وہ عورت کون تھی۔ جو میری بیوی سے اس حد تک مشابہت رکھتی تھی۔ وہ میری بیوی کی قبر پر کیا کرنے آئی تھی؟ اور پھر اس کا وہ عجیب وغریب رویہ۔ آخر یہ سب کچھ کیا تھا؟

میں کئی دنوں تک ان سوالات میں الجھا رہا۔ مگر ایک معمہ تھا سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔ بالآخر میں نے طے کیا کہ ایک بار اس جھونپڑی کا چکر لگا آؤں۔ شاید کوئی سراغ ہاتھ لگ جائے۔ یہ سوچ کر میں ایک دن سویرے سویرے اس جگہ کے لئے روانہ ہو گیا۔

قبرستان سے اپنی یادداشت کے سہارے اس راستے پر آگے بڑھا۔ تقریباً دو واڑھائی میل چلنے کے بعد مجھے وہ جھونپڑی نظر آئی۔ جھونپڑی دیکھ کر مرا دل فرط شدت سے اچھلنے لگا مگر جب نزدیک پہنچ کر جھونپڑی کو مقفل دیکھا تو میری امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ دروازہ اور کھڑکیاں اس طرح بند تھیں جیسے یہاں برسوں سے کوئی آباد نہیں تھا۔ جھونپڑی ویران سنسان پڑی تھی۔

میں دروازے پر پہنچ کر چلانے لگا۔

''چی سن یو! چی سن یو!!''

میری تیز آواز کے باوجود اندر خاموشی رہی وہاں کوئی ہوتا تو جواب دیتا۔ میں نے کھڑکی کو ہاتھ لگا کر ذرا سا دھکا دیا تو لکڑی کا ایک پٹ ذرا سا کھل گیا۔ وہی کمرہ تھا جہاں بیٹھے بیٹھے میں سو گیا تھا۔ میز اور کرسیاں پڑی تھیں۔ ایک طرف پرانا پلنگ بھی پڑا ہوا تھا مگر تمام چیزوں پر گرد کی موٹی موٹی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ پورے کمرے میں لکڑیوں نے جالے بن رکھے تھے۔ میں پھر پاگلوں کی طرح چلایا۔

''چی سن یو! چی سن یو!!''

ایک ناقابل بیان خوف سے میرا تمام جسم کانپ رہا تھا۔ مجھے اس طرح چلاتے ہوئے دیکھ کر دور کھیت میں کام کرتا ہوا ..... ایک کسان بھاگتا ہوا آیا۔ اور حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے بوڑھے کسان سے پوچھا۔

''میاں! آپ بتا سکتے ہیں کہ یہاں چی سن یو کب ملتی ہیں۔ وہ ایک بوڑھی اور کمزور عورت ہیں اور ان کے ساتھ ایک نوجوان عورت بھی رہتی ہے۔''

بوڑھے کسان کے چہرے پر حیرت کی کئی لکیریں اُبھر آئیں۔ وہ تعجب سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''یقیناً آپ کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں کیونکہ چی سن یو کو مرے ہوئے تو عرصہ گزرا۔ اور جب سے یہ جھونپڑی ویران پڑی ہوئی ہے۔ یہاں تو اب کوئی بھی نہیں رہتا۔''

Waqar Azeem Pakistanipoint

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اعجاز چودھری

ایٹم بم گرانے والے

نیچے ہیروشیما کی گہما گہمی اور تمام تر زندگی جل کر راکھ ہوگئی تھی۔ تمام شہر شعلوں اور دھوئیں میں چھپ گیا تھا۔ پائلٹ نے اعلان کیا..... ''دوستو تم نے تاریخ کا پہلا ایٹم بم گرایا ہے.....'' دوسرے پائلٹ رابرٹ لوئیس نے ہیجانی لب و لہجے میں کہا ..... ''اوہ خدا! ہم نے کیا کر دیا ہے۔''

پہلا ایٹمی حملہ کرنے والوں کے تاثرات خود انہی کی زبانی

پچھتر برس گزرے اسی مہینے (اگست) کی 6 تاریخ کو ان بارہ انسانوں نے جاپان کے شہر ہیروشیما پر تاریخ کا پہلا ایٹم بم گرایا تھا۔ جس بمبار طیارے بی 29 سے وہ بم لیکر گئے تھے اس کا نام اینولا گے تھا اور یہ بارہ امریکی اس طیارے کے کریو تھے جنہیں اس مشن کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ سب اپنے اپنے کام میں ماہر تسلیم کئے جاتے تھے۔ اڑھائی لاکھ کی آبادی کا شہر ہیروشیما ایک ثانئے میں کرہ ارض سے مٹ گیا۔ 75,150 افراد ہلاک ہوئے۔ 37,425 زخمی اور 13983 لاپتہ ہوگئے۔ زندہ رہنے والوں کی جسمانی حالت ایسی ہوگئی کہ وہ مر جاتے تو ان کے لئے بہتر تھا۔ وہ جسمانی اور ذہنی لحاظ

سے مفلوج ہوگئے۔ بیشتر کی قوت گویائی ختم ہوگئی' چہرے بگڑ گئے' باپ بیٹی کو نہ پہچان سکا' بیٹا ماں کو پہچاننے سے معذور ہوگیا۔ ان میں سے بیشتر کو امریکہ کے ہسپتالوں میں رکھا گیا۔ ان کا کوئی علاج نہ تھا۔ وہ تڑپ تڑپ کر مرتے رہے اور اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مرنے والوں کی صحیح تعداد کیا ہے۔

تین روز بعد ناگاساکی پر دوسرا ایٹم بم گرایا گیا جو نشانے پر نہ گرنے کی وجہ سے ہیروشیما جتنی تباہی نہ کرسکا پھر بھی زد میں آنے والے انسانوں کا جو حشر ہوا وہ انسانیت کے چہرے پر بدنما داغ ہے۔ ہیروشیما کی تباہی کی داستان سینکڑوں بار سنی سنائی جاچکی ہے لیکن ایٹم بم گرانے والوں نے خود اپنی زبانی اس تباہی کا جو آنکھوں دیکھا حال اور اپنے اپنے تاثرات بیان کئے ہیں اُن کی تفصیل منظر عام پر آچکی ہے جو دو سو پچاس صفحوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ طوالت سے بچنے کیلئے سب کے بیان الگ الگ دینا ممکن نہیں ان کی مجموعی تلخیص پیش کی جاتی ہے۔

امریکہ کا صدر ٹرومین دو یا تین اگست کو بم گرانا چاہتا تھا لیکن موسم نے اجازت نہ دی۔ یہ بم اس قدر خطرناک تھا کہ اسے لے جانا ہی تھا واپس نہیں لانا تھا۔ ہوا بازوں کو ہدایت دی گئی تھی کہ کسی وجہ سے ہیروشیما پر بم نہ گرایا جاسکے تو جاپان کے دوسرے شہروں ناگاساکی یا کوئی کورا پر گرا دینا۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو سمندر میں پھینک دینا۔

آخر موسم صاف ہوگیا اور ایک روز پہلے بم طیارے کے ساتھ لگا دیا گیا۔ اس مشن کو اس حد تک پوشیدہ رکھا گیا تھا کہ طیارے کے اُڑنے تک طیارے کے پائلٹ پال تبتس اور بحریہ کے آرڈیننس آفیسر ایڈمرل پارسن کے سوا اس کے کسی کریو کو علم نہ تھا کہ وہ کس مشن پر جارہے ہیں۔ ایڈمرل پارسن بھی طیارے کے ساتھ گیا تھا۔ جب طیارہ ہیروشیما کی طرف پرواز کررہا تھا تو پائلٹ نے تمام کریو کو بتایا کہ وہ تاریخ کا پہلا ایٹم بم گرانے جارہے ہیں جس کا ہدف (ٹارگیٹ) جاپان کا شہر ہیروشیما ہے۔

پائلٹ کا بیان ہے..... ''سب پر خاموشی طاری ہوگئی اور چہروں کا تاثر ایسا ہوگیا جیسے انہیں صدمہ ہوا ہو۔ ذرا دیر بعد ان کے چہروں پر رونق عود کر آئی۔''

طیارے کا دوسرا پائلٹ رابرٹ لوئیس کہتا ہے ''پال تبتس کا یہ کہنا غلط ہے کہ اس مشن کے متعلق اس کے سوا کسی کو علم نہ تھا ہم سب جانتے تھے کہ ہم کہاں اور کیا کرنے جارہے ہیں۔''

بم گرانے والے لیفٹیننٹ کرنل فیرابی کا بیان ہے کہ ''ہماری پارٹی کے بعض ہوا باز گھبرائے ہوئے تھے'' اور توپچی سومارڈو کہتا ہے کہ ''میں ڈرا ہوا تھا۔''

طیارے کے ریڈار آپریٹر بیسر نے کہا ..... ''جاپان پر جو امریکی ہوا باز بمباری کے لئے جایا کرتے تھے وہ ڈرے ہوئے ہوتے تھے۔ جو ہوا باز اس کی تردید کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔''

ان ہوابازوں کو تین چار مسائل پریشان کررہے تھے۔ جاپانیوں کے لڑاکا طیارے راہ روکیں گے۔ زمین سے طیارہ شکن توپیں فائر کریں گی۔ بم گرے گا یا نہیں۔ اگر بم کو اس وقت طیارہ شکن گن کا گولہ لگ گیا جب وہ طیارے کے ساتھ ہی ہوا تو کیا ہوگا؟ سفر بہت طویل تھا سوائے سوچنے' گھبرانے اور اپنے آپ پر قابو پائے رکھنے کے' وقت گزارنے کا اور کوئی بہانہ نہ تھا۔ اس تاریخی بمبار طیارے کے آگے آگے دو اور طیارے اُڑے جارہے تھے۔ ان کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ بم گرانے سے پہلے پیراشوٹوں کے ذریعے کچھ ایسے آلات گرائیں گے جو بم کی تباہی اور دیگر تفصیلات کو ریکارڈ کریں گے اور تصویریں لیں گے۔

یہ بم دس فٹ لمبا اور اس کا قطر تین فٹ تھا۔ تمام

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

کرئیو سوچ رہے تھے کہ یہ کتنی تباہی مچائے گا۔ بعض نے فیصلہ کیا کہ یہ اس سائز کے عام بم سے پانچ گنا زیادہ تباہ کن ہوگا۔ بعض نے دس گنا کہا۔ لیکن کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ ہزار ہا گنا زیادہ تباہ کن ہوگا۔

راستہ آدھا طے ہو چکا تھا بم گرانے والے فیرابی اور ایڈمرل پارسن نے طیارے کا وہ ڈھکنا کھولا جس کے نیچے بم لگا ہوا تھا۔ انہوں نے اس میں چار جنگ پلگ لگا دیئے اور اسے پھٹنے کے لئے تیار کردیا۔ آخر طیارہ ہیروشیما کے قریب پہنچ گیا۔ بلندی 32000 ہزار فٹ تھی۔ موسم نہایت صاف اور موزوں تھا۔ فیرابی نے اپنے ٹارگیٹ کو دیکھ لیا یہ ہیروشیما کے وسط میں جاپان کا فوجی ہیڈکوارٹر تھا۔ جاپانی حکومت نے اپنا تمام تر دفاع اس مرکز میں منتقل کردیا تھا لہٰذا یہ جاپان کا اہم ترین جنگی ٹھکانہ تھا۔ پائلٹ نے طیارے کو ٹارگیٹ پر لے جانے کیلئے سیدھا کرلیا۔

طیارے کے پروں کے نیچے ہیروشیما میں صبح طلوع ہو چکی تھی اور اس شہر کے اڑھائی لاکھ باشندوں کو علم نہ تھا کہ یہ ان کی زندگی کی آخری صبح ہے۔ وہ لوگ خوش نصیب تھے جو چند روز پہلے اس شہر سے نکل گئے تھے۔ فوجی مرکز بننے کی وجہ سے یہ شہر خطرے میں آ گیا تھا۔ بعض خاندانوں کو فوجی حکام نے دوسرے شہروں میں بھیج دیا تھا۔ پھر بھی وہاں اگست کی صبح اڑھائی لاکھ افراد موجود تھے۔ جب انہوں نے دُور اوپر تین بمبار طیاروں کو دیکھا تو ہوائی حملے کا سائرن بجایا گیا لیکن کسی غلط فہمی کی بنا پر اسے ہوائی حملہ نہ سمجھا گیا۔ پہلے دو طیاروں نے پیراشوٹ پھینکے جو آلات کو اٹھائے ہوئے فضا میں کھل گئے دن کی بمباری کے وقت اس سے پہلے ایسے پیراشوٹ کبھی نہیں پھینکے گئے تھے۔ لوگ باہر نکل کر پیراشوٹوں کو دیکھنے لگے۔ بم گرانے والے لیفٹیننٹ کرنل فیرابی نے ٹارگیٹ پر جا کر تمام کرئیو کو خبردار کیا ''بم جا رہا ہے'' پائلٹ نے ہدایت کے مطابق طیارے کو اس قدر زور سے واپس گھمایا کہ طیارے میں بیٹھے ہوئے آدمیوں پر گھبراہٹ طاری ہوگئی جیسے طیارہ ٹوٹ گیا ہو۔ بم کو سنتالیس سیکنڈ میں زمین تک پہنچنا اور پھٹنا تھا اور مزید سنتالیس سیکنڈ بعد بم کے دھماکے کو طیارے سے ٹکرانا تھا۔ اس ذرا سے عرصے میں پائلٹ کو طیارہ خطرے سے نکال لے جانا تھا۔ تمام کرئیو نے گہرے رنگ کے چشمے لگا رکھے تھے تاکہ بم کی چمک آنکھوں کو بینائی سے محروم نہ کردے۔

پائلٹ نے سنتالیس سیکنڈ گنے لیکن کوئی دھماکا نہ ہوا دراصل دھماکا ہو چکا تھا لیکن کوئی ادھر دیکھ نہیں رہا تھا۔ اتنے میں بم کے دھماکے کی لہریں اس شدت سے طیارے سے ٹکرائیں کہ طیارہ لوٹ پوٹ ہوگیا۔ فیرابی نے حالانکہ خود ہی بم گرایا تھا اور وہ اس لہر کا انتظار کر رہا تھا چلا اٹھا ''نیچے سے ہم پر فائر ہو رہا ہے شاید کوئی گولہ طیارے کو لگ گیا ہے۔'' دو چار سیکنڈ بعد سب نے محسوس کیا کہ یہ دھماکے کی لہر تھی۔

تیس سیکنڈ میں طیارہ ایسی پوزیشن میں آیا جہاں سے تمام کرئیو ممبرز نیچے کا منظر دیکھ سکتے تھے۔ طیارے کے عقبی توپچی کیرن نے سب سے پہلے دیکھا کہ بم نے زمین پر جا کر کیا کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ''دھماکے کی شدید لہروں نے دوبار طیارے کو پٹخنی دی۔ میں نے نیچے دیکھا آگ اور لال سرخ دھوئیں کا آتش فشاں پہاڑ اوپر اُٹھ رہا تھا جس کی شکل کمبر متے کی طرح تھی۔ یہ ہیبت ناک پہاڑ تیزی سے اوپر آ رہا تھا۔ میں نے گھبرا کر کہا' اوہ خدایہ چلا آ رہا ہے۔ چمک اس قدر تھی کہ گہرے چشموں سے ڈھکی ہوئی آنکھیں بھی خیرہ ہوگئیں۔''

شوماڑ کا بیان ہے ''تمام تر زمین اُبل کر فضا میں اٹھی آ رہی تھی۔ جب طیارہ خطرے کے علاقے سے

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

باہر آیا زمین سے اُٹھنے والا یہ آگ کا بادل اس علاقے میں آن پہنچا۔ پھر یہ طیارے کی بلندی سے بھی اوپر نکل گیا۔" دوسرا پائلٹ رابرٹ لوئیس کہتا ہے "میں نے اس کی تصویریں لیں' یوں نظر آرہا تھا جیسے زمین کی ہر چیز اس کرمتے میں جل رہی ہو۔ آگ کا یہ بادل دو تین مربع میل کے رقبے میں پھیلا ہوا تھا۔"

نیچے ہیروشیما کی گہما گہمی شہر کی رونق اور تمام تر زندگی جل کر راکھ ہوگئی تھی۔ تمام شہر شعلوں اور دھوئیں میں چھپ گیا تھا۔ عقبی توپچی کیرن کو کہا گیا کہ وہ نیچے دیکھ کر بتائے کہ شہر میں کتنی جگہوں پر آگ لگی ہوئی ہے کیرن نے کہا ..... "کتنی جگہ؟..... نیچے ساری زمین جل رہی ہے ....." پائلٹ نے اعلان کیا..... "دوستو تم نے تاریخ کا پہلا ایٹم بم گرایا ہے....." دوسرے پائلٹ رابرٹ لوئیس نے ہیجانی لب و لہجے میں کہا..... "اوہ خدا ہم نے کیا کر دیا ہے۔"

لوئیس کہتا ہے..... "میرے اس جملے کا مطلب یہ تھا کہ انسان نے بنی نوع انسان کو تباہ کرنے کے لئے کیا حربہ استعمال کیا ہے۔"

شوارڈ نے آگ' خون اور دھوئیں کے بادل کو آسمان کی طرف اُٹھتے دیکھ کر کہا..... "تمام جاپانیوں کی روحیں آسمان پر جارہی ہیں۔"

پائلٹ پال تبتس نے فضا میں سے ہی وائرلیس پر پریذیڈنٹ ٹرومین کو تفصیلی رپورٹ بھیجی اور کہا کہ بم کے نتائج توقعات سے بڑھ کر ہیں اور ہم واپس آرہے ہیں۔ سب پر انوکھی سی کیفیت طاری تھی۔ بعض اطمینان محسوس کررہے تھے کہ اب جنگ ختم ہوجائے گی۔ بعض تاسف محسوس کررہے تھے کہ جنگ کو ختم کرنے کا یہ طریقہ غیر انسانی ہے۔ چھتیس گھنٹوں کی مسلسل اُڑان کے بعد طیارہ واپس زمین پر اُترا۔ فوجی جرنیلوں نے کریو کا استقبال کیا اور انہیں تمغے دیئے' پائلٹ کو سب سے بڑا تمغہ دیا گیا۔

طیارے کا دوسرا پائلٹ میجر رابرٹ لوئیس اپنی رائے ان الفاظ میں دیتا ہے "میرا خیال تھا کہ ایٹم بم صرف فوجی ٹھکانے کو برباد کرے گا لیکن اس نے ہزار ہا بے گناہ انسانوں کو ہلاک کر ڈالا۔ بہرحال جنگ میں کیا کچھ نہیں ہوتا۔ پرل ہاربر میں جاپانیوں نے کیا کچھ نہیں کیا تھا؟ میرا خیال تھا کہ بم ٹوکیو کی بندرگاہ پر گرایا جاتا پھر خیال آیا کہ آئیوجیما کا جزیرہ جاپانیوں کا مضبوط فوجی اڈا ہے' ایٹم بم کے لئے اور ایٹم بم کی تباہی اور دہشت سے حکومت جاپان کو ڈرانے کے لئے یہ جزیرہ موزوں رہے گا۔ بم سارے جزیرے کو تباہ کردیتا اور کوئی شہری نہ مرتا کیونکہ اس جزیرے میں صرف فوجیں تھیں۔

بعض لوگ ہمیں لعنت ملامت کرتے ہیں۔"

بم گرانے والے فیرابی اور ڈیز نبیری نے کہا "ہم تو کام کے پابند تھے۔ بم گرانے کے متعلق سیکرٹری آف وار اور کمانڈر ان چیف بہتر جواب دے سکتے ہیں۔ ہم شہریوں پر بم گرانے نہیں گئے تھے' بدقسمتی سے شہری زد میں آگئے۔ دور جدید کی جنگ میں شہریوں کی تباہی ناگزیر ہوتی ہے۔"

طیارے کے ایک اور ہوا باز نیلسن نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا "میری بیوی کو بے شمار لوگوں کے خطوط ملے ہیں جن میں انہوں نے لکھا ہے کہ تمہارا خاوند اچھا آدمی نہیں جو اس غیر انسانی مشن پر گیا تھا۔ میں صرف دانش مندوں کو ہی ذہن نشین کراسکتا ہوں کہ ایٹم بم کیوں ضروری تھا اور میں ان لوگوں کے جذبات کو بھی سمجھتا ہوں جو اسے غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ میں نے بم کی زد میں آنے والے چند ایک لوگوں کو دیکھا ہے مجھے دُکھ ہوتا ہے۔"

اس مشن کے بیشتر ہوابازوں نے لوگوں کی لعن طعن کا یہی جواب دیا ہے کہ ہم حکم کے پابند تھے ہم

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

سیارہ ڈائجسٹ کی ایک اور عظیم پیشکش

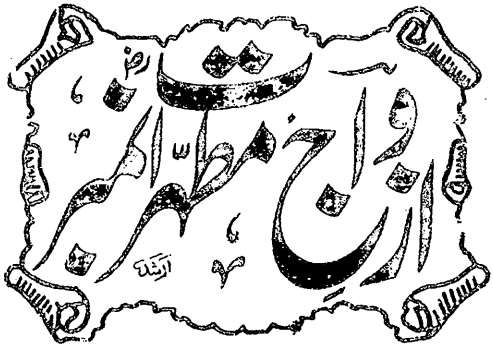

ازواجِ مطہراتؓ

ارشد

شائع ہو گیا ہے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

- کائنات کی مقدس، مطہر اور پاک ہستیاں۔
- پیغمبرِ آخر الزماںؐ کے حرمِ رشد و ہدایت کی روشنیاں۔
- اسلام کے نام لیواؤں کی مائیں۔
- وہ جنہوں نے اللہ کے رسولؐ کو اُس آنکھ سے دیکھا جس آنکھ سے دیکھنا کسی اور کے نصیب میں نہ تھا۔
- جنہوں نے نبی کریمؐ کے خلوت و جلوت کے نوری نظارے دیکھے

وہ حقائق و روایات جو آج تک کسی ایک جگہ اکٹھے نہ کیے جا سکے

سیارہ ڈائجسٹ: 240 مین مارکیٹ ریواز گارڈن لاہور۔ فون: 37245412

نے جو کچھ کیا حکم کے مطابق کیا۔

اس طیارے کا نیوی گیٹر (رہنما) وان کرک جس کی رہنمائی میں طیارہ ہیروشیما تک پہنچا تھا بیان دیتا ہے۔ ”ایٹم بم کی زد میں آنے والی چند ایک جاپانی لڑکیوں کو پلاسٹک سرجری کے لئے امریکہ لایا گیا تھا۔ ٹیلی ویژن پر بھی ان کی نمائش کی گئی تھی انہیں دیکھ کر میرے جذبات اور احساسات کی کیفیت کچھ اور ہوجاتی ہے اور میں سوچنے لگتا ہوں کیا یہ بھی ضروری تھا۔ میں آرام کی نیند سوتا ہوں لیکن ایٹم بم کی زد میں آئے ہوئے کسی جاپانی کو دیکھتا ہوں تو میری جذباتی حالت بدل جاتی ہے اور مجھے سب کچھ یاد آنے لگتا ہے۔ میں ان امریکیوں سے متفق ہوں جن کا یہ خیال ہے کہ یہ بم پھر کبھی استعمال نہیں کرنا پڑیگا۔“

طیارے کے انجینئر ڈزن بیری نے کہا ”اس وقت جب ایٹمی قوت ایجاد ہوچکی ہے اسے بنی نوع انسان کی تباہی کے لئے استعمال کرنے کے بجائے انسان کی بھلائی کے لئے استعمال کیا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ وقت آجائے کہ ہم سب ایٹم اور ہائیڈروجن بموں سے دستبردار ہوجائیں۔“

طیارے کے عقبی توپچی کیرن نے کہا ”میں نے ایٹم بم کے زخمیوں کو فلموں میں دیکھا ہے۔ ان میں جلے ہوئے بچے بھی دکھائے گئے تھے۔ ایسے موقع پر میں اپنے آپ میں جرم کا احساس محسوس کرتا ہوں۔ میں نے ہیروشیما کی تباہی کی تصویریں بھی دیکھی ہیں انہیں دیکھ کر تاسف ہوتا ہے کہ نہ دیکھتا تو اچھا تھا۔“

طیارے کے پائلٹ تبتس نے بیان دیا ”میری ماں کا نام اینولا گے تھا۔ میں نے اس تاریخی طیارے کا نام بھی اینولا گے رکھا۔ میں ڈاکٹری پڑھ رہا تھا لیکن میں ہوا باز بننا چاہتا تھا۔ خاندان کے سبھی لوگ مجھے کہتے تھے کہ ہوا باز نہ بنو مارے جاؤ گے۔ میری ماں نے میری حوصلہ افزائی کی اور کہا کہ ضرور ہوا باز بنو، تم زندہ رہو گے۔ ایسے ہی ہوا، میں ہوا باز بنا جنگ لڑی اور میں ایٹم بم گرانے کیلئے زندہ رہا۔ تب میں نے اپنے بمبار طیارے کا نام ماں کے نام پر اینولا گے رکھا۔

بیسر نے کہا ...... ”میں واحد ہوا باز ہوں جو دونوں شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرانے گیا تھا۔ مجھے جنگ سے نفرت ہے۔ میری بیوی اور میرے بچوں کو بھی جنگ سے نفرت ہے۔ لیکن ابھی دنیا میں وہ انسان پیدا نہیں ہوئے جو بغیر لڑے اکٹھے رہ سکیں۔ میرا خیال ہے کہ ایٹم بم سے ہم نے کرہ ارض پر جنگ کا وجود ختم کردیا ہے۔ اگر دوبارہ جنگ ہوئی تو ہم پھر دُور پیچھے اسی مقام پر چلے جائیں گے جہاں ہم اپنی لمبی دُم کو درختوں کی شاخوں سے لپیٹے جھولے جھول رہے ہوں گے۔“

نیلسن نے کہا ”آج دنیا کی حالت ایسی ہوگئی ہے کہ ہمارے پاس اسلحہ بارود ہونا چاہئے۔ میں اس کے حق میں نہیں کہ اسلحہ بارود پر اس قدر دولت صرف کی جائے لیکن عالمی حالات کے سدھرنے تک ہمارے پاس اسلحہ بارود کا ہونا لازمی ہے۔“

آخر میں شومارڈ نے کہا ”جب تک دنیا میں ہوس ملک گیری موجود ہے کوئی بم جنگ کو ختم نہیں کرسکتا۔ جنگ سے کچھ حاصل نہیں ہوتا نہ کوئی جیت سکتا ہے نہ ہار سکتا ہے۔ امریکہ کے لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ یوں نہیں ہوسکتا (یعنی ہم پر ایٹم بم نہیں گرایا جاسکتا)۔ میں کہتا ہوں کہ بم بنانے کے لئے ٹیکس دیتے چلے جاؤ، بم بناتے چلے جاؤ لیکن بم کے لئے تیار بھی رہو۔ مجھے امید ہے کہ ہر ملک کے پاس بم ہونے کی وجہ سے ہر ملک اس بم کو ممنوع قرار دے گا۔ جیسے زہریلی گیس کو ممنوع قرار دیا جاچکا ہے۔“

......❁......❁......

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

روبینہ احمد

بونس

مرد کے چہرے کی درشتی اور بڑھ گئی' اس نے گھٹی ہوئی نظروں سے ہیری کو دیکھا پھر اپنی بیوی کی طرف سر گھمایا' عورت مسکرا دی۔ عجیب بے نام سی مسکراہٹ تھی۔ یقیناً اس نے اپنے شوہر کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا جیسے کسی بچے کو تسلی دے رہی ہو۔

ایک سیلز مین کا فسانہ انتہائی محنت کے بعد اسے ملازمت کی پہلی کامیابی مل گئی تھی

وہ اس طرح سیڑھیاں اُتر رہا تھا جیسے اس کے پیروں میں سپرنگ لگ گئے ہوں' خوشی سے اس کا دل اچھل رہا تھا کیونکہ اس نے سیلز مینی کا امتحان پاس کر لیا تھا اور اس کی تنخواہ دُگنی ہو گئی تھی۔

وہ سڑک پر آ گیا۔ آج ہوا بڑی خوش گوار تھی۔

ہیری اپنی بیوی نورا کو گھر میں بہت مسرور چھوڑ کے آیا تھا۔ شوہر کی کامیابی اور ترقی پر نورا کا چہرہ دمک رہا تھا۔ ہیری کو اپنے بیٹے چارلی کا خیال بھی آیا۔ آج صبح دونوں باپ بیٹوں نے کچھ زیادہ ہی ورزش کی تھی پھر چارلی ناشتہ کر کے سکول بھاگ گیا تھا۔

دکان میں داخل ہوتے ہی اس نے جارج کو خوش دلی سے سلام کیا۔ جارج اس کا ساتھی سیلز مین تھا۔ بنیان اور موزوں کے کاؤنٹر کے پیچھے سائمن کھڑا تھا۔ ہیری نے اس کی طرف بھی سلام اُچھالا اور اپنے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دل ہی دل میں پہلے گاہک کے استقبال کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے کاؤنٹر اور شوکیسوں سے پلاسٹک کور ہٹادیا۔ اچانک ایک معمر جوڑے پر اس کی نظر پڑی۔ عورت سجے ہوئے کپڑے دیکھ رہی تھی اور مرد ذرا ہٹ کر کھویا کھویا سا کھڑا تھا۔ ہیری نے اندازہ لگایا کہ یہ لوگ بچوں کے کپڑوں والا کاؤنٹر کھلنے کے منتظر ہیں۔ سیلز مینی کی تربیت کے دوران اسے بہت سی باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ وہ عورتوں کے معاملے میں زیادہ بہتر سیلز مین ہے۔ آج وہ اپنی یہ صلاحیت آزمانا چاہتا تھا۔

معمر جوڑا اس کے سامنے آ گیا' مرد اپنی بیوی سے کئی قدم پیچھے تھا۔ ہیری سراپا اخلاق بن گیا۔ عورت بہت سنجیدہ اور پُراعتماد لگ رہی تھی۔ ہیری کو احساس ہوگیا کہ اسے پرجانے کے لئے سخت محنت کی ضرورت ہے۔ سامان فروخت کرنے کا سب سے کامیاب ہتھیار نرم گفتاری ہے۔ اسے اپنی کتاب میں لکھا ہوا اصول یاد آ گیا۔ گاہک پر اخلاق کے خزانے لٹا دو اور لہجہ انتہائی میٹھا رکھو۔ ہیری بڑی دل آویزی سے مسکرایا۔ عورت اس کی مسکراہٹ نظرانداز کر کے فوراً مطلب کی بات پر آ گئی۔ ''ایک نیلا سوٹ چاہئے بارہ سال کے لڑکے کے لئے۔''

''ابھی لیجئے مادام!'' ہیری نے لہجہ انتہائی میٹھا کرلیا۔ ''ہمارے پاس مال وافر ہے شاندار سے شاندار سوٹ موجود ہے۔ آپ سرج کا سوٹ پسند فرمائیں گی یا شیوٹ کا؟''

''وہ ..... میں نے کپڑے پر غور نہیں کیا۔'' خاتون آہستہ سے بولی۔

''کوئی بات نہیں کپڑے پر نہ سہی آپ نے رنگ پر ضرور توجہ دی ہوگی۔ مگر مادام کپڑے کی بھی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ رنگ اور کپڑا دونوں اچھے ہوں تو کیا کہنے۔ سرج بھی اچھا کپڑا ہے مگر شیوٹ کی بات ہی اور ہے۔ اس پر سرج کی طرح دھبے وغیرہ پڑنے کا احتمال نہیں ہوتا۔ نیز یہ اس قدر مضبوط کپڑا ہوتا ہے کہ بچے اور بڑے لگاتار دو سال تک پہن سکتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' خاتون نے سادگی اور سرد مہری سے کہا۔

اس کی سرد مہری ہیری کو اچھی نہیں لگی' وہ دل گرفتہ سا الماری کی طرف مڑا۔ اسے خریداری میں دلچسپی لینے والے گاہک زیادہ پسند تھے۔ بہرحال اس نے ہمت نہیں ہاری۔ ''آپ نے بارہ سال عمر بتائی نا خاتون؟ یہ عمر ایسی ہوتی ہے کہ بچے کے مزاج کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ میرے لڑکے کی عمر بھی بارہ سال ہے وہ تلون مزاجی میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ یہ عمر ہی ایسی ہوتی ہے۔'' عورت نے توجہ نہیں دی۔ ہیری کا تجربہ تھا کہ عورتیں بچوں کے تذکرے میں ضرور دلچسپی لیتی ہیں۔ اسے عورت کی یہ حیرت آمیز خاموشی گراں گزری پھر بھی اس نے گفتگو جاری رکھی اور دوسرا حربہ آزمانے کی کوشش کی۔ اس نے شائستگی سے پوچھا ''آپ کا بیٹا کتنا بڑا ہے خاتون؟ میرا مطلب ہے کہ دراز قامت ہے یا درمیانے قد کا۔''

''میرا خیال ہے درمیانے قد کا۔''

''یہ اچھی بات ہے۔'' ہیری مسکرایا۔ ''آپ

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

صاحبزادے کو ساتھ لے آتیں تو اچھا تھا مگر ..... ظاہر ہے اس وقت وہ سکول گیا ہوگا۔''

عورت سر ہلا کے رہ گئی۔

مرد خریداری میں عورت کی کوئی مدد نہیں کر رہا تھا ہیری کو اس کی بے نیازی پر بہت گھٹن ہوئی' وہ پھر خوش اطواری سے عورت کی طرف متوجہ ہوگیا ''اگر آپ چاہیں تو سوٹ ابھی پسند کر لیجئے پھر چار بجے برخوردار کو لے آیئے گا وہ پہن کر دیکھ لے گا۔''

''نہیں۔'' خاتون نے کہا ''میں خود پسند کر کے لے جاؤں گی۔''

''اوہ'' میں سمجھ گیا۔ ہیری اپنائیت سے ہنسا ''یقیناً آپ اسے تعجب میں ڈالنا چاہتی ہیں۔ وہ سکول سے آ کے اچانک نیا سوٹ دیکھے گا تو کس قدر خوش ہوگا اور یہ سوٹ ٹھیک رہے گا۔''

عورت نے اس کی بات کاٹ دی ''یہ شیوٹ کا سوٹ ہے نا؟''

''بے شک۔ آپ کو تو کپڑے کی اچھی پہچان ہے خاتون۔'' ہیری نے اسے تحسینی نظروں سے دیکھا۔ ''یہ سکاٹ لینڈ کا اصلی شیوٹ ہے' مکمل اون سے بنا ہوا۔ ہماری دکان کا نام ہی اس کے اصلی ہونے کا ضامن ہے۔ یہ سوٹ کھلنڈرے سے کھلنڈرا لڑکا بھی دو سال تک خراب نہیں کر سکتا۔ سرج کی طرح اس پر داغ دھبے بھی نہیں پڑتے۔''

مرد اب بھی غیر متعلق سا کھڑا تھا۔ عورت نے انگلیوں سے کپڑا ٹٹولا پھر کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کے دیکھا۔ ہیری نے فراخ دلی سے کہا ''اچھی طرح دیکھ لیجئے مادام لڑکے عموماً جیبوں میں نہ جانے کیا کیا بھر لیتے ہیں' جیبیں پھٹ جاتی ہیں مگر اس کوٹ کی جیبیں بے حد مضبوط ہیں' دہری سلائی کی گئی ہے۔'' ہیری عورت کے سامنے سوٹ کا ہینگر پکڑے کھڑا رہا' وہ خود کو احمق محسوس کر رہا تھا۔ عورت کوٹ کا معائنہ کرتی رہی۔ ہیری بولا ''خاصی بڑی جیبیں ہیں۔'' اس نے ذرا سا توقف کیا' پھر کہا ''بس اس سوٹ میں ایک خامی ہے اور وہ یہ کہ اس کے ساتھ نیکر نہیں ہے پتلون ہے مگر آپ جانتی ہیں آج کل زیادہ تر لڑکے پتلون ہی پسند کرتے ہیں۔''

مرد ایک دم اپنی بیوی کے پاس آ گیا۔ عورت نے اس کا ہاتھ تھام کے اسے قریب کر لیا اور ہیری سے بولی ''یہی سوٹ مناسب ہے اسے ہمیشہ پتلون ہی پسند رہی ہے۔ ویسے میں بچوں کے لئے پتلون لینا حماقت سمجھتی ہوں۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مادام مگر بچوں کا مزاج عجیب ہوتا ہے۔'' ہیری خوش ہو کے بولا۔ آخر اس نے عورت کو سودے میں دلچسپی لینے پر مجبور کر دیا تھا۔ ''فی الحال اسے پتلون پہننے دیجئے پھر بعد میں چاہے نیکر پہنایئے گا یا پتلون یہ کوٹ سب کپڑوں پر جچے گا۔''

عورت نے کچھ نہیں کہا' ہیری نے سوچا کہ میرے باکفایت مشورے پر تو اسے پسندیدگی کے دو لفظ ضرور کہنے چاہئیں تھے۔ وہ کسمسا کر رہ گیا۔ اسے اپنی کتاب کا ایک اور اصول یاد آ گیا۔ کامیاب سیلز مین وہ ہے جو گاہکوں کے لئے سازگار ماحول پیدا کر سکے۔ اس نے سازگار ماحول پیدا کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ ''مادام آج آپ کا بیٹا گھر آئے گا تو نیا سوٹ دیکھ کے حیران رہ جائے گا۔'' ہیری کے ہونٹوں پر اس کی بہترین مسکراہٹ تھی۔

''ہمیں ذرا جلدی ہے۔'' مرد نے پہلی بار زبان

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

کھولی۔ ہیری اس کی آواز سے گھبرا گیا' بڑی کھوکھلی آواز تھی جیسے وہ کہیں بہت دُور سے بول رہا ہو۔

''مہربانی کرکے سوٹ پیک کردیجیے۔''

''ابھی لیجیے جناب۔'' ہیری نے مستعدی سے کہا وہ خود کو اپنے فن میں ناکام محسوس کررہا تھا۔ پھر بھی کوشش کرکے مسکراتا رہا۔ ''دیکھیے ہمیں ایک دوسرے پر کتنا اعتماد ہے' سوٹ کی قیمت نہ میں نے بتائی نہ آپ نے دریافت فرمائی۔''

''کتنے پیسے ہوئے؟'' مرد نے بٹوا نکالتے ہوئے عجلت سے پوچھا۔

''انتیس پچاس جناب!'' ہیری نے بتایا ''ایک بات اور ہے مادام۔ اس عمر کے بچے بہت تیزی سے بڑھتے ہیں اگر یہ سوٹ وقت سے پہلے چھوٹا ہوجائے تو لے آیئے گا ہم بلامعاوضہ ٹھیک کردیں گے۔ یہ میرا کارڈ رکھ لیجیے۔'' اس نے جیب میں سے نیا چھپا ہوا کارڈ نکال کر بڑھایا۔

مرد نے کوئی توجہ نہیں دی مگر خاتون نے کارڈ لے لیا' ''شکریہ۔'' وہ بولی اور اچانک ہی مسکرا دی۔ ہیری کو اس کی مسکراہٹ عجیب سی لگی ''تم واقعی بہت مہربان آدمی ہو۔''

''شکریہ مادام!'' ہیری خوش ہوگیا۔ ''اس میں مہربانی کی کیا بات ہے۔ ہمارا مقصد ہی گاہکوں کی خدمت ہے۔ آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ اس قسم کی خریداری پر ہم ایک چھوٹا سا تحفہ بھی پیش کرتے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اصل وجہ

یک دہی بھلے اور فروٹ چاٹ کی دکان پر چاٹ کی اقسام بمعہ قیمت' فہرست آویزاں تھی جس پر لکھا تھا:

1: سادہ چاٹ..... 50 روپے۔

2: اسپیشل چاٹ... 60 روپے۔

3: ایکسٹرا اسپیشل چاٹ... 70 روپے۔

4: ڈبل ایکسٹرا اسپیشل چاٹ... 80 روپے۔

5: سنڈے اسپیشل چاٹ... 100 روپے۔

میں نے سوچا روزانہ یہ مختلف قسم کی چاٹ کا ذائقہ چکھنا چاہیے۔ تین' چار دن میں احساس ہوا کہ ذائقہ تو ایک ہی ہے کوئی فرق نہیں ہے۔ دکاندار سے پوچھا کہ بھائی یہ کیا ماجرا ہے تو وہ بولا:

سادہ چاٹ..... ایسے ہی پلیٹ میں دے دی جاتی ہے۔

اسپیشل چاٹ..... چمچہ دھو کے دی جاتی ہے۔

ایکسٹرا اسپیشل چاٹ..... چمچہ اور پلیٹ دھو کے دی جاتی ہے۔

ڈبل ایکسٹرا اسپیشل چاٹ..... ان سب چیزوں کے ساتھ ساتھ میں اپنے ہاتھ بھی دھو کے دیتا ہوں۔

میں نے حیرت سے یہ سب سُن کر پوچھا:

بھائی یہ سنڈے اسپیشل چاٹ میں کیا ہوتا ہے؟؟۔

تو وہ بولا: سنڈے یعنی اتوار کو میں خود نہا کر آتا ہوں۔

(مرسلہ: انعام بٹ۔ راولپنڈی)

ہیں۔ موسم کی مناسبت سے آپ کو ایک شاندار بیس بال پیش کی جائے گی۔ آپ کھیلوں کے حصے میں جا کر اپنا تحفہ وصول کر لیجیے۔ ہماری طرف سے آپ کے فرزند کے لئے ایک چھوٹا سا تحفہ۔'' ہیری نے ڈبے میں سوٹ تہہ کیا اور بھورے کاغذ میں لپیٹنے لگا۔ کاغذ چرمرانے کی آواز آتی رہی۔

''ہمیں دیر ہو رہی ہے مارگریٹ۔'' آدمی نے خاصی بلند اور کشیدہ آواز میں عورت سے کہا۔ ''آؤ چلیں۔'' عورت نے شاید تحفے والی بات نہیں سنی تھی۔ ہیری نے سوچا عجیب و غریب گاہک ہیں دکان کی فیاضانہ پیش کش سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے خیر دکان کا کیا نقصان ہے۔

عورت اور مرد ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہوئے تیز تیز قدموں سے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ ہیری انہیں جاتے دیکھتا رہا۔ وہ اپنی اس پہلی کامیابی پر بہت مسرور تھا۔ ہر چند کہ دکان داری کا یہ انداز اسے پسند نہیں آیا تھا اچانک اسے اپنی ایک غلطی یاد آئی وہ نوٹ بک ہاتھ میں لئے ہوئے ان کے تعاقب میں دوڑا۔ ان کے قریب پہنچ کے اسے ایک جملہ سنائی دیا۔ مرد بھاری آواز میں عورت سے کہہ رہا تھا ''میں نے کہا تھا نا مارگریٹ تمہیں خود یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔''

''کوئی بات نہیں ڈیئر!'' عورت نے جواب دیا ''میں سوٹ اپنے ہاتھ سے خریدنا چاہتی تھی۔ خصوصاً پتلون خرید کے مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ اسے پتلون بہت پسند تھی۔'' وہ دروازے کے پاس پہنچ گئی۔

ہیری نے بڑھ کے انہیں روکا ''معاف کیجئے گا ہم آئندہ خدمات کے لئے اپنے کرم فرماؤں کا نام اور پتہ نوٹ کر لیتے ہیں ممکن ہے آپ دوبارہ تشریف لائیں تو ہم آپ کے صاحبزادے کے لئے اس سے بہتر سوٹ پیش کر سکیں۔''

مرد کے چہرے کی درشتی اور بڑھ گئی' اس نے گھٹی ہوئی نظروں سے ہیری کو دیکھا پھر اپنی بیوی کی طرف سر گھمایا' عورت مسکرا دی۔ عجیب بے نام سی مسکراہٹ تھی۔ یقیناً اس نے اپنے شوہر کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا جیسے کسی بچے کو تسلی دے رہی ہو ''پتہ لکھ لو۔ مسٹر اور مسز چارلس سیمور' ایک سو ایک' فاریسٹ ایونیو۔''

اسی رات ہیری آرام کرسی میں دھنسا ہوا اخبار پڑھ رہا تھا۔ چارلی ریڈیو کے ڈائل سے اُلجھا ہوا تھا۔ نورا باورچی خانے میں تھی۔ ہیری کھیلوں کی خبریں تفصیل سے پڑھ کے دوسرے کالم دیکھنے لگا۔ اچانک ایک تصویر پر اس کی نظر پڑی۔ اس نے غور سے دیکھا یہ وہی جوڑا تھا مسٹر اور مسز چارلس سیمور۔ اسی لمحے چارلی نے ہیری سے کہا ''ڈیڈی یہ مجھ سے نہیں ہو رہا ذرا ڈائل بدل دیجئے۔'' مگر ہیری کو جیسے سکتہ ہو گیا تھا اس کی نظریں تصویر اور خبر پر جمی ہوئی تھیں کالم کے آخر میں لکھا ہوا تھا۔

سیمور! انتقال پُرملال۔ اسمتھ' عمر بارہ سال مسٹر اور مسز چارلس کا اکلوتا بیٹا تدفین منگل' دو بجے۔

''ڈیڈی!'' چارلی چلایا ''عجیب ریڈیو ہے لگ ہی نہیں رہا۔''

نورا نے یکایک باورچی خانے سے نکل کے ہیری کے ہاتھ سے اخبار چھین لیا ''تم موت کی خبریں بھی پڑھنے لگے۔ سُن نہیں رہے ہو تمہارا بیٹا کب سے چلا رہا ہے۔''

چارلی گنگ بیٹھا رہا۔

WaqarAzeem PakistaniPoint.com

پگڈنڈی

نوشابہ اختر

(قسط:7)

رشتوں کی ڈور انسان کو جینے کی قوت عطا کرتی ہے اور اس سے بندھ کر ہم خود کو زندگی کے جھمیلوں میں مصروف کر لیتے ہیں گویا ہمیں قدرت نے زندگی کے تمام مسائل کا حل تلاش کرنے کا سہارا فراہم کر دیا ہو۔ لیکن بعض اوقات یہی ڈور اُلجھ جاتی ہے اور سفر زیست انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر انسان اپنے رشتوں کی تلاش میں سرپٹخنا رہ جاتا ہے۔ نوشابہ اختر کا نام اب سیارہ ڈائجسٹ کے قارئین کے لیے جانا پہچانا نام ہے' اُن کی کہانیوں میں رشتوں کے بندھن اور اُن سے بندھے انسانوں کا احوال اس قدر پُراثر انداز میں سامنے آتا ہے کہ قاری خود کو کہانی کا کردار تصور کرنے لگتا ہے اور اسی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے جس میں کردار کو دکھایا گیا ہوتا ہے۔ زیرِ نظر ناول بھی ایسے ہی کرداروں پر مبنی ہے جو ہمیں اپنے آس پاس اور دیکھے بھالے معلوم ہوتے ہیں۔ اس کا بنیادی خیال بھی ایسا ہے کہ لگتا ہے یہ ہماری ہی کہانی ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''پگڈنڈی'' میں جذبات و احساسات کی اس خوبصورتی سے ترجمانی کی گئی ہے کہ بے اختیار جی چاہتا ہے کہانی کو پڑھتے ہی جائیں اور جب تک ناول مکمل نہ ہو جائے وقفہ نہ آنے پائے۔ یہی ایک اچھے ناول کی خوبی ہوتی ہے کہ وہ قاری کو اپنے سحر میں مبتلا کر دے اور پڑھنے والا اُس کی اگلی قسط کے انتظار میں رہے۔ نوشابہ اختر کا یہ یادگار ناول آپ کو یقیناً پسند آئے گا' اپنی رائے سے ہمیں ضرور آگاہ کریں!

(ایڈیٹر)

اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا تو میں بھی رو پڑی۔

''مجھے ان سے اتنی بے عزتی کی امید نہ تھی میں تو انہیں سمجھانے گئی تھی ہمیشہ کی طرح بہت سی امیدیں لے کر' مجھے کیا خبر تھی اتنے گہرے زخم لے کر لوٹوں گی جو عمر بھر' بھر نہ سکیں گے۔''

''نہ روئیے پھوپھو..... اپنوں کو ٹھکرا دینا اس دنیا کا پرانا دستور ہے۔ اب..... اب ہمیں یہ گھر ہی چھوڑ دینا چاہئے پھوپھو..... یہاں اب کیا دھرا ہے' کچھ نہیں..... کچھ بھی نہیں.....'' وہ اپنے اور میرے آنسو پونچھ کر بیٹھ گئی۔

''تم رات بھر پریشان رہی ہو مونا آؤ یہاں میرے پاس لیٹ جاؤ تھوڑی دیر سو جاؤ۔''

میں نے اسے زبردستی اپنے ساتھ لٹا لیا۔

''ابو نے آپ سے جو کچھ کہا..... میں سب سن رہی تھی پھوپھو' جی تو چاہتا تھا اپنے آپ کو بھی شوٹ کر لوں اور انہیں بھی ختم کر دوں لیکن نہ جانے کیا سوچ

کر لوٹ آئی۔ شاید ابھی میرے ہاتھوں میں اتنی ہمت نہیں آئی کہ میں اتنا بڑا قدم اٹھا لیتی۔

یہی سوچ کر میں لوٹ آئی تھی پھوپھو اور پھر آپ کے گرنے کی آواز پر راہداری میں آئی۔ آواز بڑی تیز تھی لیکن انہوں نے نکل کے جھانکا تک نہیں۔ میں بڑی مشکل سے آپ کو یہاں تک لائی۔ ڈاکٹر کو فون کہاں سے کرتی وہ تو ان کے کمرے میں تھا۔ آپ کے ماتھے سے خون نکل رہا تھا۔ بڑی مشکل سے رُکا۔ کیسی قیامت خیز رات تھی پھوپھو مجھے یوں لگتا تھا اس کی صبح کبھی نہیں ہوگی کبھی نہیں ہوگی۔'' وہ سسک پڑی۔

''خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے میری جان۔ رات کے بعد دن کی روشنی لازمی چیز ہے خدا یہ مشکل بھی آسان کرے گا۔''

اس کے بعد کتنی دیر ہم دونوں چپ چاپ لیٹی رہیں وہ شاید سو گئی۔ لیکن میرا زخمی ذہن بڑے دکھ سے بہت کچھ سوچے جا رہا تھا۔ میں سوچ رہی تھی۔ مرد بدل کیوں جاتے ہیں..... شادی کے بعد اسے اپنے والدین اپنے بہن بھائیوں' اپنے عزیز و اقارب' سب سے نفرت ہو جاتی ہے۔ وہ ہر ایک سے دامن بچا کر بھاگتے ہیں ان سے ملنا پسند نہیں کرتے۔ جن والدین نے انہیں دکھ سہہ سہہ کر اور پریشانیاں جھیل کر جوانی کی حدود تک پہنچایا ہو وہ انہیں پہچاننے تک سے انکار کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس عورت..... عورت شادی کے بعد اپنے میکے کا زیادہ دم بھرتی ہے۔ ہر موقع پر ان کی تعریفیں کرتی ہے ہر تقریب پر سب سے پہلے انہیں بلاتی ہے اور ہمیشہ انکا خیال رکھتی ہے۔ مرد کیا کبھی یہ سوچ نہیں سکتا سمجھ نہیں سکتا کہ وہ جہاں اپنی جیب سے اپنی بیوی کے والدین اور عزیز و اقارب کی ناز برداریاں اٹھاتا اور خوش ہوتا ہے وہیں اس کے کندھوں پر اور کسی کے بھی حقوق ہیں۔ مرد اتنا بیوقوف کیوں ہے؟ میں بار بار یہ سوچ رہی تھی' کیا مرد کی حماقت نہیں کہ وہ بُرے بھلے کی تمیز تک کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ کیا وہ یہ تجزیہ نہیں کر سکتا کہ آخر کتنے فی صد عورتیں شادی کے بعد اپنے میکے کو یکسر فراموش کر کے سسرال والوں کی ہو کے رہ جاتی تھیں؟ اور یہ سب سوچتے سوچتے میرا ذہن کل شام کے واقعہ کی طرف لوٹ گیا۔ شدت غم سے جیسے میرے سینے کے اندر کوئی چیز ٹوٹ کے چکنا چور ہو گئی۔

بھیا..... میرے لب شکوہ کر رہے تھے آپ نے تو مجھے کبھی پھول کی چھڑی سے بھی نہیں مارا تھا بھیا..... کبھی ترچھی نظر سے بھی نہیں دیکھا تھا بھیا..... کبھی اونچی آواز سے پکارا تک نہیں تھا بھیا..... پھر..... اب..... اب میں اتنی گناہگار ہو گئی ہوں کہ آپ نے مجھے' مجھے ذلیل کر کے اپنے کمرے سے نکال دیا۔ میں..... میرا قصور تو بتا دیتے بھیا..... کیا یہ میرا قصور ہے کہ میں اس معصوم کو بچانا چاہتی ہوں جسے پچھلے کئی سال سے آپ بھلائے بیٹھے ہیں۔ آہ..... کس کو پکاروں..... کون سنے گا.....

دُکھ سے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے..... سسکی کی آواز پر مونا نے میرے گلے میں اپنی بانہیں ڈال دیں۔

''میری امی اس غم کو سینے سے لگائے مر گئی تھی پھوپھو..... اس نے بھی یوں ہی ٹھوکریں کھائی تھیں..... اور اب..... اب ہم..... ہم بھی اسی آگ میں جل رہے ہیں..... لیکن..... لیکن میں..... میں یہ سب نہیں بھلا سکتی..... کبھی نہیں بھلا سکتی..... ابو کو..... اس سارے ظلم کے لئے جو اب دینا پڑے گا..... جواب.....''

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

وہی حقائق، وہی کہانیاں جو روز و شب ہمارے چاروں طرف رقص کناں ہیں

کالی دھوپ سنہری چھاؤں

نوشابہ اختر

نئی کتاب، نیا انداز، نئے حقائق، نئی سچائیاں

Pakistanipoint.com

دراصل دھوپ کبھی کالی نہیں ہوتی لیکن ارتداد زمانہ کا کوڑا جب لگاتار برستا ہے تو سردیوں کی نرم ملائم دھوپ بھی بدن کو جھلسا کر سیاہ کر دیتی ہے۔

نگاہ جب اوپر اٹھتی ہے تو بندے کی کراہ میں سورج کی کرنیں سیاہی مائل ہو جاتی ہیں۔

قیمت: 500 روپے

رنگین سرورق O اعلیٰ سفید کاغذ O صفحات 400

منگوانے کا پتہ سیارہ ڈائجسٹ 240 ریواز گارڈن لاہور فون 37245412

وہ بیٹھ گئی..... غصہ سے اس کا جسم کانپ رہا تھا ..... اور میں چپ تھی جیسے بولنا تک بھول چکی ہوں۔

کئی روز انتہائی قیامت کے گزرے، ہم دونوں ان سے جیسے بالکل کٹ کے علیحدہ ہو چکی تھیں۔ بھیا کو میری بیماری کا علم تھا لیکن وہ مجھے دیکھنے تک نہیں آئے۔ مونا کی کار گیراج میں تھی اور گیراج میں اتنا بڑا تالا ڈال دیا گیا تھا۔ فون انہوں نے اپنے کمرے میں منتقل کرلیا اور یوں گویا ہر طرف سے ہمارے لئے ہر قسم کی راہیں بند کردی گئیں۔ اور آخر..... ایک شام مونا بھیا کے کمرے میں چلی گئی..... اس نے مجھ سے صرف اتنا کہا تھا۔

''میں ابو کے پاس جارہی ہوں پھوپھو..... اور ..... اور جو کچھ بھی کروں گی..... آپ بالکل نہیں بولئے گا..... بالکل خاموش رہئے گا۔''

آہستہ آہستہ چلتی میں بھی دروازے کا سہارا لیکر ٹک گئی، آخر پتہ تو چلے اتنے عرصہ بعد وہ خود چل کے ان کے کمرے میں کیوں گئی ہے.....

بھیا عدنان کو گود میں لئے کھلا رہے تھے..... اور ..... اور اس سے ان کی آنکھوں میں اتنی چمک تھی اتنا پیار اور اتنی شفقت تھی کہ میں چپکے سے رو پڑی۔

''کیا مونا کا اس میں کوئی حصہ نہیں.....''

''ابو..... مجھے معاف کردیجئے ابو..... میں نے آپ کو بہت ستایا ہے..... مجھے معاف کردیجئے.....''

میں پریشان ہوگئی..... مونا ان کے قدموں سے لپٹی رو رہی تھی۔

''مجھے آپ کا ہر فیصلہ منظور ہے ابو..... ایک بار مجھے معاف کردیجئے۔''

بھیا نے حیرت اور غصہ سے اس کی طرف دیکھا..... راویہ کے چہرے پر بڑی طنز بھری مسکراہٹ تھی ایسی مسکراہٹ جو دشمن کے چت گر جانے کے بعد چہرے پر چھا جاتی ہے۔

''ب جبکہ ہر طرف سے تم پر بندش ہوئی تو تمہارے ہوش بھی ٹھکانے آگئے ہیں۔''

انہوں نے پاؤں کی ٹھوکر سے اسے پیچھے کیا لیکن وہ پھر ان سے لپٹ گئی۔

''مجھ سے غلطی ہوئی ہے ابو مجھے کسی نے غلط اطلاع دی تھی۔ ایک بار صرف ایک بار مجھے معاف کردیجئے آپ کو عدنان کی قسم ابو مجھے معاف کردیجئے۔'' وہ اتنی شدت سے رو رہی تھی کہ مجھے لگتا تھا وہ ابھی بے ہوش ہوجائے گی۔

''اسے پیار کیجئے نا راشد، چھوڑیئے بھی اب آخر وہ بچی ہے اور نا سمجھ.....''

یہ راویہ تھی اور اس کی آواز اس کی آواز میں اتنا مکر اور فریب تھا کہ چھپائے چھپ نہیں رہا تھا۔ اور بھیا نے آہستہ سے اسے شانوں سے پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا۔

''پیار کیجئے نا اسے..... دیکھ کیا رہے ہیں.....''

راویہ نے پھر کہا تو بھیا نے بڑی مجبوری سے اسے اپنے ساتھ لگالیا ''لو اب چپ ہوجاؤ مونا.....'' راویہ نے آگے بڑھ کر اس کے سر کو تھپکتے ہوئے کہا..... ''ہم کوئی تمہارے دشمن تو نہیں رانی جو تم یوں شک کرنے بیٹھ گئیں۔ بس اب چپ ہوجاؤ دیکھو تمہیں روتے دیکھ کر تمہارا بھائی بھی منہ بسور رہا ہے۔''

مونا نے آنسو پونچھتے ہوئے اُٹھ کر اپنا سر راویہ کے سینے سے لگا دیا۔

''آپ ..... آپ کتنی اچھی ہیں امی ..... کاش..... کاش میں پہلے ہی آپ کو سمجھ جاتی.....''

''ماضی کو بھول جاؤ مونا.....'' راویہ نے اسے

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

اپنے سینے سے بھینچتے ہوئے کہا..... ''سمجھو..... کچھ ہوا ہی نہیں..... تمہیں کیا خبر ..... تمہارے لئے راشد راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر روئے ہیں۔ یوں باپ سے بدگمانی تو اچھی نہیں ہوتی نا میری جان.....''

''اب تو مجھے معاف کردیجئے نا ابو۔'' وہ پھر بھیا کے سامنے جھک گئی راوینہ کے اشارے پر انہوں نے اسے اپنے سینے سے لگا کر پیار کیا۔

اور پھر..... مونا نے عدنان کو گود میں لے لیا وہ اسے بے تحاشا پیار کررہی تھی۔

اور میں چپ چاپ اپنے کمرے میں لوٹ آئی۔

کیا مونا مجھے ہی ان سب کی نگاہوں میں ذلیل کروانا چاہتی تھی یا چند روز کی اس سختی نے اس کی ساری اکڑ توڑ دی ہے مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا..... میرا ذہن تو جیسے بالکل جواب دے گیا تھا۔

اور اس کے بعد مونا یکسر بدل گئی..... راوینہ کو امی' امی کہتے اس کی زبان تھکتی نہیں تھی۔ عدنان کو سارا وقت اٹھائے رہتی۔ گھر سے باہر جاتی تو جلد ہی لوٹ آتی اور راوینہ کے ساتھ لگی جہیز کی چیزیں بناتی رہتی۔

حالات اتنی جلدی پلٹ گئے تھے کہ میں کچھ بھی سوچ نہ سکی بالآخر ایک روز تنگ آکر مونا کو میں نے آڑے ہاتھوں لیا۔ ''اگر تمہیں آخر کار یوں ہی ڈرامہ کھیلنا تھا مونا..... تو مجھے یوں سب میں ذلیل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔''

اس نے حسب عادت میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں ''حالات سے سمجھوتہ کئے بنا گزر مشکل تھی پھوپھو..... اب..... جبکہ ابو نے بھی مجھے معاف کردیا ہے آپ بھی معاف کردیجئے یقین مانئے پھوپھو پھر کبھی آپ کو تنگ نہیں کروں گی۔''

وہ خود اتنا پیار کرنے والی لڑکی تھی کہ میں اس کی ادا پر بے اختیار ہوگئی۔

''آپ ہی ناراض رہیں گی پھوپھو تو کسی شے میں کوئی مزا نہیں آئے گا۔ کردیجئے نا معاف مونا تو آپ ہی کی ہوں نا'' میں نے بے اختیار اس کا سر چوم لیا۔ اس معاملہ میں میں واقعی بہت مجبور تھی وہ تو شاید مجھے اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز تھی۔

شادی کی تیاریاں زوروں پر تھیں کہیں کپڑوں کا آرڈر دیا جارہا تھا..... کہیں فرنیچر کا..... کہیں زیور بن رہا تھا..... کہیں جوتوں کا آرڈر دیا جارہا تھا۔ غرض صبح سے شام تک ایک ہنگامہ رہتا..... اور..... اور رات کو دیر تک مونا کے کمرے کی لائٹ جلتی رہتی دروازہ اندر سے بند ہوتا تھا..... اس لئے یہ پتہ نہ چلا کہ وہ کیا کرتی رہتی ہے۔

شادی کی تاریخ مقرر کردی گئی تھی اشعر کی امی اور بہنیں آئیں اور مونا کی پسند کا زیور اور جوتے وغیرہ کا آرڈر دے گئیں۔

مونا ان دنوں اتنی خوش تھی کہ میں حیران ہوئی جاتی۔ اس کی صحت قابل رشک ہوتی جارہی تھی گھر میں ایک خوشی اور سکون کی فضا تھی۔ بالکل ویسی ہی جیسی شبنم بھابی کے زمانے میں ہوا کرتی تھی۔

انہی دنوں عدنان کا عقیقہ کیا گیا اور کافی عرصہ بعد ایک جشن منایا گیا..... بہت سے لوگ مدعو تھے رات گئے تک خوب خوب ہنگامہ رہا..... قوالی کا پروگرام بھی تھا..... مونا گہرے تربوزی رنگ کی بنارسی ساڑھی پہنے تھی اور بالکل شعلہ لگ رہی تھی چونکہ انتظام ہال کمرے میں تھا اور اسے خوب گرم کیا گیا تھا اس لئے وہ اس وقت سلیولیس بلاؤز پہنے تھی اور چھوٹا سا سٹرول اس کے کندھوں پر پڑا تھا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint

آخر میں سب نے مونا سے کچھ سنانے کی فرمائش کی۔ وہ مسکراتی ہوئی پیانو کے سامنے جا بیٹھی مجھے یاد آیا..... کچھ عرصہ پہلے اس نے فیض کی غزل ''شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں.....'' کس قدر دکھ سے گائی تھی لیکن اس کا شیشہ تو جڑ گیا.....

کافی دیر بعد اس نے یہ غزل شروع کی۔

ہر قدم پر نت نئے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں لوگ

وہ بڑے خوبصورت انداز سے گا رہی تھی اور جب یہاں پہنچی

شمع کی مانند اہل انجمن سے بے نیاز

اکثر اپنی آگ میں چپ چاپ جل جاتے ہیں لوگ

تو میں نے دیکھا اس کی پلکوں پر ستارے سے چمک رہے تھے۔

غزل ختم ہوگئی سب نے خوب تعریف کی۔ لوگ آہستہ آہستہ جانا شروع ہوگئے تھے۔ میں تھک گئی تھی اس لئے کمرے میں لوٹ آئی۔

خلاف توقع مونا کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ میں اس کے کمرے میں چلی گئی لائٹ آن کی تو حیران رہ گئی۔ ایک کونے میں ایزل پہ بنی ہوئی تصویر تھی۔ واٹر کلر میں یہ تصویر انتہائی یاس و الم کا سماں پیش کر رہی تھی۔ دھواں ہی دھواں تھا اور اس دھوئیں میں سرخ کپڑوں میں لپٹی بکھرے بالوں والی دلہن پڑی تھی۔ اس کے اردگرد زیورات، فرنیچر اور دوسری بہت سی قیمتی چیزیں بکھری پڑی تھیں اس کے بالوں سے شعلے اٹھ رہے تھے اور ہاتھوں میں ایک تصویر تھی ایک عورت کی تصویر۔ میں تصویر کو دیکھتی رہ گئی۔ کسی خطرے نے جیسے میرے حواس تک منجمد کر دیئے تھے۔

''مونا..... یہ سب کیا ہے..... تم کیا کر رہی ہو.....'' میں نے سسکتے ہوئے سوچا اور اپنے کمرے میں آ گئی۔ کپڑے بدل کر لیٹ گئی اور سوچ میں کھو گئی۔

کہیں یہ بجھتے ہوئے دیئے کی آخری بھڑکنے والی لو تو نہیں؟ کہیں اس نے اپنے لئے یہی اندوہناک انجام تو نہیں سوچ لیا۔ سوچتے سوچتے مجھے یوں لگا مونا دلہن بنی بیٹھی ہے اور پھر اس کے کپڑے، اس کا جسم اس کا کمرہ جیسے ہر شے دھوئیں کی لپیٹ میں آ گئی۔ وہ جل رہی تھی۔ میں چیخ مار کر بیٹھ گئی مونا بھاگتی ہوئی آ گئی۔

''کیا ہوا پھوپھو..... آپ اتنی وحشت زدہ کیوں ہیں.....؟''

''تم ٹھیک ہو نا مونا، تم ٹھیک ہو نا.....'' میں نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا اور رو پڑی۔

''میں تو بالکل ٹھیک ہوں پھوپھو آپ شاید ڈر گئی تھیں۔''

''ہاں..... ہاں میں ڈر گئی تھی۔ میں نے دیکھا..... آگ لگی ہے اور تم جل رہی ہو.....''

میں نے غور سے اس کی طرف دیکھا..... تو اس نے اپنی بانہیں میرے گلے میں ڈال دیں۔

''لیٹ جائیے کل آپ بہت تھک گئی تھیں میں آپ کے پاس ہی سو جاتی ہوں۔''

اور اسے اپنے ساتھ لٹا کر مجھے جیسے سکون مل گیا اور کچھ دیر بعد میں بھی سو گئی۔

جنوری کا دوسرا ہفتہ تھا..... کالج کھل گئے تھے اور میں نے کالج جانا شروع کر دیا تھا۔ گھر میں شادی کی تیاریاں پورے جوش پر تھیں کیونکہ فروری کی دو تاریخ شادی کے لئے مقرر کر دی گئی تھی۔

میں نے دو تین بار مونا سے اس سلسلہ میں بات

Wadar Azeem
Pakistanipoint.com

کی تھی۔ اس نے یہی جواب دیا ''سب ٹھیک ہوجائے گا پھوپھو..... آپ پریشان نہ ہوں۔''

اور میں چپ ہوگئی۔ پینٹنگ کا ذکر کیا تو وہ ہنس پڑی۔ ''کبھی یہ خیال ذہن میں تھا اب نہیں رہا۔ زندگی اتنی ارزاں تو نہیں پھوپھو کہ اسے آگ کی نظر کردیا جائے۔''

اس نے مجھے اپنی باتوں سے مطمئن کردیا تھا۔ اس لئے میں نے اس کے بعد اس سے کوئی ذکر نہیں کیا۔

بھیا پر مجھے غصہ تھا۔ اس لئے ان سے بس رسمی سی بات چیت ہوجاتی کیونکہ انہوں نے کبھی اپنے اس رویئے پر اظہار افسوس نہیں کیا تھا اور میں بھی انہیں کی بہن تھی کیسے جھک جاتی۔

بہرحال شب و روز بڑے مصروف گزر رہے تھے اور میں نے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ مونا کی شادی کے بعد ہوسٹل میں منتقل ہوجاؤں گی۔

کئی روز کی بارش کے بعد وہ بڑا چمک دار دن تھا۔ سردی پورے جوبن پر تھی۔ میرا پیریڈ فری تھا اس لئے میں دھوپ میں بیٹھی مونا کے لئے سویٹر بن رہی تھی کہ کالج کا ڈاکیہ میرا ایک رجسٹرڈ خط لئے آ گیا۔ دستخط کرکے اسے دیئے اور پھر حیرانگی سے تحریر پر نظر ڈالی کس کا خط ہے۔

اچانک نیچے نظر پڑی۔ رخشی کا نام اور پتہ لکھا تھا۔ جلدی سے لفافہ چاک کیا' بڑا بھاری خط تھا اور ایک ساتھ کئی کاغذ پن سے جڑے ہوئے تھے۔

اوپر ہی رخشی کا خط تھا۔

پیاری آنٹی!

میرا خط پاکر آپ ضرور حیران ہوں گی لیکن دوستی کا حق ادا کرنے کے لئے آج میں یہ خط لکھ رہی ہوں اس کے ساتھ مونا کے چند خطوط ہیں انہیں پڑھئے اور اس لڑکی کے بچاؤ کی کوئی تدبیر کیجئے۔

یہ تین سطور ہی مجھے پریشان کرنے کے لئے کافی تھیں لیکن مجھے سب کچھ پڑھنا تھا آخر رخشی کیوں یہ لکھنے بیٹھ گئی۔

بچپن سے ہی مجھے مونا سے بڑی محبت تھی اور یہ محبت ہماری اب تک قائم ہے عموماً ہم عمر ساتھیوں میں کوئی راز نہیں ہوتا اور مونا کے اور میرے درمیان بھی کوئی راز نہیں رہا تھا۔ اسی وجہ سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ مونا دو متضاد شخصیتوں کی مالک ہے۔ اندر سے کچھ اور یعنی بے انتہا دکھی اور بظاہر بے انتہا خوش نظر آنے والی لاپروا ابالی قسم کی لڑکی۔

شبنم آنٹی والے حادثہ کو وہ کبھی بھی برداشت نہ کرسکی اور شاید ان کی محبت کے نقوش اس کے دل میں اتنے گہرے تھے کہ ان کی یاد میں اس نے ہمیشہ آہیں بھریں اور آنسو بہائے پھر اسے باپ کی طرف سے ملنے والی شفقت و محبت کی کمی بھی کھٹکتی اور ان سارے حالات نے اس کے دل سے ہر چیز کا اعتبار اٹھا دیا یہاں تک کہ وہ آپ کی محبت پر بھی شک کرنے لگی اور ہمیشہ یہی سوچتی رہتی کہ کہیں آپ بھی اسے چھوڑ کر نہ چلی جائیں۔

انہی دنوں اسے تصویریں بنانے کا شوق ہوگیا اور مجھے یہ دیکھ کر ہمیشہ دکھ ہوتا کہ اس کی بنائی ہوئی تصویروں میں روتی ہوئی بچی زمین پر پڑی ہوئی عورت بڑے سے پاؤں تلے دبے ہوئے نازک سے ہاتھ' یا روتی ہوئی عورت ہوتی تھی۔ مرد کی تصویروں میں اس نے ہمیشہ ظالم و جابر شخصیتیں ہی دکھائی تھیں اور اتنی چھوٹی عمر میں اس کی بنائی ہوئی تصویروں میں اچھی خاصی پختگی ہوتی تھی۔ اور مجھے

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

یقین ہے اس نے کبھی آپ کو اپنے ہاتھوں سے بنائی یہ تصویریں نہیں دکھائی ہوں گی۔

اس کے ابو نے اسے ہمیشہ قیمتی کھلونوں اور تحفے تحائف سے بہلانا چاہا لیکن اس کی نظروں میں ان چیزوں کی کوئی قیمت نہ تھی' اس نے انہیں کبھی استعمال نہیں کیا اور جب کبھی ہم میں سے کسی نے اسے کہا کہ وہ اتنی اچھی چیزیں استعمال کیوں نہیں کرتی تو وہ جواب دیتی ان ظاہری چیزوں کا کیا فائدہ جب دل ہی اُداس ہو۔

لیکن اس کے باوجود اسے ہمیشہ یہ احساس رہا کہ اس کا گھرانہ باعزت گھرانوں میں شمار ہوتا ہے اور اسے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کرنی جس سے اس کے باپ کی عزت پر حرف آئے۔ اسے یہ احساس بھی تھا کہ ابو نے امی پر جو ظلم کیا ہے دانستہ یا نادانستہ طور پر اس کی خاطر ہوا ہے اس لئے اسے اپنے باپ سے پیار اور اس کی تنہائیوں سے ہمدردی تھی۔ لیکن یہ جذبات صرف اس وقت تک رہے جب تک انہوں نے شادی نہیں کی۔

بی اے میں جن دنوں اس نے داخلہ لیا' اپر کلاس میں یہ خبر خاصی گرم تھی کہ شیخ راشد بہت جلد شادی کررہے ہیں اور شادی بھی راوینہ جیسی آزاد خیال انتہائی ماڈرن اور فلرٹ لڑکی سے کررہے ہیں۔ یہ وہ ہستی تھی جس کے دن ہوٹلوں میں اور راتیں مے خانوں میں گزرتی تھیں اور اچھے لوگ جس کے سائے تک سے پناہ مانگتے تھے۔

ہر زبان پر ان دنوں یہی چرچا تھا اس لئے کہ لوگوں کو باتیں کرنے کے لئے موضوعات کی ضرورت ہوتی ہے اور سکینڈل بنانا تو ہمارے لوگوں کا بہترین مشغلہ ہے۔

''ابو ایسے بھی ہوسکتے ہیں رخشی! نہیں..... انہیں شادی نہیں کرنی چاہئے اور پھر ایسی لڑکی سے۔''

رفتہ رفتہ یہ خبر خاصی گرم ہوگئی سوچے جب خود مونا سے یہ سوال کئے جانے لگے۔

''تمہارے ابو راوینہ سے شادی کررہے ہیں مونا؟'' تو اس کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔

ایک بار تو وہ پلک پلک کر روئی۔

''میری امی کو ابو نے صرف اس وجہ سے طلاق دیدی کہ وہ اپنے غریب بھائی کی مدد کرتی تھیں اس فرشتہ سیرت عورت پر انہوں نے اتنا بڑا بہتان تراشا اور یہ..... یہ راوینہ.....''

میں نے اسے بہت سمجھایا تو وہ بے بسی سے بولی ''جی چاہتا ہے کچھ کھا کے ہمیشہ کے لئے سو جاؤں' رخشی میں تھک گئی ہوں میں یہ سب نہیں سن سکتی۔''

''یہ تو انتہائی بزدلی ہے مونا حالات کا مقابلہ کرنا سیکھو۔'' میں نے اسے ہر ممکن طریقے سے سمجھایا۔

اور پھر اس کی مرضی سے ہم نے سوات جانے کا پروگرام بنایا تاکہ وہ اس ماحول سے دُور رہ کر کچھ سنبھل جائے۔ نہ جانے کیوں اسے یقین تھا کہ اس کے ابو شادی نہیں کریں گے لیکن جس روز ہم واپس لوٹے سٹیشن پر ہی چند ملنے والوں سے سامنا ہوگیا اور سب سے پہلی موصول ہونے والی اطلاع یہ تھی۔

''مونا کے ابو نے راوینہ سے شادی کرلی ہے۔''

میں نے اس کی طرف دیکھا وہ ایک دم بجھ گئی تھی اور سوات کے شب و روز نے جو ہلکا پن اسے بخشا تھا ان چند الفاظ نے اس سے وہ سب چھین لیا تھا۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

میں نے بہت چاہا کہ وہ میرے ساتھ میرے گھر چلی جائے لیکن وہ نہیں مانی اور پھر حقیقت سے باخبر ہونے کے بعد جو کچھ اس پر بیتی آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

اس کے بعد جیسے اس نے ایک دم حالات سے سمجھوتہ کرلیا۔ ''اگر ابو کو خاندانی عزت و وقار کی کوئی پرواہ نہیں تو میں کاہے کو یہ غم سینے سے لگالوں۔''

اور پھر جس کسی نے اس سے سوال کیا۔

''سنا ہے تمہارے ابو نے شادی کرلی۔''

تو وہ مسکرا کر جواب دیتی۔

''جی ہاں..... آپ نے ٹھیک ہی سنا ہے۔''

ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اگر کسی نے کہا

''تمہیں تو افسوس ہوتا ہوگا کہ جوان بیٹی کی موجودگی میں انہوں نے شادی کی ہے۔''

تو وہ ہنس پڑتی۔ ''مجھے کیوں دُکھ ہونے لگا صاحب مجھے تو خوشی ہے تنہائی کی وجہ سے ان کی صحت گرتی جارہی تھی اور انہیں کسی سہارے کی ضرورت تھی۔'' سب ہی حیران تھے کل تک اس خبر تک کو برداشت نہ کرسکنے والی مونا آج ہنس ہنس کے اس خبر کے لئے داد و تحسین کے نعرے لگا رہی ہے۔

لیکن..... لیکن میں جانتی تھی ..... اس کے اندر غموں کا کیسا بڑا آتش فشاں اُبل رہا ہے۔

''کیا میں بہترین اداکار نہیں ہوں رخشی میرا دل اندر سے جل جل کے کوئلہ ہورہا ہے..... لیکن ..... لیکن میں بظاہر مسکراتی ہوں..... قہقہے لگاتی ہوں.....''

اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں یہ خیال سما گیا کہ اپنی ماں کی بے گناہی اور معصومیت کے بدلے میں جس ظلم و تشدد کا اسے نشانہ بننا پڑا تھا اس بے عزتی کا اسے اپنے باپ سے بدلہ لینا ہے۔ ایک بدنام اور آوارہ عورت سے ان کی شادی جلتی پر تیل کا چھڑکاؤ تھا اور اس کے ساتھ ہی اسے یہ خبریں بھی ملی تھیں کہ راوینہ کے ساتھ اس کے ابو کے عرصہ سے ناجائز تعلقات تھے اور وہ اس کے ناز عرصہ سے اُٹھا رہے تھے اور اس کی امی کا طلاق پانا بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی تھی اور اب وہ اپنے باپ کے بالکل خلاف تھی لیکن بظاہر نہیں۔ میرے سامنے اس نے کئی بار اپنے باپ کو ظالم اور جابر کے ناموں سے پکارا ہے..... اور عملاً کوئی ایسا قدم اٹھانے کو تیار تھی جس سے اس کے ابو کو انتہائی دکھ اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔ اور اس پروگرام پر عمل شروع کرتے ہوئے اس نے کئی لڑکوں کی طرف دوستی کے لئے ہاتھ بڑھا دیئے اور چند ہی روز میں وہ لڑکوں کے حلقوں میں سراہی جانے لگی۔ وہ جوان تھی اور خوبصورت اور اس کے ساتھ بہت اچھی طرح اداکاری کرنا جانتی تھی۔ شروع شروع میں وہ اس ناٹک سے گھبراتی بھی لیکن آہستہ آہستہ پختہ ہوتی چلی گئی اور ایک ایک وقت میں کئی کئی لڑکوں کو اپنے دام عشق میں پھنسائے رکھا۔ ہر ایک یہی سمجھتا تھا مونا کو اس سے محبت ہے۔ جب کبھی میں نے اسے اس راہ کے پیچ و خم سمجھائے وہ ہنس کر جواب دیتی۔

''مرد سمجھتا ہے..... کئی عورتوں کو رسوا کرنا اور کئی معصوم لڑکیوں کو موت کی راہوں پر چھوڑ دینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور اس کا پیدائشی حق ..... عورت کو وہ پاؤں کی جوتی اور گھر کی لونڈی سمجھتا ہے اور ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری شادی کرکے اپنی شان تفاخر کو قائم رکھتے ہوئے کہتا

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

ہے مذہب نے تو چار شادیوں کی اجازت دے رکھی ہے لیکن کبھی اس نے یہ بھی سوچا ہے کہ صرف چار شادیاں کرنے کی اجازت نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ حکم بھی ہے کہ اگر تم ان کے درمیان انصاف برت سکتے ہو۔ یہ کہاں کا انصاف ہے رخشی کہ پہلی بیویوں کو ان پڑھ اور جاہل کہہ کر دھکے دے دیئے جاتے ہیں ..... میں ..... میں اس کیخلاف لڑوں گی..... آخری دم تک.....'' اور اکثر وہ ہنستے ہوئے کہتی۔

''جانتی ہو..... کتنے لڑکوں کی رسیاں اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہوں۔ وہ میری طرف بڑھتے چلے آرہے ہیں لیکن جب یہ رسیاں ڈھیلی چھوڑوں گی تو سب منہ کے بل گر پڑیں گے۔ کتنا پرلطف منظر ہوگا۔''

لیکن آنٹی یہ نہ سمجھئے کہ یہ اس کا اصلی روپ تھا اس کا اصلی روپ اس سے بالکل مختلف تھا۔ وہ روتے ہوئے کہا کرتی تھی ''رخشی میرا بھی کتنا جی چاہتا ہے ایک گھر ہو، جہاں مجھ سے محبت کرنے والے شفیق ماں باپ ہوں جن کے سامنے میں اپنا ہر دکھ ہر درد کھول کے بیان کردوں اور وہ میرے دکھوں پر آنسو بہائیں۔ مجھے غلط چلتے ہوئے دیکھ کر نصیحتیں کریں اور..... اور جنہیں میں اپنا کہتے ہوئے فخر محسوس کرسکوں۔''

راوینہ کے ہاں بیٹے کی پیدائش کے موقع پر آپ خود بیمار تھیں اس لئے کچھ سن نہ سکیں لیکن وقت سے پہلے بچے کی پیدائش لوگوں کے لئے اچھا خاصا موضوع تھا اور اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ یہ بچہ راشد صاحب کا نہیں ہوسکتا لیکن انہوں نے اس چیز کی پروا نہیں کی اور مونا تڑپ اٹھی۔

''میری امی نے گھر کے اندر رہ کر بچے کو جنم دیا تو وہ گناہ کی پوٹ بن گیا..... اور یہ..... یہ راوینہ اور یہ بچہ.....''

شبنم آنٹی کی خودکشی کی خبر کوئی معمولی بات نہیں تھی اور اس جرم کی سزا اپنے باپ کو دینے کا وہ تہیہ کئے بیٹھی ہے۔

غرض بڑے متضاد قسم کے نظریات میں اس کے دن گزر رہے تھے کہ میری شادی ہوگئی۔ اسے اپنی منگنی کی ذرا بھر بھی خوشی نہ تھی۔ اس زمانے میں آپ جانتی ہیں معمولی سے معمولی انسان بھی بچوں کے صلاح ومشورہ سے شادی جیسا بڑا قدم اٹھاتا ہے کہاں یہ کہ ایک شخص کو سامنے کھڑا کرکے کہا جائے کہ تمہیں اس سے ضرور شادی کرنی ہے۔

لیکن اس نے یہ سب کچھ اس لئے قبول کرلیا کہ مستقل کے لئے اس کے پروگرام بڑے خطرناک قسم کے ہیں اور خصوصاً اس روز کے بعد سے تو اسے اپنے باپ سے اتنی نفرت ہوچکی ہے کہ وہ ان کے وجود کو برداشت نہیں کرسکتی جس روز اس نے کہیں سے ان ہی کی زبانی سنا تھا کہ اشعر کے گھر والے بہت سا جہیز اور نقد مانگتے ہیں اور اس کے ابو دینے کو تیار ہیں اور پھر اس کے خطوں سے مجھے اور بھی بہت سی باتیں پتہ چلی ہیں یہ بھی کہ اشعر پہلے ہی ایک بیوی اور دو بچے رکھتا ہے۔

حالات اگر تھوڑے سے بھی اس کی مرضی کے مطابق چلتے تو وہ ایک بہترین لڑکی بن جاتی کیونکہ اس میں لامحدود صلاحیتیں ہیں لیکن افسوس حالات نے کبھی اس کا ساتھ نہیں دیا۔

شادی بھی اگر اس کی مرضی کے مطابق طے پاجاتی تو شاید حالات بدل جاتے لیکن یہاں بھی راشد صاحب راوینہ کے کہنے میں آگئے اور یقین

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سیّارہ ڈائجسٹ کے عظیم الشان اسلامی نمبرز

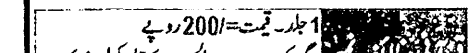

240 مین مارکیٹ ریواز گارڈن لاہور۔ فون نمبر: 042-37245412 پوسٹ کوڈ نمبر۔ 54000
Email:sayyaradigest@gmail.com

طب نبوی نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
جسمانی اور روحانی امراض کا نبوی طریق علاج

قرآنی وظائف نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
ہر گھر کی پریشانیوں اور الجھنوں کے حل کیلئے وظائف۔

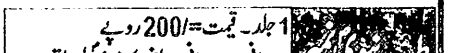

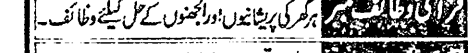

اسلامی معلومات نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
دین کی جامع معلومات، طالب علموں کیلئے خصوصی تحفہ!

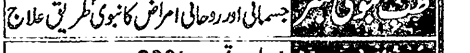

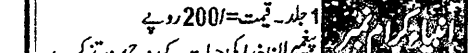

انبیائے کرام نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
پیغمبران خدا کی حیات کے روح پرور تذکرے

فرمانِ الٰہی نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
اللہ کے احکامات و قرآنی فرمودات پر مشتمل ایمان افروز پیشکش!

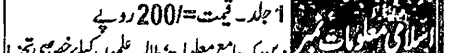

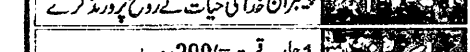

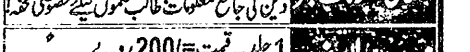

صحابہ کرام نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
عظیم ہستیوں کی کہانی جنہوں نے حضورؐ کی معیت میں زندگی بسر کی

صدقات خیرات نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
صدقہ ہر بلا ٹال دیتا ہے! اسکی اہمیت و مستحقین بارے مکمل معلومات

اخلاق رسول نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
حضورؐ کی پاکیزہ زندگی کے پاکیزہ واقعات پر مشتمل دستاویز

جادو، خواتین اور اسلام — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
جادو کی حقیقت اور علاج قرآن و احادیث کی روشنی میں!

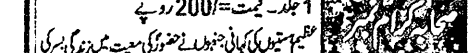

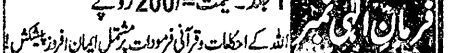

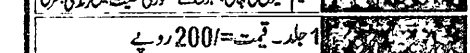

فہم دین نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
سماجی زندگی اور عبادات کے بنیادی مسائل کا حل

عبادات رمضان نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
رمضان کی عبادات جو برگزیدہ ہستیوں کا معمول تھیں!

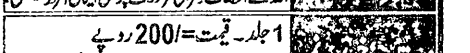

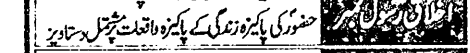

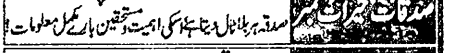

ازواج مطہرات نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/250 روپے
امہات المومنین کی پاک زندگی کے واقعات

قرآن نمبر — 3 جلد۔ قیمت =/600 روپے
ایمان افروز، عقل پرور اور عمل آفرین پیشکش

اولیائے کرام نمبر — 4 جلد۔ قیمت =/800 روپے
اللہ کے برگزیدہ بندوں کی ایمان افروز داستانیں

رسول نمبر — (دو جلدوں میں۔ قیمت: 400 روپے)
سیرت پاک پر ایک جامع دستاویز

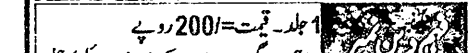

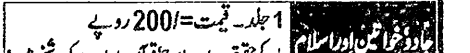

حقوق العباد نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
دوسرے انسانوں کے حقوق اور فرائض بارے نادر و نایاب معلومات

دعا نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
دعا تقدیر بدل دیتی ہے۔ حدیث رسولؐ!

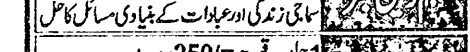

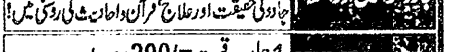

حج، عمرہ اور زیارات نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
حج اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے والوں کیلئے رہنما گائیڈ

عکس سیرت نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/400 روپے
حضرت محمد مصطفیٰؐ کی حیات طیبہ پر مبنی نایاب کتاب!

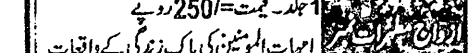

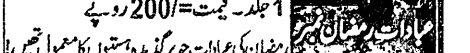

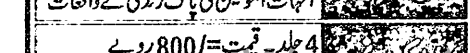

توبہ نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کے آداب اور اسکی اہمیت

خلفائے راشدین نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
خلفائے راشدینؓ کی بے مثال قربانیوں کا ذکر!

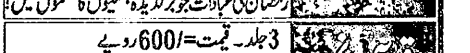

صحابیات نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
محترم خواتین جنہیں آنحضورؐ سے سیکھنے کا شرف حاصل ہوا!

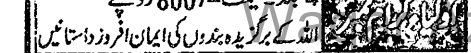

فرمان رسول نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
عاشقان رسولؐ کی خدمت میں ایک بے مثال تحفہ!

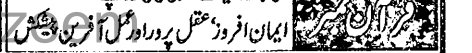

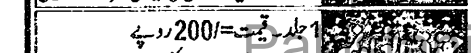

اسلامی حکایات نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
قوت ایمانی سے سرشار سبق آموز حیرت خیز حکایات کا مجموعہ

معجزات رسول نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
سرور کونینؐ کے سینکڑوں معجزات پر مشتمل دستاویز!

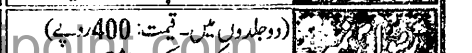

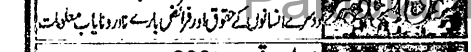

والدین نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
ماں باپ کی تعظیم و فرمانبرداری بجا لانے کی منفرد کاوش

نقوش اسلام — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
اسلام کی روشن تاریخ سے ایمان افروز واقعات!

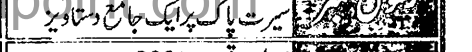

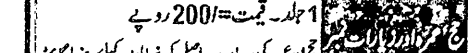

آثار قیامت نمبر — جلد۔ قیمت =/200 روپے
آیات قرآنی و احادیث کی روشنی میں قیامت کی نشانیوں بارے معلومات

قصص القرآن نمبر — 1 جلد۔ قیمت =/200 روپے
واقعات جو اللہ تعالیٰ نے بتانا ضروری سمجھے۔

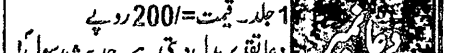

شرعی احکام نمبر — جلد۔ قیمت =/200 روپے
مومن زندگی کیسے گزارے، شرعی تعلیمات پر مشتمل جامع رہنمائی

جانئے یہ بازی آخری ہے..... جو وہ لگا چکے ہیں..... اس کا انجام کیا ہوگا سوچتے ہوئے میرا دل لرز جاتا ہے۔

اور اب ایک بار پھر مونا اپنی روش پر چل نکلی ہے یہ نہ سمجھئے گا کہ اس نے حالات سے سمجھوتہ کرلیا ہے بس اتنا تصور کرلیجئے کہ وہ ایک ایسے سمندر کی مانند ہے جو بظاہر پرسکون ہوتا ہے لیکن جس کے اندر بڑے بڑے طوفان چھپے ہوتے ہیں۔ اس کے خط پڑھئے اور اندازہ لگائیے اور..... اور اسے بچالیجئے۔ اب وقت سوچنے کا نہیں عملی طور پر کچھ کرنے کا ہے۔ لیکن اسے یہ کبھی پتہ نہ چلے کہ یہ ساری حالات میں نے آپ کو لکھے ہیں۔ اس نے مجھے قسم دے رکھی ہے کہ میں اس کے متعلق آپ کو کچھ نہیں بتاؤں گی لیکن کسی کے ڈوبنے کا تماشا دیکھنے سے قسم توڑ دینا زیادہ بہتر ہے۔ خدا اس پر اپنا کرم کرے آمین۔

خط پڑھتے پڑھتے میرا سر چکرا گیا..... تو کیا وہ اب بھی اداکاری کررہی ہے؟ میں نے بڑے دکھ سے سوچا اور گھر کے لئے چل پڑی۔ پیریڈ ختم ہوچکے تھے اور یہاں بیٹھ کر اطمینان سے کچھ پڑھنا محال تھا۔ ٹیکسی لی اور گھر پہنچ گئی۔ مونا کہیں گئی ہوئی تھی' بھیا گھر پر ہی تھے۔ کھانا لگ چکا تھا لیکن میں نے یاسمین سے کہہ دیا۔

''بھیا سے کہہ دو میں مونا کے ساتھ کھانا کھالوں گی فی الحال مجھے بھوک نہیں۔''

اور کمرہ بند کرکے خط پڑھنے لگی۔ خط ترتیب سے تھے۔

پہلا خط تھا۔

رخشی ڈیئر!

تم نئے دیس میں خوب خوش ہو اور ہم پرانے دیس میں جل کڑھ رہے ہیں۔

تم چلی گئیں تو شہناز مجھے سمعیہ کے ہاں لے گئی اور وہاں مجھ پر وہ بم پھٹا جس کے ذرے میرے رگ و پے میں پیوست ہوچکے ہیں۔ یہ زخم شاید ہی کبھی مندمل ہوسکیں رخشی! جو میرے باپ نے جان بوجھ کر مجھے عطا کئے ہیں۔

سمعیہ نے بتایا کہ ان کے ہمسایہ میں ایک فیملی ہے جس کی روایت بن چکی ہے کہ وہ ہر چند سال بعد کسی امیر کبیر لڑکی کو بہو بنا کے لاتے ہیں اور پھر اس کی جائیداد وغیرہ اپنے قبضہ میں کرکے اس کے لئے جینا تک حرام کردیتے ہیں اور اس سلسلہ کی ایک کڑی یہ ہے کہ انہی دنوں انہوں نے اپنے چھوٹے بیٹے اشعر کی منگنی لاہور کے کسی خاندان میں کی ہے لڑکا پہلے بھی شادی شدہ ہے اور دو بچوں کا باپ ہے۔

تم سمجھ سکتی ہو رخشی! یہ حملہ خاصا سخت تھا لیکن میں قوت برداشت سے کام لے گئی اور تیسرے ہی روز لوٹ آئی۔ پھوپھو نے میری حالت سے جانے کیا کیا اندازے لگائے کہ مجھے اپنا درد دل ان سے کہنا ہی پڑا۔ وہ بے چاری خود بیمار ہیں کیا کریں پھر کراچی میں ہمارا کون ہے؟ آخر انہوں نے ڈاکٹر عماد کا سہارا لیا اور انہوں نے بذات خود وہاں جاکر سارے حالات پتہ کئے ہیں۔ جو کچھ سمعیہ نے بتایا تھا سچ ہی نہیں بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر عماد کو پتہ چلا ہے۔ بتاؤ..... کیا اب بھی میں اس شخص کو اپنا باپ کہوں جو مجھے جہنم کے شعلوں میں دھکیل رہا ہے۔

بس میرے لئے دعا کرنا مجھے اور کچھ نہیں چاہئے رخشی صرف موت چاہئے اور میں حرام موت مرنا نہیں چاہتی خدا حافظ۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بدنصیب ..... مونا!

اس کا یہ خط پڑھ کر میں بے انتہا روئی۔

دوسرا خط تھا:

پیاری دوست!

زندگی اتنی کٹھن ہوگئی ہے کہ بس کیا بتاؤں پھوپھو شاید مجھ سے بھی زیادہ بدنصیب ہیں۔ یا میرے نصیبوں کا عکس ان پر پڑ گیا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کاش انھیں مجھ سے محبت نہ ہوتی۔

ڈاکٹر عماد کے کراچی سے لوٹنے اور سارے حالات بتانے کے بعد وہ ابو سے ٹکر لینے پر تل گئیں اور آخر ایک روز ان کے کمرے میں چلی گئیں ابھی تو انہیں گھر آئے زیادہ دن بھی نہیں گزرے ہیں رخشی اور اتنی بہت کمزور ہیں۔

ابو سے جب انہوں نے بات کی تو راوینہ بھی کمرے میں تھی۔ ابو نے انہیں بے انتہا ذلیل کر کے کمرے سے نکال دیا۔ تم تو جانتی ہو وہ بڑے ناز و نعم میں پلی ہیں اور ابو کی ہمیشہ ہی لاڈلی رہی ہیں۔ اس ذلت کو برداشت نہ کر سکیں اور لڑکھڑاتی ہوئی باہر آ گئیں۔ اس وقت میرے ہاتھوں میں بھرا ہوا پستول تھا رخشی اور میں دروازے کے باہر تہیہ کیے کھڑی تھی کہ آج خود بھی ختم ہو جاؤں گی اور انہیں بھی ختم کر دوں گی لیکن خدا جانے کیا سوچ کر میں لوٹ آئی اور پھر پھوپھو کے گرنے کی آواز پر راہداری میں آ گئی۔ ان کے سر سے خون نکل رہا تھا میں بمشکل انہیں کمرے تک لائی۔ کیا یہ آواز ابو نے نہیں سنی ہوگی رخشی، لیکن انہوں نے جھانکا تک نہیں اور یوں میں بے بس اور لاچار خود ہی جو کچھ کر سکی کرتی رہی۔ پھوپھو اب ٹھیک ہیں لیکن بالکل چپ ہوگئی ہیں..... اور میں..... میرے اندر نفرت، غم اور غصہ کا طوفان اُٹھ رہا ہے رخشی..... ابو ہی نہیں راوینہ سے بھی مجھے بدلہ لینا ہے..... وہ ہمارے تڑپنے کا تماشا دیکھتی اور مسکراتی ہے..... قہقہے لگاتی ہے..... لیکن..... اسے خبر نہیں..... بہت جلد اس کے قہقہے مٹ جائیں گے..... میرا دل شدت غم سے پھٹا جا رہا ہے اس لئے اب اجازت دو..... تم سے غم دل کہہ کے بوجھ تو ہلکا کر لیتی ہوں نا جمشید کو میرا سلام کہنا۔

مونا۔

اگلا خط تھا:

پیاری رخشی!

سناؤ کہاں کہاں کی سیر کر لی ..... دنیا کیسی ہے..... بڑی رنگین ہوگی نا.....

میں نے ہر قسم کے حالات کو گلے لگا لیا ہے رخشی میں نے ابو کے قدموں پر گر کر ان سے معافی مانگی راوینہ کے گلے سے لگ کر سسکتے ہوئے اسے امی کہا اور عدنان کو ڈھیروں پیار کر کے ان سب کو یہ احساس دلا دیا ہے کہ میں اب تک غلطی پر تھی۔

اور اب ..... وہ سب خوش ہیں ..... بے انتہا خوش، کیوں نہ ہوں..... میں خود چل کر قربان گاہ کی طرف جا رہی ہوں۔ اتنی خوشی شاید کسی باپ کو بھی نہ ہوئی ہوگی جتنی آج کل میرے باپ کو نصیب ہے..... لیکن..... پھوپھو مجھ سے ناراض ہیں وہ کہتی ہیں اگر آخر کار مجھے یہی سب کچھ کرنا تھا تو میں نے پہلے اتنا شور کیوں مچایا..... کاش وہ سمجھ سکیں..... کہ یہ خوشی بڑی ناپائیدار اور وقتی ہے۔

میں راوینہ کے ساتھ مل کر شاپنگ کرتی ہوں اور خود اپنی پسند سے ہر چیز بنوا رہی ہوں بظاہر یہ سب کتنا رنگین ہے رخشی لیکن اس کا انجام وقت

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بتائے گا۔

اور آج کل پھر میں بہت سے لوگوں کے تڑپنے کا مزا لے رہی ہوں۔ میں نے سب کو چپکے ہی چپکے بتا دیا ہے کہ میں اشعر سے شادی نہیں کروں گی اور اب..... اب کتنے امنگوں بھرے دل مجھ سے آس لگائے بیٹھے ہیں۔ میں ان کی پارٹیوں میں اتنا سج بن کے جاتی ہوں کہ وہ تڑپ تڑپ اُٹھتے ہیں۔ حسیب کہتا ہے..... تم تو مجھے پاگل بنا دو گی مونا..... تو میں ہنس پڑتی ہوں ..... بڑی خوشی کی بات ہوگی .....تم پھر اس خوشی میں ایک دعوت کر دینا..... شہزاد ریس میں شاید اگلی بار اپنے آپ کی بازی لگا دے..... کیوں کہ وہ سب کچھ ہار بیٹھا ہے..... اور اس کے باپ نے اسے بہت برا کہہ کر ایک ٹکہ تک دینے سے بھی انکار کر دیا ہے۔

ندیم کی منگیتر نے اس سے شادی سے انکار کر دیا ہے اور اس کے گھر والے اسے آوارہ کہتے ہیں کتنی خوشی کی بات ہے نا..... کبھی یوں لڑکیاں انہیں ٹھکرانا شروع کر دیں تو آجائیں یہ بھی اپنی اوقات پر۔ دیکھو جمشید سے میرے خط کا ذکر نہ کرنا۔ ورنہ یقیناً وہ اس ڈر سے کہ کہیں میں تمہیں بھی اس کیخلاف نہ کر دوں ہماری ڈاک پر پہرہ بٹھا دے گا لیکن وہ تو میرا بڑا پیارا سا بھائی ہے خدا اسے سلامت رکھے۔

تمہاری۔ مونا!

ایک اور خط:

میری محسن!

تم تو ہنستی ہو مت ہنسو رخشی! اس انتقام کی آگ نے مجھے جلا کے راکھ کر دیا ہے میں نے اپنی ماں کو مرتے سے نہیں دیکھا تھا رخشی ..... لیکن ..... ہر وقت اس کی تڑپتی پھڑکتی نعش میرے سامنے لٹکتی رہتی ہے اور جیسے پکار پکار کر مجھے کہتی ہے ..... ان مردوں کو احساس دلاؤ کہ عورت کھلونا نہیں جذبات رکھتی ہے اور زندگی میں صرف ایک بار پیار کرنا جانتی ہے۔ اس پیار کی خاطر چاہے اسے کچے گھڑے پر تیرنا پڑے اور چاہے پہاڑوں سے گر کر ہلاک ہونا پڑے میرا جی چاہتا ہے رخشی میں ان سب کے چہروں سے تہذیب کی نقاب اُلٹ کر ان کی اصل بے نقاب کر دُوں۔ کاش انہیں یہ احساس ہو سکے کہ عورت کتنی بے بس اور کتنی باوفا و مقدس ہستی ہے۔

ندیم کل کہہ رہا تھا اگر مجھ سے بے وفائی کی تو میں زہر کھالوں گا اور میں اس روز کی منتظر ہوں جب وہ زہر کھائے گا۔ شعیب سے میں نے کل کہا..... میں تو اس شخص سے شادی کروں گی شعیب ..... جس نے کبھی کسی لڑکی کی طرف بُری نظر سے بھی نہ دیکھا ہو..... تو وہ سچ مچ رو پڑا۔

اگر تمہارا یہی اصول تھا تو پہلے میری طرف کیوں بڑھی تھیں میں..... میں تمہیں اب ہرگز جانے نہیں دُوں گا۔ اس نے مجھے پکڑنا چاہا لیکن میں بھاگ آئی۔

اور پھر سنا..... رات اس نے خواب آور گولیاں کھالی تھیں۔ اسے ہسپتال پہنچایا گیا مجھے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔

بڑے چالاک ہو شاہی پوری DOSE بھی نہیں لی تم نے ورنہ آج دو چار آنسو ہی بہا دیتی۔

اس نے بڑی بے بسی سے میری طرف دیکھا ..... ظالم کہا..... اور منہ پھیر لیا۔

دیکھا کتنا مزا آرہا ہے..... خدا حافظ۔

مونا!

اگلا خط تھا:

Waqar Azeem Pakistanipoint

رخشی ڈیئر!

مجھے ظالم نہ کہو میں ظلم دوسروں پر نہیں اپنے آپ پر کررہی ہوں۔ زندگی میں سکون و اطمینان کی تلاش میں نے کب نہیں کی رخشی! ایک عرصہ سے کانٹوں پر چلتے چلتے میرے پاؤں لہولہان ہوگئے اب تو میں اس قدر تھک گئی ہوں دوست کہ کسی سایہ دار درخت تلے بیٹھ جانا چاہتی ہوں لیکن اس سے پہلے ابو کو احساس دلانا چاہتی ہوں کہ عورت جہاں بے بس ہے وہیں موقع ملنے پر وہ بدلہ بھی لینا جانتی ہے۔ اب تک تو میں تڑپی ہوں رخشی اب وہ تڑپیں گے۔ لیکن کاش ..... کاش سب عورتوں کے سینوں میں مقدس و باوفا دل ہوتے ..... راوینہ جیسی عورتیں عورت کے نام پر سیاہ داغ ہیں..... خود اپنی ہم جنسوں کے سینوں پر مونگ دلتی ہیں.....

ہاں اور سنا..... شاہد کے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا ہے اور اب وہ کسی دوست کے ہاں مقیم ہے اسے تو کسی دوست نے اپنی پناہ میں لے لیا رخشی..... لیکن میری بے بس ماں ..... اسی ذلت کو گلے سے لگائے مرگئی ..... میں کیسے بھلا دوں میں انہیں کیسے معاف کردوں.....

مونا۔

اگلے خط میں لکھا تھا:

اچھی دوست!

تم نے لکھا میں ان سب لوگوں سے بدلہ لینے کے بجائے صرف ابو سے بدلہ کیوں نہیں لیتی سب کو کیوں تڑپا رہی ہوں؟ ابو کو اپنی عزت کا بڑا خیال ہے رخشی، وہ مجھے کہتے ہیں کہ عزت ایک شیشہ ہے جو ایک بار ٹوٹ جائے تو جڑتا نہیں ان سے صرف یہ پوچھو جب میری امی کو بغیر کسی وجہ کے طلاق دی تھی تو کیا اس کانچ کے ٹکڑے میں بال نہیں آیا تھا۔ شریفوں میں طلاقیں تو نہیں ہوا کرتیں رخشی! اور پھر جب راوینہ جیسی آوارہ عورت سے شادی رچالی تھی اور لوگوں نے حیرانگی سے دانتوں تلے انگلیاں دبالی تھیں تو کیا یہ شیشہ سلامت رہا تھا..... اور..... اور جب ..... شادی کے صرف ساڑھے چھ ماہ بعد راوینہ نے ایک صحت مند بچے کو جنم دیا تھا تو راشد صاحب کی خاندانی عزت و شرافت کی دھجیاں نہیں اُڑی تھیں.....؟

اور اب ..... میں ..... میں اس کانچ کے نازک ٹکڑے کو ریزہ ریزہ کردوں گی ..... شاید ..... پھر مجھے سکون آجائے گا۔

تم نے ٹھیک لکھا ہے رخشی سب مرد بُرے نہیں..... کیا میں اپنے دادا کا کردار بھلا سکتی ہوں جنہوں نے سب رشتوں کو آخر وقت تک خاموشی سے نبھایا اور بھی کئی مثالیں میرے سامنے ہیں لیکن انہیں گننے کا فی الحال وقت نہیں۔

خدا حافظ.....مونا!

رخشی ڈیئر!

کل ابو سے خاصی جھڑپ ہوگئی دراصل میری آج کل کی مصروفیات کی انہیں کوئی خبر نہیں تھی اور وہ اسی سے خوش تھے کہ میں خوشی خوشی جہیز بنا رہی ہوں لیکن کہیں سے ان کے کان میں بھنک پڑ گئی کہ میں نے پھر لڑکوں سے ملنا شروع کردیا ہے وغیرہ۔ کل انہوں نے مجھے بلا کے خوب ڈانٹا۔ ''تم میری عزت سے کھیل رہی ہو مونا..... تم ہر ایک سے کہتی پھرتی ہو میں نے اشعر سے شادی نہیں کرنی..... میں ان لوگوں کو زبان دے چکا ہوں اور تمہیں کوئی احساس ہی نہیں.....''

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

پھر وہ مجھے نرمی سے سمجھاتے رہے لاڈ پیار سے مجھے رام کرنا چاہا اور ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ..... اور ..... اور ان آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میں خوش ہوتی رہی۔

یوں ہی میری معصوم ماں بھی روئی تھی راشد صاحب اس نے بھی آپ سے عزت کی بھیک مانگی تھی..... کیا آپ نے یہ بھیک اس کی گود میں ڈال دی تھی؟۔

میرا جی چاہا میں قہقہے لگاؤں لیکن میں سر جھکائے بیٹھی ان کی نصیحتیں سنتی رہی۔ میرا جی چاہا ان سے کہوں:

کبھی باپ بن کر آپ نے یہی نصیحتیں مجھے پہلے کی ہوتیں تو آج..... آج اگر آپ مجھے آگ کے تپتے الاؤ میں کود جانے کو کہتے تو میں بخوشی اس میں بھی کود جاتی لیکن آج یہ سب فضول ہے اس لئے کہ اب بھی آپ کے اندر بیٹھا مرد بول رہا ہے باپ نہیں بول رہا۔ رخشی! کیا ہمارے معاشرے میں ہزاروں لڑکیاں والدین کی آرزوؤں کی بھینٹ نہیں چڑھ جاتیں ..... لیکن ..... لیکن والدین کی شفقت ان کے قدموں کی زنجیر ہوتی ہے اور ..... اور میرے قدموں میں یہ زنجیر ڈالی ہی نہیں گئی اور ..... میری دوست! اب آخری وقت آ پہنچا ہے۔ دو فروری میری شادی کی تاریخ مقرر کردی گئی ہے۔ ہاں دو فروری۔ وہ دن جس کے خواب خوبصورت ریشمی دھاگوں کی بنت سے ہر لڑکی بنتی ہے۔ جس میں وہ کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی مخمل کے خوبصورت رنگ جوڑتی چلی جاتی ہے۔ باپ امیر ہو یا غریب وہ اپنی حیثیت کے مطابق تکا تکا جوڑتی اور گنگناتے ہوئے آنے والے خوبصورت شب و روز کا تصور کرتی ہے اس کے من آنگن میں خوبصورت رنگوں کی تتلیاں اور جگمگ جگمگ کرتے جگنو اُڑتے رہتے ہیں۔ سہیلیوں کے جھرمٹ میں اس کے قہقہے سب سے جدا سُر کے بن جاتے ہیں۔ اس کی آواز میں شہنائیوں کا رقص ہوتا ہے اور نئی نئی چاہت کا جھولا ہوا کے سنگ اوپر ہی اوپر اُڑتا چلا جاتا ہے۔ کتنے خوبصورت اور جاندار ہوتے ہیں اس کے سپنے۔ ان دیکھی چاہتوں اور آنے والی محبتوں کی گدگداہٹ سے اس کا انگ انگ شرابور ہوتا ہے۔

لیکن یہ سب کچھ میرے پاس عنقا ہے۔ نہ ماں کی محبت بھری نظریں نہ اس کی چاہتوں کے خوبصورت ٹانکے جو دلہن کے لباس کی زیبائش ہوتے ہیں۔ نہ اس ابٹن کی مہک جو ماں کی خوبصورت لمبی انگلیوں کے مساج سے بنتا ہے اور دلہن کے مشام جان کو معطر کرتا ہے۔ نہ ان دعاؤں کی مالا جو ماں کے ناز ک خوبصورت لبوں کی لرزش کے نتیجے میں دلہن کا ہر گھڑی احاطہ کئے رہتی ہے۔ نہ ماں باپ کی وہ گہری گہری ستائش بھری نظریں جن میں جھلملاتی دعائیں ستاروں کی طرح جگمگاتی اُڑان بھرتی رہتی ہیں۔ میں کتنی بدنصیب ہوں رخشی! جس کی رخصتی پر کوئی آنسو بہانے والی ماں نہیں ہوگی۔ کسی مہربان مامتا سے بھرپور اٹھنے والے ہاتھ نہیں ہوں گے۔ والدین کی باہمی محبت و موافقت کی روشنی نہیں ہوگی۔ جس کے ہاتھوں میں لگنے والی مہندی بے بو ہوگی بے رنگ ہوگی یا شاید اس میں کسی کے خون کی خوشبو رچی بسی ہوگی۔

میں یاسیت کی آگ میں نہیں جل رہی میری دوست! میں تم تک صرف اپنے دل کے جلے پھپھولے پھوڑ رہی ہوں۔ مجھے بھرپور محبت ملی لیکن

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اس وقت جب احساس اور شعور کی روشنی نے مجھے اپنے گھیرے میں نہیں لیا تھا۔ اس وقت تو کھلونوں سے کھیلنا بھی سب سے بڑا خوش رنگ احساس ہوتا ہے اس وقت تو باپ کے گھر آنے کی خوشی میں جاندار تالیاں ہی سب کچھ ہوتی ہیں۔ اس وقت تو فخر سے اپنے خوبصورت کھلونے' کتابیں دوستوں کو دکھا کر اپنے احساس تفاخر کو بیان کردیا جاتا ہے وہ گہرائی اور جذبہ تو کہیں نہیں ہوتا نا جو بلوغت کے ساتھ جنم لیتا ہے۔ جہاں جذبے ایثار و محبت کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ باپ کی نظروں کی شفقت بیٹی کے لئے ستائش کی کرنیں بنتی ہیں۔ میری دوست! زندگی نے مجھے پھوپھو کی شفقتوں کی مالا اگر نہ پہنائی ہوتی تو شاید میں اس وقت کسی پاگل خانے کی تاریک کوٹھڑی میں گھٹ گھٹ کر مر رہی ہوتی۔ وہ پھوپھو جس نے مجھے جنم تو نہیں دیا لیکن میری ہر ہر سانس کو اپنے سانسوں کی نگرانی میں رکھتے ہوئے یہ احساس ضرور دلایا کہ تم UN WANTED نہیں ہو تمہاری بہت قدر و قیمت ہے۔

امی نے یاسیت کی انتہا پر پہنچ کر خود کو ایک اذیت ناک موت کی آغوش میں ڈال دیا شاید اس لئے کہ میری پھوپھو جیسی ان کی کوئی دوست نہیں تھی لیکن میری پھوپھو نے مجھے ہمیشہ یہ باور کروایا ہے کہ زندگی تو رب کی امانت ہے اور خودکشی انتہائی سخت بزدلی کی دلیل ہے۔ میں نے خود کو عجیب و غریب راہوں پر ڈالا یہ سب کے لئے ناپسندیدہ تھا۔ شاید خود میرے لئے بھی لیکن یہ اذیت دراصل میں اپنے نام نہاد باپ کو دے رہی تھی جس نے نام و نمود کی اونچی اونچی دیواروں میں خود کو چن لیا تھا۔ جس کے لئے عزت کا مقام صرف دولت اور اونچی کھوکھلے قہقہے لگانے والی سوسائٹی تھی جہاں راوینہ جیسی عورتوں کی پرستش کی جاتی ہے اور میری ماں جیسی معصوم پرخلوص اور ہمدرد عورتوں کو پاؤں تلے روندا جاتا ہے۔ یہاں تک ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے کہ وہ خودکشی جیسی اذیت ناک موت کو گلے لگانے پر مجبور ہوجاتی ہیں۔ اور یہ دکھ کا گہرا نہ بھرنے والا زخم ساری زندگی اولاد کو کچوکے لگاتا اور اس کی روح کو زخمی کرتا چلا جاتا ہے۔

میں نے سوچ کے کن تانوں بانوں سے اپنے مستقبل کو سنوارنے کا خواب دیکھا ہے میں خود بھی نہیں جانتی بس ایک خواہش تھی کہ زندگی کا ساتھی کوئی ایسا بندہ ہو جو میری روح تک کو محبت کی گہرائیوں میں چن دے جس کے خلوص اور الفت کی مالا جپتے میں زندگی گزار سکوں جس کی چاہتوں کے سندور سے میری مانگ بھری رہے اور مانگی اور بن مانگی محبتوں کی ردا اوڑھے میں اپنے رب کے شکرانے ادا کرتی رہوں۔ یقیناً یہ وہی شخص ہے جس نے مجھ سے خاموش محبت کرکے میرے اندر یہ احساس اُجاگر کیا کہ بدلے میں کچھ نہ ہی مانگا جائے تو بھی جھولی بھری رہتی ہے بلکہ پیمانہ محبت چھلکتا چلا جاتا ہے۔

اپنی شادی کے کارڈ کے ساتھ ہی یہ خط تمہیں بھیج رہی ہوں۔ تم آ تو نہیں سکتیں میری دوست لیکن مجھے تمہاری خوشبو چاروں طرف مہکتی ہوئی ملے گی بس دعا کرنا کہ دنیا کو جو تماشا میں دکھانے جارہی ہوں اس کا ڈراپ سین بہت اچھا ہو اور لوگ اس سے عبرت حاصل کرسکیں۔

طالب دعا۔ مونا

رخشی کا بھیجا ہوا پیکٹ ہاتھوں میں تھامے میں

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

نمناک آنکھوں سے مونا کی تحریر پڑھ رہی تھی۔ ایک ایک لفظ خون جگر سے لکھا گیا تھا۔ مونا کی سوچوں کی گہرائی میں اُترنا بہت مشکل ہو رہا تھا۔ جانے اس نے سوچوں کے کون سے تانوں بانوں سے اپنے مستقبل کی عمارت کی بنیاد ڈالی ہے۔ اس نے تو مجھے بھی اپنے اعتماد میں لینے کی سعی نہیں کی۔ دو فروری کو وہ کیا کرنے جا رہی ہے میں پریشان ہوتی رہی۔ مونا! میری بیٹی! تم تو ایک کھیل کھیل رہی تھیں اس کھیل کو انجام تک پہنچانے کے لئے کسی کو تو اپنے اعتماد میں لیا ہوتا۔

میرے آنسو بہے جا رہے تھے اور دل بیٹھا جا رہا تھا۔ میں اس وقت اس کو کہاں ڈھونڈوں یہی سوچتے ہوئے میں نے اس کے لئے دست دعا بلند کر دیئے کہ میرے اختیار میں صرف دعائیں کرنا اور اسے ان دعاؤں کے حصار میں دینا ہی تھا۔

پھر میں جلدی سے گیراج کی طرف بڑھی۔ منصور ڈرائیور گاڑی صاف کر رہا تھا۔ ہسپتال چلو منصور! میں گاڑی میں بیٹھ گئی اس وقت مجھے صرف ڈاکٹر عماد کی ہمدرد و غمگسار ہستی کا سہارا چاہئے تھا۔

وہ مجھے اپنے آفس میں ہی مل گیا۔

''ارے راجی! آپ! خیریت ہے نا۔ اتنی پریشان لگ رہی ہیں۔ سب خیریت ہے نا۔''

''کچھ خیر نہیں ڈاکٹر عماد! خیریت کس چڑیا کا نام ہے اگر آپ کو کچھ علم ہے تو مجھے بتائیں۔ مونا کی آج کل کیا سرگرمیاں ہیں میں اس کی طرف سے پریشان ہو رہی ہوں۔''

''ارے آپ کس بات سے پریشان ہو رہی ہیں۔ مونا بڑی خوش دلی کے ساتھ اپنی شادی کی تیاریوں میں مگن ہے۔ سرسری سی ایک آدھ ملاقات ہوئی ہے مجھ سے، بہت خوش نظر آ رہی تھی۔'' میری بات کے جواب میں ڈاکٹر عماد نے بڑے سکون سے بات کی۔ ''اب تو آپ خوش ہو جائیں کہ اسے کسی سے کوئی گلہ نہیں رہا۔''

''یہ سمجھوتہ وقتی نہ ہو ڈاکٹر عماد! پرسکون سمندر کی تہہ میں بڑے بڑے طوفان چھپے ہوتے ہیں۔'' میری آواز میں اندیشوں کے بھیانک ناگ پھن پھلائے بیٹھے تھے۔

''نہیں نہیں۔ راجی! آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ اس نے سب کچھ سوچ سمجھ کر قبول کر لیا ہے انشاء اللہ بڑی خوش اسلوبی سے سب کچھ پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ بس آپ دعا کرتی رہیں۔ مونا ہماری سوچوں سے بھی زیادہ سمجھدار ہے اور معاملہ فہم ہے آپ اطمینان رکھیں۔''

اور جب میں گھر پہنچی تو مونا راوینہ کے ساتھ گھر پہنچ چکی تھی۔ سارے لاؤنج میں خوب ساری شاپنگ کے شاپر اور ڈبے پڑے تھے۔

''ارے پھوپھو! آپ کہاں تھیں۔ دیکھیں ہماری آج کی شاپنگ۔ اُف بہت مزہ آیا میں نے آپ کے پسندیدہ کلرز میں آپ کے لئے بھی شاپنگ کی ہے۔ راوینہ نے بھی شادی کے لئے شاپنگ کر لی ہے۔'' وہ خوش خوش سب کچھ دکھا رہی تھی۔ ''بس پھوپھو! آپ کو بہت بڑا سرپرائز ملنے والا ہے۔ پریشان ہونا چھوڑ دیں نا آپ کو پتہ ہے نا اللہ جو بھی کرتا ہے بہترین ہی ہوتا ہے۔''

اندر جاتے ہوئے میں نے کہا ''مونا! اب جب تم نے سب کچھ مان لیا ہے تو راوینہ کو ماما کہنا شروع کر دو وہ بھی خوش ہو جائے گی۔'' اس نے گھور

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

آپ ادب نواز ہیں! آپ علم دوست ہیں!

ہم آپ کو سیارہ ڈائجسٹ کے تمام شمارے گھر بیٹھے بذریعہ رجسٹری ڈاک بھیجیں گے اور آپ کو -/600 روپے کا فائدہ بھی ہوگا۔

-/600 روپے کی رعایت

سیارہ ڈائجسٹ

سالانہ اخراجات کا تخمینہ

قیمت فی شمارہ -/120 روپے ۔ سال بھر میں بارہ شماروں کی عام قیمت -/1440 روپے
سال بھر کا ایئر میل رجسٹری ڈاک خرچ -/360 روپے ۔ کل رقم -/1800 روپے

لیکن آپ اتنی رقم کیوں خرچ کریں؟

آپ صرف -/1200 روپے ہمیں ارسال کر دیں۔
سال بھر سیارہ ڈائجسٹ آپ کو گھر بیٹھے ملتا رہے گا۔
صرف یہ کوپن پُر کر کے حوالہ ڈاک کر دیجئے!

اس پیشکش سے پورا فائدہ اٹھائیں

جناب منیجر صاحب۔ سیارہ ڈائجسٹ

براہِ کرم مجھے ماہ .... سے سیارہ ڈائجسٹ ایک سال کیلئے جاری فرما دیں

-/1200 روپے کا ڈرافٹ/ منی آرڈر ارسال کر رہا ہوں/ آپ مجھے -/1200 روپے کی وی پی پی ارسال کر دیں۔ میں وصول کر لوں گا۔ نوٹ: چیک قبول نہیں کیا جائے گا۔

نام .... پتہ ....

آپ یہ رقم اے ٹی ایم ATM اور منی ٹرانسفر کے دیگر طریقوں سے بھی ہمارے اکاؤنٹ نمبر .... ایم سی بی
MCB ریواز گارڈن برانچ لاہور میں ٹرانسفر کر سکتے ہیں مزید تفصیل کیلئے رابطہ کیجئے: 412 [illegible] 0423[illegible]

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کے میری طرف دیکھا ''یہ ناممکن ہے پھوپھو! اتنی بڑی فراڈ عورت میری ماں نہیں ہوسکتی۔ بس وہ راوینہ ہی ٹھیک ہے یا شاید اس قابل بھی نہیں کہ اسے بلایا جائے۔''

ان الفاظ میں نفرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ راوینہ کی حیثیت مونا کے نزدیک ایک ٹھگ کے علاوہ کچھ بھی نہ تھی۔ مونا کے بس میں ہوتا تو وہ راوینہ کو ایسی جگہ پھینک دیتی جہاں اس کا کوئی پرسان حال نہ ہوتا۔

بہرحال وقت گزرتا گیا۔ مونا نے جی بھر کے شاپنگ کی' خوب نازک نازک سے زیورات بنوائے خود ہی ہر قسم کی آرائش و زیبائش کے انتظام کرتی رہی۔ بھیا نے بھی اسے کھلی چھٹی دے دی تھی اور خوب ساری رقم بھی۔ اس نے سارے گھریلو ملازمین کے لئے کپڑے بنوائے جوتے منگوائے۔

مہندی کی رات بڑی رنگین اور خوبصورت تھی بہت زیادہ لوگ تو نہیں تھے لیکن جوان لڑکوں اور لڑکیوں کی ٹولیاں ہر طرف نظر آرہی تھیں۔ خوب خوب دھما چوکڑی مچی۔ ڈولک کی تھاپ پر رقص ہوتے رہے۔ شور سے کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ رنگ' روپ اور جوانی کا حسین امتزاج اچھا لگ رہا تھا چونکہ سب کچھ گھر کے لان میں ہو رہا تھا اس لئے بہت ساری ڈشز کی خوشبو سے مہکتا گھر اچھا لگ رہا تھا۔ بڑے عرصے بعد اتنی رونق اچھی لگ رہی تھی۔ لیکن بھابی کی پرچھائیں جیسے ہر طرف گھوم رہی تھی۔

اگلی صبح بڑی نرمی سے بیدار ہوئی زبردست ناشتے کے بعد سب مصروف ہوگئے۔ پارلر جانے والی لڑکیاں اپنی اپنی چیزوں کے ساتھ چلی گئیں اور میں مونا کو لے کر اس کے من پسند پارلر پر جا پہنچی۔ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے ہوئے مونا نے ایک دم میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

''پھوپھو جان! اگر کوئی انہونی ہوتی نظر آئے نا تو پریشان نہیں ہونا میں نے آپ کو اپنے CONFIDENCE میں صرف اس لئے نہیں لیا کہ ذرا سے شک پر پانسہ بھی اُلٹ سکتا ہے۔ آپ کو مجھ پر اور سب سے بڑھ کر اپنے رب پر یقین ہے نا۔ بس آج آپ کی مونا کے ساتھ کچھ بہت ہی اچھا ہونے جارہا ہے۔''

میں حیران نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ خوبصورت تو وہ تھی ہی لیکن ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ اس کے حسن میں چار چاند لگ گئے تھے۔

''کیا مطلب ہے مونا! کیا ہونے جارہا ہے؟'' میں نے پریشان ہوتے ہوئے اس سے سوال کیا تو وہ مسکرادی۔

''ابو کے فراڈ کے ساتھ میرا نکاح نہیں ہوگا۔ ساری عمر آپ نے میرے لئے اچھا ہی سوچا اور اب بھی آپ کی سوچ کے مطابق سب کچھ ہوگا۔ بس آپ سے التجا ہے کہ آپ نے بالکل نارمل رہنا ہے۔ اور یہی ظاہر کرنا ہے کہ آپ کو کسی بات کا علم نہیں۔ زیادہ بتانے کی ضرورت میں اس لئے محسوس نہیں کررہی کیونکہ آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ اعتماد ہے۔''

''مگر پھر بھی کچھ تو بتاؤ۔ میں اُلجھ رہی ہوں پریشان ہورہی ہوں۔''

(جاری ہے)

PakistaniPoint www.pakistanipoint.com